

401

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 26۔ جنوری 2010

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات (محکمہ زراعت)

1۔ نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

2۔ غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

حصہ
ہ اول

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

(سودات قانون جو پیش کئے جائیں گے)

1. **THE PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
(AMENDMENT) BILL 2010 (Bill No. 1 of 2010)**

Ch Zahir-ud-Din Khan:	to move that leave be
Mr Muhammad Yar Hiraj:	granted to introduce the
Mr Muhammad Mohsin Khan	Punjab Public Service
Leghari:	Commission (Amendment)
Ch Moonis Elahi:	Bill 2010.
Mr Tahir Iqbal Chaudhry:	
Mr Muhammad Shafiq Khan:	
Mr Sher Ali Khan:	
Mr Khurram Nawab:	
Malik Iqbal Ahmed Langriyal:	
Mr Khalid Javed Asghar Ghural:	
Mian Shafi Muhammad:	
Dr Samia Amjad:	
Mrs Amna Ulfat:	
Mrs Khadija Umar:	
Syeda Majida Zaidi:	
Mrs Imbsat Hamid:	
Mrs Ayesha Javed:	

40

Mrs Samina Khawar Hayat:

Syeda Bushra Nawaz Gardezi:

Mrs Qamar Aamir Ch:

Dr Faiza Asghar:

Ms Amna Jehangir:

Mrs Seemal Kamran:

Engineer Shahzad Elahi:

Ch Zahir-ud-Din Khan:

Mr Muhammad Yar Hiraj:

Mr Muhammad Mohsin Khan

Leghari:

Ch Moonis Elahi:

Mr Tahir Iqbal Chaudhry:

Mr Muhammad Shafiq Khan:

Mr Sher Ali Khan:

Mr Khurram Nawab:

Malik Iqbal Ahmed Langriyal:

Mr Khalid Javed Asghar Ghural:

Mian Shafi Muhammad:

Dr Samia Amjad:

Mrs Amna Ulfat:

Mrs Khadija Umar:

Syeda Majida Zaidi:

Mrs Imbsat Hamid:

Mrs Ayesha Javed:

Mrs Samina Khawar Hayat:

Syeda Bushra Nawaz Gardezi:

Mrs Qamar Aamir Ch:

Dr Faiza Asghar:

Ms Amna Jehangir:

Mrs Seemal Kamran:

Engineer Shahzad Elahi:

BUDSMAN (AMENDMENT) BILL 2010 (Bill No. 2 of 2010)

Ch Zahir-ud-Din Khan:

Mr Muhammad Yar Hiraj:

Mr Muhammad Mohsin Khan

Leghari:

Ch Moonis Elahi:

Mr Tahir Iqbal Chaudhry:

Mr Muhammad Shafiq Khan:

Mr Sher Ali Khan:

Mr Khurram Nawab:

Malik Iqbal Ahmed Langriyal:

Mr Khalid Javed Asghar Ghural:

Mian Shafi Muhammad:

Dr Samia Amjad:

Mrs Amna Ulfat:

Mrs Khadija Umar:

Syeda Majida Zaidi:

Mrs Imbsat Hamid:

Mrs Ayesha Javed:

Mrs Samina Khawar Hayat:

to introduce the Punjab
Public Service
Commission (Amendment)
Bill 2010.to move that leave be granted to
introduce the Punjab Office of
the Ombudsman (Amendment)
Bill 2010.

40 Syeda Bushra Nawaz Gardezi:
Mrs Qamar Aamir Ch:
3 Dr Faiza Asghar:
Ms Amna Jehangir:
Mrs Seemal Kamran:
Engineer Shahzad Elahi:

Ch Zahir-ud-Din Khan:
Mr Muhammad Yar Hiraj:
Mr Muhammad Mohsin Khan
Leghari:
Ch Moonis Elahi:
Mr Tahir Iqbal Chaudhry:
Mr Muhammad Shafiq Khan:
Mr Sher Ali Khan:
Mr Khurram Nawab:
Malik Iqbal Ahmed Langriyal:
Mr Khalid Javed Asghar Ghural:
Mian Shafi Muhammad:
Dr Samia Amjad:
Mrs Amna Ulfat:
Mrs Khadija Umar:
Syeda Majida Zaidi:
Mrs Imbsat Hamid:
Mrs Ayesha Javed:
Mrs Samina Khawar Hayat:
Syeda Bushra Nawaz Gardezi:
Mrs Qamar Aamir Ch:
Dr Faiza Asghar:
Ms Amna Jehangir:
Mrs Seemal Kamran:
Engineer Shahzad Elahi:

to introduce the Punjab Office of
the Ombudsman (Amendment)
Bill 2010.

حصہ
ہد
وم

(مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں)

1. جناب محمد یار ہراج: اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت صوبہ پنجاب میں پانچ مرلہ سکیم کے تحت مستحقین / غربا میں بغیر کسی معاوضہ کے رہائشی پلاٹ الاٹ کرے اور گھر بنانے کے لئے آسان شرائط پر بغیر سود کے قرضہ کی سہولت بھی دے۔
2. حاجی ذوالفقار علی: یہ ایوان حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبہ میں محکمہ جنگلات کے رقبہ پر پھلدار پودے لگائے جائیں تاکہ محکمہ جنگلات کی آمدن میں اضافہ ہو سکے اور صوبہ میں پھل زیادہ سے زیادہ پیدا ہو

- سکیں۔
3. محترمہ نسیم لودھی: یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ حالات و واقعات کے پیش نظر سرکاری اور غیر سرکاری سکولوں میں طلباء کے لئے NCC کی ٹریننگ فوری طور پر شروع کرنے کے اقدامات کرے۔
4. چودھری مونس الہی: اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت مستحق طلباء و طالبات کے لئے کم از کم بی۔ اے تک مفت تعلیم کا اہتمام کرے۔
5. چودھری محمد اسد اللہ: اس ایوان کی رائے ہے کہ پنجاب میں پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے مالکان ٹیوشن فیس کا تعین از خود کرتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اس میں اضافہ بھی کرتے رہتے ہیں ان پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو چیک کرنے اور بلا جواز ٹیوشن فیس میں اضافہ کو کنٹرول کرنے کے لئے پنجاب حکومت رجسٹریشن قوانین پر نظر ثانی کرنے کے لئے ضروری اقدامات کرے۔

405

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرہویں اسمبلی کا سولہواں اجلاس

منگل، 26۔ جنوری 2010

(یوم الثلثاء، 10۔ صفر المظفر 1431ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 11 بج کر 20 منٹ پر

زیر صدارت

جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالغفار شاکر نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ السَّمَاءُ ۚ بَنَاهَا رَفَعَ سَمَكَهَا فَسَوَّاهَا وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ۚ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ نَحَلَّهَا أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ۚ وَالْجِبَالَ أَرْسَلْنَا مَتَعًا لَكُمْ وَلِنَعْلَمَكُمْ ۚ فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَى ۚ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى ۚ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَى ۚ فَأَمَّا مَنْ طَغَى ۚ وَءَاثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۚ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَى ۚ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ ۚ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى ۚ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى ۚ

سُورَةُ النَّازِعَاتِ آيَات 27 تا 41

بھلا تمہارا بنانا آسان ہے یا آسمان کا؟ اسی نے اس کو بنایا اس کی چھت کو اونچا کیا اور پھر اسے برابر کر دیا اور اسی نے رات کو تاریک بنایا اور (دن کو) دھوپ نکالی اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا اور اسی نے اس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارا اگایا اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے فائدے کے لئے (کیا) تو جب بڑی آفت آئے گی اور دن انسان اپنے کاموں کو یاد کرے گا اور دوزخ دیکھنے والے کے سامنے نکال کر رکھ دی جائے گی تو جس نے

سرکشی کی O اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا O اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے O اور جو اپنے پروردگار کے سامنے
کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا O اس کا ٹھکانہ بہشت ہے O
وما علینا الالبلاغ

سوالات

(محلہ زراعت)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ آج محلہ زراعت سے متعلقہ سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔ اس سے پیشتر کہ سوالات و جوابات کا سلسلہ شروع کیا جائے، میں تمام ہاؤس کے معزز ارکان سے ملتمس ہوں کہ کمیٹی نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے جس میں حکومت کی طرف سے لاء منسٹر صاحب، سینئر منسٹر صاحب، دوسری پارٹیوں کے لیڈر مخدوم احمد محمود صاحب، علی نور نیازی صاحب اور قائد حزب اختلاف بھی شامل تھے کہ کوئی بھی معزز رکن کسی کی قیادت پر کسی قسم کے نازیبا الفاظ استعمال نہیں کریں گے۔ دوران سوالات کم از کم کوئی بھی شخص آپ ارکان میں سے کورم کے بارے میں point out نہیں کرے گا۔ باقی معاملات میں ایک دوسرے پر آوازیں کسنے والی بات انتہائی شرمندگی کا باعث بنتی ہے لہذا میں آپ سے گزارش کروں گا کہ ایسی چیزوں سے پرہیز کیا جائے اور خصوصی طور پر خواتین کے بارے میں کوئی ایسا لفظ جس سے تضحیک ہوتی ہو یہاں استعمال نہ کیا جائے۔ باقی باتیں اور بھی ہیں جو میں بعد میں وقت آئے گا تو آپ سے کروں گا۔ بہت شکریہ

اب میں سوالات کا سلسلہ شروع کرتا ہوں۔ پہلا سوال سید حسن مرتضیٰ صاحب کا ہے۔
جی، سوال نمبر پکاریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)
سید حسن مرتضیٰ: سوال نمبر 131۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟
سید حسن مرتضیٰ: جی، پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

ضلع جھنگ کی مارکیٹ کمیٹیوں کے چیئرمینوں اور ممبران کی تفصیل

*131: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

ضلع جھنگ کی مارکیٹ کمیٹیوں کے چیئرمین اور ممبران کے ناموں کی تفصیل مارکیٹ کمیٹی وار فراہم کی جائے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

ضلع جھنگ کی مارکیٹ کمیٹیوں کے چیئرمین اور ممبران کے ناموں کی تفصیل درج ذیل

ہے:-

نمبر شمار	نام مارکیٹ کمیٹی	نام آخری چیئرمین	پیریڈ	نام ممبران	نام آخری غیر سرکاری ایڈمنسٹریٹر	موجودہ پوزیشن
1-	جھنگ صدر	میاں محمد اقبال موہل	01-02-2002 19-05-2005	1-خواجہ معین الدین 2-جانبی میر احمد 3-سید مردت شاہ 4-طاہر عباس سیال 5-اللہ دتہ نول 6-میاں شوکت عباس 7-سر دار بخش نانکا 8-حاکم خان سیال 9-تھورا احمد 10-ملک محمد اشرف 11-سرورد پہلووان 12-غلام نبی 13-ارانا محمد اسلام 14-ملک نور محمد 15-صوفی محمد اشرف 16-EDO Agri سرکاری نمبر	سلطان محمود حسنانہ 23-05-05 25-04-08	ایس ڈی اے (ای اینڈ ایم) از مورخہ 26-04-08
2-	چنیوٹ	سید افضل شاہ	01-02-2002 19-05-2005	1-چودھری انظر اقبال 2-سر دار عاصم ضمیر 3-چودھری کالے خان 4-سرفراز چوہ 5-مدیا ش حسین 6-ماشرف محمود 7-فاروق احمد 8-جاوید اقبال 9-ڈی ڈی او (کمیشنر)	طارق صفیر 20-09-05 30-04-08	ڈی ڈی او (کمیشنر) چنیوٹ از مورخہ 1-5-08
3-	شورکوٹ	مہر جہانگیر حیدر مجددانہ	01-02-2002 19-05-2005	1-ظفر عباس 2-عزیز از سرگاندہ 3-ظفر عباس 4-لیاقت علی 5-ظفر علی 6-محمد صدیق 7-ابوبکر صدیق 8-غلام عباس 9-ڈی ڈی او (کمیشنر)	مہر ظفر عباس 23-05-05 25-04-08	ایس او (ای اینڈ ایم) جھنگ از مورخہ 26-04-08
4-	شاہینوہ	سید حیدر علی شاہ	01-02-2002 19-05-2005	1-غلام محمد 2-ناصر عباس 3-محمد اقبال خان 4-سید حمزہ 5-قلب عباس شاہ 6-ملک شاہ نواز	انقار احمد بلانہ 23-05-05 19-02-08	ڈی ڈی او (کمیشنر) جھنگ از مورخہ 26-4-08

		7۔ ملک سیر محمد 8۔ حاجی محمد رمضان 9۔ ذراعت آفسر (ایگزیٹیشن)				
اسے او (ایگزیٹیشن) لایاں 26-04-08	ہیقت علی لالی 19-10-07 25-04-08	1۔ خضر حیات لالی 2۔ خضر حیات 3۔ محمد فاروق 4۔ شہباز خان ربیعان 5۔ شیخ محمد حنیف 6۔ شیخ نذیر احمد 7۔ مسز احمد 8۔ حفیظ علی گل 9۔ اے او (ایگزیٹیشن)	1-02-2002 19-05-05	مر سکندر حیات لالی	لا لیاں	5-

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ مارکیٹ کمیٹی کے چیئرمین کی تقرری کا طریق کار کیا ہے، مارکیٹ کمیٹی کی آمدن کے ذرائع کیا ہیں، جو کمیٹی اور چیئرمین بنایا جاتا ہے ان کے اخراجات کیا ہیں اور ان کے فرائض کیا ہیں؟

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ کے سوال سے پہلے میں ایک سوال دونوں طرف سے کر لوں کیونکہ حکومت کی طرف سے لاء منسٹر صاحب بیٹھے ہیں اور قائد حزب اختلاف بھی موجود ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ ان کی طرف سے بھی assurance آجائے جو بات میں نے شروع میں کی ہے۔ جی، قائد حزب اختلاف صاحب!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے طلب فرمایا تھا جس پر میں حاضر ہوا تھا۔ آپ نے شروع میں جو ارشاد فرمایا میں اُس سے بالکل متفق ہوں اور یہ تمام باتیں already ہو چکی ہیں لیکن اُدھر یہ بات بھی ہوئی تھی کہ ذاتیات پر personal attacks بھی نہیں ہوں گے۔

جناب سپیکر: جی، درست ہے، یہ بات بھی ہماری ہوئی ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں اپنی طرف سے اور اپنے معزز ممبران کی طرف سے اور میں نے معزز ممبران کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کیونکہ ہم خاتون اور مرد ممبر ہونے میں تخصیص نہیں کرتے اور ہم انہیں پورے ممبران کے طور پر لیتے ہیں اس لئے میں اپنے ممبران کی طرف سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ قیادت پر کوئی بات نہیں کی جائے گی جو میں آپ کو اپنی طرف سے یقین دلاتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

دوسری بات یہ ہے کہ ذاتیات پر نہیں آیا جائے گا، اگر کوئی آیا تو اُس وقت تک ہم اس کی نشاندہی کریں گے جب تک اُس کو واپس نہ لیا جائے۔ اگر ہماری طرف سے کوئی جذباتی یا heat up the affairs میں بات ہو جائے گی اور جس کی نشاندہی کر دی جائے گی تو ہم بھی اُس کے بارے میں ویسا ہی respond کریں گے جس طرح دوسری طرف سے ہوتا ہے۔ میں آپ کے احکامات کی تعمیل کے لئے اس بات کو second کرتا ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ ہاؤس کو چلانے کے لئے بہت اچھے طریقے سے ہماری بات سنتے ہیں اور اس کی پذیرائی کرتے ہیں۔ میں پھر یہ گزارش کروں گا کہ issues کے اوپر جب ہمارے ممبران بات کرنا چاہتے ہوں تو میں آپ کی طرف سے بھی اور حکومتی پنجوں کی طرف سے بھی توقع رکھتا ہوں کہ وقت دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، issues پر بات ضرور ہونی چاہئے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جی، بالکل issues پر ہوگی۔ ہم آپ سے اس بارے میں بالکل متفق ہیں۔ بہت شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ملک اقبال احمد لنگڑیال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ملک اقبال احمد لنگڑیال: جناب سپیکر! جو باتیں آپ نے میٹنگ کے حوالے سے کی ہیں جس کی قائد حزب اختلاف نے تائید بھی کی ہے لیکن کورم point out کرنا حزب اختلاف کا حق ہے۔

جناب سپیکر: نہیں۔ وہ وقفہ سوالات میں نہیں ہوگا۔

ملک اقبال احمد لنگڑیال: یہ بات نہیں ہے۔ میرا ایک valid point ہے کہ اگر آپ حزب اختلاف سے یہ بھی حق چھین لیتے ہیں تو پھر اگر ہاؤس میں کوئی ممبر بھی نہیں ہوگا تو ہاؤس چلاتے رہیں گے۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔

ملک اقبال احمد لنگڑیال: جناب سپیکر! بے شک آپ کی میٹنگ ہوئی ہے لیکن کم از کم میں اس سے متفق نہیں ہوں۔

جناب سپیکر: بہت مہربانی۔ جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائشاہ اللہ خان): جناب سپیکر! آپ نے جو فرمایا اور اس کے بعد قائد حزب اختلاف نے جس طرح سے تائید کی ہے یقیناً یہ بات درست ہے کہ آپ کے چیئرمین میں بیٹھ کر تمام پارٹیوں کے معزز پارلیمانی لیڈران کے درمیان یہ طے ہوا ہے جس طرح سے آپ نے فرمایا ہے۔ ساتھ آپ کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ اگر کوئی بھی اس کی violation کرے تو آپ اُس کو روکیں اور اس سلسلے میں ہماری طرف سے بھی اور دوسری طرف سے بھی آپ کے ساتھ پورا co-operate کیا جائے گا۔ میں اپنی طرف سے بھی اور اپنے حکومتی بچوں کے ممبران کی طرف سے بھی آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس ہاؤس کو بہتر طور پر چلانے، اس ہاؤس کی عزت کے لئے اور democratic system کو مزید بہتر انداز سے آگے بڑھانے کے لئے ہماری طرف سے آپ کے ساتھ مکمل تعاون کیا جائے گا۔ بہت شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، آپ دونوں حضرات کا بہت شکریہ

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں ایک چھوٹی سی وضاحت نہایت ادب کے ساتھ جناب کے حضور پیش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بہت ہی معزز اور سینئر ساتھی لنگڑیال صاحب نے جو ارشاد فرمایا ہے اس میں تھوڑی سی غلط فہمی ہو گئی تھی۔ کورم point out کرنا صرف سوالات کی حد تک ہے۔ چونکہ سوالات میں سب کا اور زیادہ تر حزب اختلاف کا حصہ ہوتا ہے لہذا وقفہ سوالات میں کوئی بھی کورم point out نہیں کرے گا۔ اس کے بعد کورم point out کرنا ہمارا حق ہے اور اس پر ہمارا کوئی compromise نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: جی، وہ تو آپ کا حق ہے۔ منسٹر صاحب! شاہ صاحب کا آپ نے ضمنی سوال سن لیا ہے؟ سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اتنی دیر ہو گئی ہے، اب شاید وہ بھول گئے ہوں۔ میں سوال دوبارہ کر لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، آپ نے کہا ہے کہ چیئرمین کس طرح بنایا جاتا ہے اور اس کا criteria کیا ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! بنایا نہیں جاتا۔ میں تو پوچھ رہا ہوں کہ اُس کو منتخب کرنے کا طریق کار کیا ہے؟ بنانا تو اللہ نے ہوتا ہے اور سب کو پتا ہے کہ کیسے بنتا ہے، میں نے نامزد کرنے کا طریق کار پوچھا ہے؟

جناب سپیکر: وہ آپ کو وہی بتا رہے ہیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میرے پاس Market Committees

Ordinance 1978 ہے اس کے rule 12 میں provision ہے جسے میں پڑھ دیتا ہوں۔

Election of Chairman and Vice Chairman:

Every Market Committee shall elect from amongst

its member its Chairman and vice Chairman.

Provided that a member who is not a grower shall

not be eligible for election as Chairman.

یہ چیئرمین کے الیکشن کا طریق کار ہے جو میں نے پڑھ دیا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! وزیر صاحب اردو میں بتادیں۔

جناب سپیکر: آپ نے پڑھ تو لیا ہے لیکن آپ انہیں اردو میں بتادیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! وہ جانتے ہیں اور سمجھ گئے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ مجھے سمجھ نہیں آئی۔ (تمقے)

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! چیئرمین کے انتخاب کا طریق کار rule 12

میں ہے جس کے مطابق ممبران میں سے چیئرمین اور وائس چیئرمین منتخب ہوتے ہیں اور شرط یہ

ہے کہ چیئرمین grower ممبر ہوگا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرا پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ انہیں نامزد کون کرتا ہے؟

جناب سپیکر: شاہ صاحب! نامزد نہیں کرتے بلکہ الیکشن ہوتا ہے۔ جی، منسٹر صاحب!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی ایک پینل تشکیل دیتا

ہے۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! وزیر موصوف کو میں شاید سمجھا نہیں سکا اور میری عرض کرنے کا مقصد ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ انتخاب ہوتا ہے تو اس کا ریٹرننگ آفیسر کون ہوتا ہے، کس کے پاس کاغذات نامزدگی فائل ہوتے ہیں، اس کی اہلیت کیا ہوتی ہے اور اس پر حکومت کا خرچ کتنا ہوتا ہے، حکومت جنہیں facilitate کرنا چاہتی ہے تو وہ کس حد تک facilitate ہوتے ہیں، آج 09-2008 میں کتنے چیئر مینوں کی فہرست مجھے فراہم کی گئی ہے اور انہوں نے کیا کیا کام کئے ہیں؟۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کا سوال لمبا ہوتا جا رہا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! سوال لمبا نہیں بلکہ میں انہیں سمجھانے کے لئے مثال دے رہا ہوں۔ جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں اور اس سوال کا جواب پہلے آ لینی دیں۔ جی، منسٹر صاحب!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! شاہ صاحب کا سوال ہے کہ ضلع جھنگ کی مارکیٹ کمیٹیوں کے چیئر مین اور ممبران کے ناموں کی تفصیل بیان کریں۔ ابھی چیئر مین ہی نہیں کیونکہ پہلے والے ختم ہو گئے اور اب ایڈمنسٹریٹرز مقرر ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: وہ الیکشن کے طریق کار کے متعلق پوچھ رہے ہیں، کون انہیں preside کرتا ہے اور Presiding Officer کون ہوتا ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! ضلع کونسل ان کا انتخاب کرتی ہے اور پینل کی تعداد میں دگنا ہوتے ہیں اور اے کلاس مارکیٹ کمیٹی۔۔۔

جناب سپیکر: پینل دیتے ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جی، ضلع کونسل پینل دیتی ہے اور اے کلاس کی مارکیٹ کمیٹی کے 17 ممبر ہوتے ہیں جن میں سے ایک چیئر مین منتخب ہوتا ہے اور بی کلاس مارکیٹ کمیٹی کے 9 ممبران ہوتے ہیں جن میں سے ایک چیئر مین ہوتا ہے۔ یہ ان کی composition ہے اور ضلع کونسل انہیں منتخب کرتی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! منسٹر صاحب فرما رہے ہیں کہ انہوں نے نام پوچھے ہیں تو میں نے ان سے کوئی اعداد و شمار نہیں پوچھے بلکہ یہ تو بڑا سادہ سا سوال ہے اور وہ وزیر ہیں تو محکمہ نے انہیں اتنی بریفنگ دی ہوگی تو چلیں یہ چیئر مین کے فرائض ہی بتادیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! مارکیٹ کمیٹی کے ذمہ rule میں یہ provision ہے کہ وہ کون کون سے ٹیکس عائد کرتے ہیں اور کس طرح سے collection ہوتی ہے جس کے مطابق اخراجات ہوتے ہیں اور ڈویلپمنٹ کرتے ہیں جس میں سیوریج، سٹریٹ لائٹس اور سولنگ وغیرہ ہے یعنی جب مارکیٹ کمیٹی establish ہو جاتی ہے تو چیئر مین اس کا انچارج ہوتا ہے اور سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی اس کا بجٹ بناتا ہے اور بجٹ کے مطابق اخراجات ہوتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! چیئر مین ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کر سکتا۔ ان سے پوچھ لیں کہ وہ کر سکتا ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! چیئر مین کے پاس اخراجات کرنے کا اختیار موجود ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! چیئر مین کو محکمہ گاڑی بھی دیتا ہے، دفتر بھی دیتا ہے جہاں اے سی بھی لگا ہوتا ہے، آٹھ دس ملازم بھی دے دیتا ہے، سبزیاں اور پھل بھی وہ مفت کھاتا ہے اور کھسٹو ترین بندہ چیئر مین مارکیٹ کمیٹی ہوتا ہے۔ اگر اس نے ایک روپیہ بھی sanction کروانا ہے اور اپنے دفتر میں ایک گلاس بھی خریدنا ہے تو اس نے سیکرٹری کو لکھنا ہے اور سیکرٹری صاحب اگر اجازت دیں گے تو اس نے وہ خریدنا ہے۔

جناب سپیکر: سیکرٹری سے آپ کی مراد کیا ہے یعنی کون سے سیکرٹری، سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! وہ سیکرٹری بہت بڑی چیز ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! کون سے سیکرٹری کیونکہ ایک تو مارکیٹ کمیٹی کے سیکرٹری ہوتے ہیں اور دوسرے محکمہ کے سیکرٹری تو آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں ان سیکرٹریوں کی بات کر رہا ہوں جو اپنی ایمانداری کا صلہ عوام سے وصول کرتے ہیں کہ ہم ایماندار ہیں اور ہماری اطاعت کرنا اور ہمارے حکموں پر چلنا تمہارا فرض ہے۔ جن کے بچوں کے لئے علیحدہ گاڑیاں ہوتی ہیں، جن کی میم صاحب کے لئے علیحدہ گاڑی ہوتی ہے اور صاحب کے لئے علیحدہ گاڑی ہوتی ہے۔ میں اس سیکرٹری کی بات کر رہا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! کیا یہ بات اسی طرح ہے جیسے شاہ صاحب فرما رہے ہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرے پاس ثبوت پڑے ہیں جو میں لا کر دیتا ہوں۔ میری مارکیٹ کمیٹی سے خط و کتابت ہوتی رہی ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! پورے پنجاب میں مارکیٹ کمیٹیاں موجود ہیں اور وہاں پر کاروبار جاری ہے۔ پہلے کاشتکاروں کی پیداوار کو کوئی تحفظ نہیں تھا اور اب باقاعدہ open auction ہوتی ہے اور وہاں مارکیٹ میں کاشتکار اپنی سبزی اور فروٹ لاتے ہیں۔ یہ مارکیٹ کمیٹیاں کاشتکاروں کو protect کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں اور وہاں ایک طریق کار کے مطابق ایک روپیہ فی کونٹنل مارکیٹ فیس مقرر ہے اور آڑھتوں کے لئے لائسنس فیس پانچ سو روپے مقرر ہے۔ یہ collection ہوتی ہے اور اس کے مطابق۔۔۔

جناب سپیکر: آپ collection کی بات چھوڑیں۔ وہ جو بات پوچھ رہے ہیں وہ آپ بھی نہیں بتا رہے کیونکہ وہ پوچھ رہے ہیں کہ چیئر مین مارکیٹ کمیٹی پنجاب کے سیکرٹریوں کی مرضی کے بغیر ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کر سکتے۔ کیا یہ درست ہے یا غلط؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! یہ غلط ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! وزیر موصوف مان لیں کیونکہ میں نے کچھ کر لینا ہے، پچھلے دو سالوں کے دوران میں نے کسی وزیر کو کچھ کہا ہے اور میں نے کوئی explanation call کر لینی ہے؟ یہ مان لیں کہ چیئر مین کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے۔

جناب سپیکر: انہوں نے کہا ہے کہ آپ کی بات درست نہیں ہے، جو آپ کہہ رہے ہیں کہ سیکرٹری کی مرضی کی بغیر وہ ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کر سکتے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! نہیں کر سکتے اور میں وہ خط و کتابت ایوان میں پیش کر دیتا ہوں جس پر انہوں نے اجازت مانگی ہے کہ ہم یہ چیز خریدنا چاہتے ہیں اگر آپ حکم دیں تو خرید لیں۔ ہم یہ کر سکی خریدنا چاہتے ہیں اور ہم منڈیوں میں اپنی اجناس لانے والے کاشتکاروں کے لئے وائر کولر خریدنا چاہتے ہیں۔ اگر میں یہ خط و کتابت ثابت کر دوں تو پھر وزیر صاحب اس بات پر مان جائیں گے؟ یہ ویسے ہی مان جائیں کہ انہیں کوئی اختیار نہیں ہے۔ اگر اب وزیروں کے اختیار نہیں ہیں تو چیئر مین کی تو اوقات ہی کوئی نہیں ہے۔۔۔

جناب سپیکر: کون کتنا ہے اور آپ نے یہ بات کیسے کہہ دی؟۔ وزیروں کو اپنے اپنے محکموں کے مکمل اختیارات ہیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! مارکیٹ کمیٹیاں خود مختار ہوتی ہیں اور ان کا الگ الگ چیئرمین ہوتا ہے جو اخراجات کر سکتے ہیں لیکن پچھلے دور میں جب کرپشن عام ہو گئی تھی اور وہاں پر بڑی بد عنوانی تھی تو چیئرمینوں کو ختم کر کے سول ایڈمنسٹریٹرز تعینات کئے گئے تھے اور اب انہیں ہٹا کر سرکاری ایڈمنسٹریٹرز مقرر کئے گئے ہیں۔ اس پر ban ہے تاکہ ضروری اخراجات کے پیسے misuse نہ ہوں۔ جب چیئرمین منتخب ہو کر آئیں گے تو پھر وہ اپنا بجٹ خرچ کر سکیں گے۔

رانا محمد افضل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! آج کے ایجنڈے میں بہت سے اہم سوالات ہیں۔ اس سوال میں صرف ناموں کا پوچھا گیا تھا تو ضمنی سوال یہ بنتا تھا کہ ان کی ولدیت بھی بتادیں تو میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ اگر کوئی معزز ممبر پوچھنا چاہتا ہے وہ جز بتائے کہ کس جز کے متعلق سوال پوچھ رہا ہے کیونکہ ہمارے بھی سوال اس میں شامل ہیں تو اس طرح ان کی باری نہیں آئے گی۔

جناب سپیکر: رانا صاحب کی بات بالکل درست ہے۔

ملک محمد اقبال خان لنگڑیال: ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ملک محمد اقبال خان لنگڑیال: شکریہ۔ جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ مارکیٹ کمیٹیوں کے ممبران اور چیئرمین کا انتخاب کب کروائیں گے یا ایسے ہی کام چلتا رہے گا کیونکہ ابھی تو وہاں پر ایڈمنسٹریٹرز تعینات ہیں؟

جناب سپیکر: لنگڑیال صاحب! اس سوال کے ساتھ آپ کی بات کی relevancy بنتی ہے؟

ملک محمد اقبال خان لنگڑیال: یقیناً بنتی ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! لوکل گورنمنٹ کے الیکشن کے بعد باقاعدہ چیئرمین منتخب کئے جائیں گے کیونکہ ابھی لوکل گورنمنٹ کے الیکشن ہونے ہیں۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ ابھی لوکل گورنمنٹ کے الیکشن ہونے ہیں اس لئے اس کے بعد یہ ہوں گے۔ اگلا سوال سید حسن مرتضیٰ صاحب کا ہے۔ جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرے سوال کا نمبر 133 ہے اور اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

2005 پنجاب سیڈ کارپوریشن میں بھرتی ہونے والے

ملازمین کی تعداد و دیگر تفصیل

*133: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

پنجاب سیڈ کارپوریشن میں کتنی اسامیاں کتنے عرصہ سے خالی پڑی ہیں، نیز یکم جنوری 2005 سے آج تک کل کتنی اسامیوں پر کن کن افراد کو کس کس پوسٹ پر بھرتی کیا گیا ان کے نام تعلیمی قابلیت عمدہ اور تاریخ بھرتی کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

پنجاب سیڈ کارپوریشن میں اس وقت جو اسامیاں خالی ہیں ان کی تفصیل تہہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے نیز یکم جنوری 2005 سے لے کر پنجاب سیڈ کارپوریشن میں اب تک جن افراد کی کنٹریکٹ پر بھرتی کی گئی ہے ان کی تعداد 82 ہے جن کے نام، تعلیمی قابلیت، عمدہ اور تاریخ بھرتی کی تفصیل تہہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! contract پر بھرتی کرنے کی وجوہات کیا ہیں، کیا یہ بھرتیوں سے قبل اخبار میں اشتہار دیا گیا تھا، اگر نہیں دیا گیا تھا تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! بھرتیوں کے لئے باقاعدہ اشتہار دیا گیا تھا اور جو contract policy تھی اس کے مطابق بھرتیاں کی گئی ہیں۔ یہ بھرتیاں میرٹ پر کی گئی ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کر سکتا ہوں؟

جناب سپیکر: جی، بولیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے ان سے پوچھا تھا کہ اخبار میں اشتہار آیا تھا، یہ اخبار کب کا تھا، کس تاریخ کا تھا، یہ کون سا اخبار تھا اور یہ بھی بتادیں کہ پچھلے دس سالوں کے دوران سید کارپوریشن نے کون کون سا نیا ج متعارف کروایا ہے؟

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: چلیں، رہنے دیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! چلیں، رہنے دیں۔ میں محترمہ کے جواب سے مطمئن ہو گیا ہوں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! یہ 19 فروری 2006 کا روزنامہ "خبریں" اخبار ہے جس میں یہ اشتہار چھپا ہے۔ اس کے مطابق advertise کر کے میرٹ پر بھرتیاں کی گئی ہیں۔

جناب سپیکر: اولکھ صاحب! وہ کہہ رہے ہیں کہ میں مطمئن ہو گیا ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ویسے تو میں مطمئن ہو گیا ہوں لیکن یہ بھرتیاں 2005 میں کی گئیں اور اشتہار 2006 میں دیا گیا۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! 2005 کے بعد 2006 ہی آتا ہے۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی شیر علی خان صاحب!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! سید کارپوریشن میں جو خالی اسامیاں ہیں اس کی لسٹ دی گئی ہے۔

چند اسامیوں کے بارے میں پوچھا گیا تھا کہ یہ کب سے خالی ہیں، ان کے آگے لکھا ہے کہ since

long۔ یہ اسٹنٹ مکینک، کارپینٹر کے آگے since long لکھا ہوا ہے۔ یہ بتادیں کہ since long

کا کیا مطلب ہے؟

جناب سپیکر: اس کا مطلب ہے عرصہ دراز سے۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں یہ لسٹ دیکھ رہا ہوں، جو اسامیاں fill کی گئی ہیں مجھے اس کے

اندر کچھ irregularities نظر آرہی ہیں۔ میں منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ایم بی اے

والے کو اکاؤنٹس کی جگہ کیوں لگا دیا گیا ہے جب کہ qualification ایم کام کی موجود ہے، کسی جگہ اکاؤنٹنگ میں ایم کام کے لوگوں کو لگا دیا گیا ہے، کسی جگہ اسی اسامی کو fill کرنے کے لئے ایم بی اے (فنانس) کو لگا دیا گیا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ انہوں نے ان irregularities کا نوٹس کب تک لینا ہے اور ان کی اس پر کیا پالیسی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میرے پاس میرٹ کی پوری فہرست موجود ہے اجلاس کے بعد میں ان کو دکھا دوں گا اور ان کو satisfy بھی کر دوں گا۔

جناب سپیکر: یہ آپ نے بھرتیاں کی ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! یہ بھرتیاں 2006 میں ہم سے پہلے کی ہوئی ہیں۔

جناب سپیکر: یہ بھرتیاں آپ سے پہلے ہوئی ہیں اور جو اس میں irregularities ہوئی ہیں کیا اس پر آپ ایکشن لیں گے؟

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! انہوں نے پچھلے دو سالوں میں کیا ایکشن لیا ہے اور یہ کب ایکشن لیں گے، میں تو صرف ان سے یہ جواب پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ کیا دو سالوں میں کوئی irregularities نہیں ہوئیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میرے بھائی نے میرٹ لسٹ دیکھی نہیں ہے۔ میرے پاس detail موجود ہے اس میں 20 نمبر انٹرویو کے ہیں اور 80 نمبر qualification کے ہیں۔ میرے پاس لسٹ موجود ہے اس میں ان کی qualification موجود ہے وہ یہ دیکھ سکتے ہیں۔ اس میں یہی بتایا گیا ہے کہ میرٹ پر بھرتیاں ہوئی ہیں میں ان کو اجلاس کے بعد چیک کرادوں گا۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں شکر یہ ادا کروں گا کہ انہوں نے مان لیا ہے کہ جو 2006 میں بھرتیاں ہوئی ہیں ان میں کوئی irregularities نہیں ہوئیں اس لئے انہوں نے اس پر کوئی ایکشن نہیں لیا۔

جناب سپیکر: نہیں، انہوں نے یہ بات نہیں کی۔ اگلا سوال چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) کا ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 876 ہے۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

حکومت پنجاب کی زرعی پالیسی و دیگر تفصیلات

*876: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) حکومت پنجاب کی زرعی پالیسی کیا ہے، کب اور کس نے بنائی، اس کی ترجیحات اور اہداف کیا ہیں؟

(ب) صوبہ پنجاب کی فصلات گندم، کپاس، گنا، چاول، آلو، مکئی کے لئے کیا اہداف مقرر کئے گئے ہیں، ان اہداف کو مقرر کرنے کے لئے کیا طریق کار ہے اور ان کے حصول میں کون کون سے عوامل اور محکمہ زراعت کا کردار کیا ہے۔ ان کی پیداوار، لاگت اور فروخت کے لئے کیا اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں، اس میں اسمبلی ممبران کی مشاورت کہاں کہاں تک حاصل کی گئی ہے، کیا زرعی پالیسی اور دیگر معاملات اسمبلی میں پیش کئے جائیں گے؟

(ج) صوبہ پنجاب میں سبزیوں اور دالوں کی پیداوار اور ایکسپورٹ کے لئے کیا پالیسی بنائی گئی ہے اور کب اور کس نے بنائی ہے، اس کے اہداف اور آئندہ کے لئے کیا طریق کار وضع کیا گیا ہے؟

(د) کیا یہ درست ہے کہ سبزیوں، پھلوں اور پھولوں کی پیداوار کے لئے حکومتی سطح پر کوئی پالیسی یا منصوبہ سازی نہ ہے اور انہیں ایکسپورٹ کرنے کے لئے حکومتی سطح پر انتظامات یا سہولیات مہیا نہ کی جا رہی ہیں، اگر فنڈز یا سہولیات مہیا کی گئی ہیں، اس کی تفصیلات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) حکومت پنجاب کی زرعی پالیسی زراعت دوست پالیسی ہے حکومت کی کوشش ہے کہ کسان کو کم لاگت پر زیادہ پیداوار حاصل ہو تاکہ نہ صرف صوبہ کی اپنی خوراک کی ضروریات پوری ہوں بلکہ وہ دوسرے صوبوں کی ضروریات کا بھی کفیل بنے اور ملکی ضروریات کے علاوہ زرعی اجناس دوسرے ملکوں کو برآمد کرنے کے قابل ہو جائے۔ اس سے نہ صرف کسان خوشحال ہو گا بلکہ پورے ملک معاشی استحصال سے باہر نکل آئے گا اور اپنی

خوراک کی ضروریات پوری کر کے ہی ہم دنیا میں عزت و آبرو والا مقام حاصل کر سکیں گے۔ پنجاب محاورہ ”جیندے گھر دانے اوہندے کلمے وی سیانے“ پنجاب حکومت کی زرعی پالیسی ”اپنا گاؤ اپنا کھاؤ“ کی پالیسی ہے اور اس کی ترجیحات میں زراعت کو بنیاد بنا کر تمام میدانوں میں ترقی کرنا ہے اور عوام خصوصاً گسان کا معیاری زندگی بلند کرنا ہے۔ وفاقی حکومت کی فیڈرل کمیٹی آف ایگریکلچر ہر سال نئی پالیسی وضع کرتی ہے اور صوبوں کو فصلوں کی کاشت اور پیداوار کے اہداف تفویض کرتی ہے۔

(ب) صوبہ پنجاب کی فصلات گندم، کپاس، گنا، چاول، آلو اور مکئی کے رقبہ و پیداوار کے اہداف برائے 2008-09 مندرجہ ذیل ہیں:

اہداف برائے 2008-09

نمبر شمار	نام فصل	رقبہ (ہزار ایکڑ)	پیداوار (ہزار ٹن / گانٹھ)	پیداوار فی ایکڑ (من)
1-	گندم (2007-08)	15896	18500	31.2
2-	کپاس	6227	11000	24.15 پھٹی
3-	گنا	1730	37940	588.00
4-	چاول	4309	3288.80	34.00 دھان
5-	آلو (2007-08)	298.85	2317.8	207.7
6-	مکئی	1309.7	2539.0	52 من

وفاقی کمیٹی برائے زراعت ہر سال اپنی پالیسی مرتب کرتی ہے اور صوبوں کو رقبہ اور پیداوار کے اہداف تفویض کرتی ہے۔ ان اہداف کو مقرر کرتے وقت گزشتہ سال کی فصل کی نوعیت، پانی کی کمی بیشی اور ملکی برآمدی اور آمدی ضروریات کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ ان اہداف کے حصول کے لئے ان کو ضلع، تحصیل، مرکز اور یونین کو نسل سطح پر تقسیم کیا جاتا ہے اور ہر ضلعی آفیسر کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ ان اہداف کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کرے اس مقصد کے لئے محکمہ زراعت کا عملہ پوری تندہی سے کام کر رہا ہوتا ہے اور کاشتکاروں کو جن امور کی ضروریات ہوتی ہیں ان کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مثلاً دستیاب نہری پانی کو فصلوں کے اہداف کے لحاظ سے علاقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور پانی کم ہونے کی صورت میں صرف انتہائی ضرورت کے اوقات میں مہیا کیا جاتا ہے باقی زرعی مداخلت مثلاً معیاری بیج، پنجاب سید کارپوریشن اور پرائیویٹ سید کمپنیوں کے توسط سے کسانوں کو مہیا کیا جاتا ہے جبکہ کاشتکاروں کا اپنا کھا ہوائی گریڈز بھی گریڈ کرنے کے لئے

مرکز کی سطح پر سیڈ گریڈ مہیا کئے گئے ہیں۔ کھادوں اور زرعی زہروں کی خالص حالت میں کاشتکاروں تک رسائی کے لئے محکمہ زراعت نے مانیٹرنگ کا طریقہ اپنایا ہوا ہے۔ کاشتکاروں کو زیادہ پیداوار کے حصول کے لئے جدید ٹیکنالوجی پر مشتمل عملی و عملی تربیت کا اہتمام ان کے گھر کی دہلیز پر ہی مہیا کیا جاتا ہے۔ کاشتکاروں کی پیداواری لاگت کم کرنے کے لئے حکومت نے کئی اقدامات کئے ہیں مثلاً تمام زرعی مداخل پر جی ایس ٹی میں چھوٹ دے دی گئی ہے حکومت نے فاسفورسی کھادوں کی قیمت میں 1000 روپے فی بوری سبسڈی کا اعلان کیا ہے جبکہ دوسری کھادوں کی قیمتوں کو بھی کنٹرول کرنے کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں اس سے پیداواری لاگت کم ہوگی۔ حکومت نے گندم کی خرید کے لئے وسیع بندوبست کر رکھا ہے جبکہ دوسری فصلات مثلاً کپاس، چاول اور دوسری بڑی فصلات کی بہتر قیمتوں کی وجہ سے ان کی فروخت کا فی الوقت کوئی مسئلہ نہیں۔ حکومت نے زرعی پالیسی کو بہتر انداز میں چلانے کے لئے عوامی نمائندگان کا ایک ورکنگ گروپ بنایا ہوا ہے جس میں کل 15 ارکان صوبائی اسمبلی پنجاب موجود ہیں اور تمام منصوبے سکیمیں اور دیگر کام ان کی مہارت سے چل رہے ہیں۔ زرعی پالیسی اور دیگر معاملات حسب ضرورت اسمبلی میں پیش کئے جاتے ہیں اور آئندہ بھی پیش کئے جائیں گے۔

(ج) حکومت نے سبزیوں کی پیداوار بڑھانے کے لئے ایک منصوبہ ”سبزیوں کی پیداوار کے لئے ٹنل ٹیکنالوجی کا فروغ“ چلایا ہے۔ جس پر 550.87 ملین روپے لاگت آئے گی۔ یہ منصوبہ پورے پنجاب میں شروع کیا گیا ہے اور اس میں کاشتکاروں کو معمول کے وقت سے پہلے / سبزیوں کی برداشت اور مارکیٹ میں ان کی دستیابی کو یقینی بنانے کے لئے ٹنل فراہم کئے جائیں گے اور ہینڈ سپر سیر بھی دیئے جائیں گے۔ سبزیوں اور پھلوں کے بروقت برآمد کے لئے علامہ اقبال ایئرپورٹ پر سپیشل کارگو سروس مہیا کی جا رہی ہے جس سے سبزیوں اور پھلوں کی برآمد میں آسانی ہو جائے گی۔ اسی طرح بارانی علاقہ جات یعنی راولپنڈی، اٹک، جہلم اور چکوال میں 5 ملین روپے لاگت سے مسور کی کاشت کے فروغ کے لئے منصوبہ شروع کیا گیا ہے تاہم اس سے

بارانی علاقوں میں مسور کی کاشت کو بڑھایا جائے گا۔ دالوں اور سبزیات کی فروغ کے لئے محکمہ زراعت نے ایک ٹاسک فورس بھی تشکیل دی ہے۔

(د) یہ درست نہ ہے کہ سبزیوں، پھلوں اور پھولوں کے لئے حکومت کے پاس کوئی پالیسی یا منصوبہ نہ ہے۔ حکومت نے پہلے ہی پھلوں اور سبزیوں کی پیداوار بڑھانے کا منصوبہ ”پھلوں اور سبزیوں کی ترویج کا ترقیاتی منصوبہ“ شروع کر رکھا ہے جبکہ سبزیوں کی کاشت کو مزید فروغ دینے کے لئے ایک علیحدہ منصوبہ ”سبزیوں کی پیداوار کے لئے ٹیل ٹیکنالوجی کا فروغ“ بھی شروع کیا جا رہا ہے۔ سبزیوں اور پھلوں کی بین الاقوامی تجارت کے لئے حکومت کی طرف سے ائیر پورٹس کارگو سروس مہیا کی جا رہی ہے جس سے سبزیوں اور پھلوں کی برآمد آسان ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! سوال تھا کہ ”حکومت پنجاب کی زرعی پالیسی کیا ہے، کب اور کس نے بنائی اس کی ترجیحات اور اہداف کیا ہیں؟“۔۔۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! چودھری جاوید احمد صاحب جو سوال پڑھ رہے ہیں اس کے جواب میں لکھا ہوا ہے کہ اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: جواب موصول ہو چکا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! نہیں لکھا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: جواب موصول ہو چکا ہے، پیچھے لکھا ہوا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! تو پھر ان کا پیوں پر کیوں نہیں لکھا ہوا ہے؟ یہی تو میرا پوائنٹ ہے۔

جناب سپیکر: جواب آچکا ہے۔ اس کا پی کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ آپ پڑھ لیں۔ جی، چودھری صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرے سوال کو detract کیا جا رہا ہے۔ میرا سوال یہ تھا کہ حکومت پنجاب کی زرعی پالیسی کیا ہے، کب اور کس نے بنائی، اس کی ترجیحات اور اہداف کیا

ہیں، اس کے جواب میں صرف ایک پنجابی کا محاورہ لکھ دیا ہے کہ "جمدے گھر دانے اوہدے کملے وی سیانے۔" کیا یہ میرے سوال کا جواب ہے، اس میں بتایا جا رہا ہے کہ Federal Committee on Agriculture پالیسی بناتی ہے، اس کی constituents کون سی ہیں اور میں نے حکومت پنجاب کی پالیسی پوچھی ہے اگر ان کے پاس حکومت پنجاب کی زرعی پالیسی نہیں ہے تو بتائیں، اگر ہے تو کب بنائی، کس نے بنائی، اس کے اہداف و ترجیحات کیا ہیں اور اس کا لائحہ عمل کیا ہوگا؟ میرے سوال (الف) کا جواب نہیں آیا۔

جناب سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! اس میں وضاحت سے جواب دیا گیا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ ---

جناب سپیکر: اولکھ صاحب! پہلے تو آپ میری بات غور سے سن لیں۔ آپ کے ٹکھے کے جو افراد in time جواب نہیں بھیجتے ان کا آپ پوری طرح سے action لیں۔ مجھے پتا ہے کہ اس میں ہماری ساری رات لگی ہے، میرا سارا دفتر ساری رات بیٹھا رہا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ 48 hours before اس کو پہنچنا چاہئے تھا ایسا کیوں نہیں ہوا؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! یہ جو دو سوال ہیں اس کی omission ہوئی ہے۔ فائل پر لکھا ہوا تھا کہ یہ withdraw ہو گئے ہیں۔ جب میں نے یہاں فرسٹ دیکھی تو میں نے فوری طور پر بلا کر جوابات تیار کروائے اور یہاں جوابات submit کروائے۔ اب omission ہو گئی ہے اور میں اب جواب طلبی کر رہا ہوں، جو متعلقہ آدمی ہوگا اس کے خلاف کارروائی ہوگی۔ ان کے سوال کا جواب یہ ہے کہ ایک Federal Committee on Agriculture بنی ہوئی ہے وہ وفاقی سطح پر پالیسی بناتی ہے، اہداف دیتی ہے اور صوبے اس پر عملدرآمد کرتے ہیں۔ جہاں تک میرے بھائی نے صوبے کا کہا کہ صوبے کی زرعی پالیسی کیا ہے؟ ابھی چیف منسٹر کے ایکشن نہیں ہوئے تھے اس وقت competent authority نے کمیٹی بنائی اور اسے working group کا نام دیا۔ میں working group کا چیئر مین تھا اس میں میرے پاس ایم پی اے صاحبان کی فرسٹ موجود ہے۔ اس میں یہی TORs تھے اور اس میں ٹاؤن ناظمین رکھنے تھے کہ زرعی پالیسی کیا ہونی چاہئے؟ اس میں ایم پی اے صاحبان باقاعدہ شریک ہوتے رہے ان میں میاں محمد رفیق، ایم پی اے ٹوبہ ٹیک سنگھ،

میاں غلام رسول، ایم پی اے گوجرانوالہ، رانا طارق، ایم پی اے سیالکوٹ، جناب اولیس قاسم خان، ایم پی اے نارووال۔۔۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب والا! میں نے جز (الف) میں پوچھا ہے کہ وہ پالیسی کیا ہے؟

جناب سپیکر: اولکھ صاحب! وہ پوچھ رہے ہیں کہ پالیسی کیا ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں نے ایک بات شروع کی ہے وہ مکمل ہونے دیں، میں وہی جواب دے رہا ہوں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے agriculture پر ایک working group بنایا جس کا نام تھا Working Group Agriculture۔ میں ان کی composition بتا رہا ہوں کہ اس میں ایم پی اے صاحبان زرعی پالیسی بنانے کے لئے اس کے ممبران تھے، میں اسی کی تفصیل بتا رہا ہوں۔ ان ایم پی اے صاحبان میں میاں محمد رفیق، ایم پی اے، ٹوبہ ٹیک سنگھ، میاں غلام رسول، ایم پی اے، گوجرانوالہ، رانا طارق، ایم پی اے، سیالکوٹ، جناب اولیس قاسم خان، ایم پی اے، نارووال، جناب محمد آجاسم شریف، ایم پی اے لاہور، سردار شیر علی خان گورچانی، ایم پی اے، سید حسن مرتضیٰ، ایم پی اے، محترمہ شمیمہ اسلم ایم پی اے اور میاں محمد شفیق ایم پی اے لودھراں، اس میں ماہرین بھی تھے اس پر ایک کمیٹی تشکیل دی، اس کمیٹی نے لگاتار متعدد meetings کیں، meetings کے بعد ایک line of action تیار کی اور وہ submit کی گئی۔ اس کے مطابق یہ اہداف تھے کہ ایگریکلچر کو مشینی کاشت پر لایا جائے، پہلے بلڈوزر کا کامیہ -/1600 روپے فی گھنٹہ تھا، اس کے مطابق چیف منسٹر پنجاب نے -/560 روپے فی گھنٹہ کیا اور زمینوں کو ہموار کرنے کے لئے ایک ارب روپے کی subsidy دی گئی اور اس طرح بلڈوزر کے کم کرائے کی وجہ سے 30 ہزار ایکڑ زمین نئی نکلی ہے۔ دوسرا اس میں زراعت کو مشینی کاشت پر لانے کے لئے۔۔۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، ان کا مائیک کھولیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ جو باتیں کر رہے ہیں وہ پراجیکٹ کی باتیں کر رہے ہیں اور میرا سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جو اربوں روپیہ پنجاب کا استعمال ہو رہا ہے، ہر سال جو ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ کا بجٹ ہے وہ کس مقصد کے لئے ہے؟ کہنے کو تو یہ ہے کہ ہم زراعت کی ترقی چاہتے ہیں

لیکن زراعت کی ترقی کے لئے جو لائحہ عمل ہے وہ ہمیں clear ہونا چاہئے، ہمارے ہاؤس میں ہر وہ چیز آنی چاہئے اور یہاں سے پالیسی بنے کہ ہم کیا achieve کرنا چاہتے ہیں اور پنجاب کو کہاں پر لے کر جانا چاہتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ ہمارے ہاں مہمانہ طور پر کمی بیشی ہے تو یہ ہاؤس اس کو correct کر سکتا ہے تو اس بارے میں جب تک ہمیں ان لائنز اور لائحہ عمل کا پتا نہیں ہو گا تو ہم کیسے کریں گے؟

جناب سپیکر: جی، وہ بتا تو رہے ہیں، آپ ان کی بات سنیں اور ابھی تو ان کی بات مکمل نہیں ہوئی ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ وہ جو جواب دے رہے ہیں کچھ اور دے رہے ہیں اور یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ میں پالیسی پوچھ رہا ہوں اور وہ نام بتا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: Try to listen: جی، پالیسی میں وہ نام آگئے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! ضمنی سوال۔۔۔

جناب سپیکر: ان کی بات ذرا ہو لینے دیں۔ جی، منسٹر صاحب!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اکھ): جناب سپیکر! جب آپ زرعی پالیسی کہیں گے تو وہ ایک فقرے میں مکمل نہیں ہو سکتی اور مجھے اس پر بات کرنے دی جائے تو تب میں بتاؤں گا کہ زرعی پالیسی کیا بنائی ہوئی ہے، اگر میرے بھائی کہتے ہیں کہ میں وہ دو فقروں میں مکمل کر دوں تو زرعی پالیسی دو فقروں میں مکمل نہیں ہوتی۔ میں تفصیل بتا رہا ہوں اور وہ بار بار interrupt کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، interruption نہیں ہوگی، آپ پالیسی بتادیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اکھ): جناب سپیکر! میں بتا رہا ہوں کہ ہمارے اہداف یہ تھے کہ ہم نے فی ایکڑ پیداوار بڑھانی ہے، ہم نے ایگریکلچر کو نئے خطوط پر لانے کے لئے ٹیکنالوجی کو لا کر اس کو ترقی دینی ہے اس کے لئے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جو دو سالوں میں گرین ٹریکٹر سکیم پر 4۔ ارب روپے کی subsidy دی گئی ہے یہ اتنی substantial ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں اس سے پہلے اتنی بڑی subsidy چھوٹے کاشتکاروں کو کبھی نہیں دی گئی۔ اس سے جو زراعت پر impact بنتا ہے آپ دیکھیں گندم ایک کروڑ 85 لاکھ ٹن ہوئی ہے، پاکستان کی تاریخ میں اتنی بڑی گندم پہلے کبھی پیدا نہیں ہوئی اور اسی طرح سے جو چاول کی پیداوار 37 لاکھ ٹن ہوئی ہے اور پاکستان کی تاریخ میں پنجاب میں اتنا چاول کبھی نہیں ہوا تو اس میں جو intervention ہے، ایک ارب روپے کے زرعی آلات دیئے ہیں۔ یہ پالیسی ہے کہ زراعت کو مشینی کاشت پر لایا جائے، جدید ٹیکنالوجی کو یہاں پر لایا جائے اور جو

ہمارے پھل، سبزیاں یعنی fruit and vegetable project پر 64 کروڑ روپے دیئے گئے ہیں وہ ہم نے export کے لئے ایک پالیسی بنائی ہے، اس کے لئے گورنمنٹ کو لڈسٹورج بنا رہی ہے اور export کرنے کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ یہ زراعت long term ہے، short term نہیں ہے۔ ایک ارب روپے ریسرچ پر دیئے گئے ہیں اور 64 کروڑ روپے کے پراجیکٹ ریسرچ کے لئے الاٹ ہو گئے ہیں تو یہ کیونکہ long term ہے اس پر ٹائم لگے گا اور اس کا impact آنا شروع ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اپنے بھائی سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ پنجاب میں زرعی معیشت کا حجم کیا ہے؟ آخراں کا حجم 2، 4۔ ارب روپے ہے تو جس کے لئے 64 کروڑ روپے دے کر پنجاب میں کسانوں پر احسان کر رہے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ یہ اتنا بڑا ہے لیکن اگر اس کا حجم 100۔ ارب روپے سے زیادہ ہے بلکہ پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی زراعت ہے، وہ پنجاب کی زراعت ہے اور پنجاب کی زراعت کے لئے ہم جتنا بھی پیسا خرچ کریں وہ کم ہے لیکن پیسا خرچ کرنے کا لائحہ عمل بننا چاہئے کہ کس کس مد میں، کس کس طریقے سے اس کے لئے یہاں پر thrash out ہونا چاہئے۔ یہ کون سے آفیسرز ہیں اور ممبرز ہیں جن کے ساتھ یہ ترجیحات بنا رہے ہیں اور ان کے ٹارگٹ کیا ہیں؟ Did they achieve those targets?

جناب سپیکر: جی، اولکھ صاحب!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میرے بھائی جس طرح بات کر رہے ہیں اس طرح بات نہیں ہے ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی بات ہے کہ زراعت short term نہیں ہے، لانگ ٹرم ہے۔ اس کے لئے ہم نے ایک framework بنایا ہے۔ میں انہیں بتا رہا ہوں اور اس میں یہی ہے کہ ہم نے vertical growth کرنی ہے horizontal نہیں کرنی۔ ہم نے تھوڑی زمین سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے جو اقدامات کئے ہیں اس کے لئے جو ٹیکنالوجی باہر سے لانی ہے وہ بائیو ٹیکنالوجی ہے، بائیو ٹیکنالوجی کے ذریعے بی ٹی کاٹن پر جتنا کام ان دو سالوں میں ہو چکا ہے اس سے پہلے پاکستان کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا ہے۔ یہاں پر ہم بائیو ٹیکنالوجی پر کام کر رہے ہیں، یہاں پر ہم نئے سیڈ تیار کر رہے ہیں اور اس میں جو پیشرفت ہوئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ بڑی

substantial ہے اور یہی ہماری زرعی پالیسی ہے۔ اس میں ہم export کے لئے بھی کام کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے پاس جو پھل اور سبزیاں ہیں یہ perishable crop ہے ان کی shelf life تھوڑی ہوتی ہے اور جلدی خراب ہو جاتی ہیں۔ اب یہاں لاہور میں ایک کولڈسٹوریج لگا ہے، ایک کولڈسٹوریج ملتان میں لگ رہا ہے، ایک کولڈسٹوریج رحیم یار خان میں لگ رہا ہے اور ایک کولڈسٹوریج بھلوال میں لگ رہا ہے۔ Citrus اور آم کو باہر ایکسپورٹ کر رہے ہیں۔ اس سال پہلی دفعہ آم جرمنی کو refer container اور CL storage کے ذریعے ایکسپورٹ کیا اور پہلی دفعہ ہم اپنے پھلوں کو international price market میں لے جا رہے ہیں اس کے لئے ہارٹیکلچر پالیسی بنائی، اس کے لئے fruits and vegetables project بنایا ہے اور اس کے لئے 64 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ اس کے بڑے اچھے رزلٹ ہیں اور میرے پاس ڈان اخبار پڑا ہے اس میں انہوں نے لکھا ہے اور میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔۔۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میری صرف آخری گزارش یہ ہے کہ ہماری زرعی پالیسی کے پنجاب کے لئے ٹارگٹ کیا ہیں اور ان کو achieve کرنے کا طریق کار کیا ہے؟ جناب سپیکر: وہ بتا رہے ہیں اور آپ سنتے نہیں تو پھر میں کیا کروں؟ اولکھ صاحب! وہ آپ سے ٹارگٹ کو achieve کرنے کا طریق کار پوچھ رہے ہیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! اس کے جواب میں تفصیل لکھی ہوئی ہے اور میں نے بتائی بھی ہے۔ میں عرض کروں گا کہ گزشتہ سال جب ہماری حکومت برسر اقتدار آئی اور بڑی مشکل سے ہم نے کاشتکار پر دباؤ ڈال کر گندم 25 لاکھ ٹن procure کی لیکن اس سال ہم نے جو گندم procure کی وہ 60 لاکھ ٹن ہے۔ ہمارے ٹارگٹ خود کفالت، اپنی اجناس اور لائیو سٹاک کو باہر ایکسپورٹ کرنا، زر مبادلہ کمانا اور اس کے لئے ہم نے 2.5 ارب روپیہ کا ٹارگٹ رکھا ہے۔ جناب سپیکر: اب آپ کو satisfy ہونا چاہئے۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ بھی ضمنی سوال کر لیں۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں وزیر موصوف صاحب سے یہ سوال کرنا چاہوں گا کہ سوال کیا گیا تھا کہ ”حکومت کی زرعی پالیسی کیا ہے“ اور اس کے جواب میں لکھا ہے کہ ”وفاقی حکومت کی فیڈرل

کمیٹی آف ایگریکلچر ہر سال نئی زرعی پالیسی وضع کرتی ہے۔، اگر پالیسی وفاقی حکومت نے بنانی ہے اور سوال کے جواب میں لکھا ہوا ہے کہ پالیسی وفاقی حکومت بناتی ہے تو ان کا محکمہ کیا کر رہا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ابھی انہوں نے لمبی تفصیل دی ہے کہ پالیسی یہ ہے، یہ نہیں ہے پھر یا تو یہ جواب یہاں غلط لکھا ہے یا ان کے محکمہ کے وجود کا کوئی جواز نہیں ہے اس پر مہربانی کر کے clarification دیجئے۔

جناب سپیکر: جی، اولکھ صاحب!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! انہوں نے پورا جواب نہیں پڑھا۔ وفاقی سطح پر پالیسی فیڈرل گورنمنٹ بناتی ہے اور صوبائی سطح پر صوبے بناتے ہیں۔ ایگریکلچر provincial subject ہے لیکن فیڈرل سطح پر بھی وفاقی حکومت پالیسی بناتی ہے اور اس میں وفاقی حکومت crops کے ٹارگٹ دیتی ہے۔ ہم ہر چھ ماہ بعد فیڈرل سطح پر meetings کرتے ہیں، وہ crops کے targets دیتے ہیں اور صوبے اس achieve targets کرتے ہیں۔ اس کے آگے یہاں لکھا ہوا ہے کہ Provincial Government جو صوبائی حکومت پنجاب ہے اس نے کیا کیا ہے اور ان کے کیا اہداف ہیں تو میں نے وہ بتایا ہے کہ چیف منسٹر صاحب نے کمیٹی بنائی ہے اور انہوں نے T.O.R بنا دیئے ہیں اس کے مطابق ہم نے priorities بنائی ہیں اور اس کے مطابق عملدرآمد ہو رہا ہے۔ اسی طرح مشینری کاشت پر زراعت کو لانا ہے اور باہر سے بائیو ٹیکنالوجی لانی ہے، بی ٹی کاٹن اور بیماری کے خلاف diseases free nurseries تیار کرنی ہیں اور سب کچھ تفصیل میں لکھا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: جی، ہراج صاحب!

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! انہوں نے مجھے کہا ہے کہ اس سوال کا جواب پوری طرح نہیں پڑھا تو میں اس کو پڑھ دیتا ہوں۔ لکھا ہے کہ ”وفاقی حکومت کی فیڈرل کمیٹی آف ایگریکلچر ہر سال نئی زرعی پالیسی وضع کرتی ہے اور صوبوں کو فصلوں کی کاشت اور پیداوار کے اہداف تفویض کرتی ہے۔“ میں منسٹر صاحب سے یہی گزارش کر رہا تھا کہ اگر پالیسی وفاقی حکومت بناتی ہے اور ان کو targets دیتی ہے تو یہ خود کیا کرتے ہیں؟ یہ جو کہہ رہے تھے کہ ہمارے targets ہیں وہ پھر کہاں سے آگئے، ان کا محکمہ کیوں exist کرتا ہے؟ اگر پالیسی انہوں نے نہیں بنانی، انہوں نے صرف وفاقی حکومت کی guidelines پر کام کرنا ہے تو ان کا محکمہ اور اس کی policy making framework کے exist کرنے کا جواز کیا ہے؟ شکریہ

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ ہم فیڈرل گورنمنٹ کو منع نہیں کر سکتے کہ وہ اس پر پالیسی نہ بنائیں۔ وہ وفاق ہے، وہ crops کے اہداف مقرر کرتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: یہ ان کو بھی پتا ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): میں نے بتایا ہے کہ چیف منسٹر پنجاب نے ایک ورکنگ گروپ بنایا ہے اس میں ہمارے کل پندرہ ایم پی ایز تھے۔ انہوں نے بیٹھ کر ایک پالیسی بنائی اس پر عملدرآمد ہو رہا ہے، اس کے تین مقاصد تھے فی ایکڑ پیداوار بڑھانا، خود کفالت اور نئی ٹیکنالوجی کو یہاں پر متعارف کروانا۔ چیف منسٹر پنجاب نے Turkey جا کر دو بڑے معاہدے کئے ہیں ایک hybrid seeds پر معاہدہ کیا ہے اور دوسرا معاہدہ انہوں نے Pressurize Irrigation پر کیا ہے۔ چائنا میں بھی Silver Land Company کے ساتھ BT cotton اور energy پر معاہدہ کیا ہے۔ ہم زراعت کو promote کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پہلے کبھی پنجاب کی تاریخ میں ایگریکلچر کے لئے اتنا کام نہیں ہوا جتنا ان دو سالوں میں ہوا ہے۔

جناب سپیکر: جی، شاباش۔

DR SAMIA AMJAD: Mr. Speaker! Supplementary question.

MR. SPEAKER: No supplementary. No supplementary on this question. Next Question.

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جزی (ب) کو پڑھا نہیں گیا۔ جزی (ب) میں دیئے

گئے جواب سے I'm not satisfied.

جناب سپیکر: جزی (ب) میں کیا نہیں پڑھا گیا؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ایک تو ڈیڑھ سال کے بعد مجھے جواب دیا جا رہا ہے۔ جزی (ب) کے جواب میں یہ 09-2008 کے اہداف بتا رہے ہیں۔ اب 10-2009 کی بھی فصلیں مکمل ہو گئی ہیں۔ دوسری بات اس میں یہ ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ جو پالیسی بناتی ہے کیا اس میں صوبائی مشاورت شامل ہے۔ کس سطح کی ہے، کیا اس میں elected representatives ہوتے ہیں یا فیسرز ہوتے ہیں؟

جناب سپیکر: وہ پوچھ رہے ہیں کہ فیڈرل گورنمنٹ جو پالیسی بناتی ہے اس میں پنجاب کو کون represent کرتا ہے، کیا آپ کرتے ہیں، منسٹر کرتے ہیں یا آپ کے سیکرٹری کرتے ہیں؟ وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! Rules of business میں لکھا ہوا ہے کہ “Secretary will assist the minister in policy matter.”

پالیسی حکومت بنا رہی ہے سیکرٹری صاحب ان کو assist کرتے ہیں اور implement کرتے ہیں۔ پالیسی جو موجودہ گورنمنٹ نے بنانی ہے جو political government ہے اس نے بنانی ہے۔ چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس میں ایک اور خطرناک بات لکھی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ “کپاس، چاول اور گنا یادوسری فصلات کی بہتر قیمتوں کی وجہ سے۔” جبکہ اس سال جب کپاس شروع ہوئی تو اس کی قیمتیں بھی اچھی نہ تھیں، چاول کا بھی جو حشر ہوا ہے وہ آپ کے سامنے ہے اور ہم کہہ رہے ہیں کہ ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں پلان کرنے کی ضرورت ہے۔ محکمہ زراعت کو گندم پر پلان کرنا چاہئے۔ پنجاب کے غریب کاشتکاروں کے ساتھ یہ ظلم ہے اس سلسلے میں اپنا لائحہ عمل بتائیں۔

جناب سپیکر: جب ایگریکلچر پر بحث ہو تب آپ اس میں حصہ لیں اور اپنی تجاویز پیش کریں۔ چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرے سوالوں کے جواب تو آنے دیں۔ وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! یہ سوالات نہیں کر رہے بلکہ speech کر رہے ہیں۔ وہ میرے ساتھ بیٹھیں تجاویز دیں۔ ہم ان کو شامل کریں گے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جز (د) میں ایکسپورٹ کے سلسلے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم یہ بھی کر رہے ہیں، وہ بھی کر رہے ہیں یہ ڈیڑھ سال پہلے کا سوال ہے۔ اب تک انہوں نے کتنی ایکسپورٹس کر لی ہیں، وہاں سے جو cargo facility ہے یہ ائیرپورٹس پر مہیا کر رہے ہیں؟ جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ جی، منسٹر صاحب جز (د) کا جواب دیں۔ وہ پوچھ رہے ہیں کہ آپ نے کتنی ایکسپورٹس کی ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! یہ کل کا “Dawn” اخبار ہے۔

جناب سپیکر: آپ جز (د) کا جواب دیں۔ اخبار کو چھوڑ دیں پلیز!۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! اسی بات کا جواب دے رہا ہوں۔ اخبار میں لکھا ہوا ہے کہ:

However, awareness at growers and exporters level has phenomenally increased, resulting in aggressive yet sensible and fruitful strategies, to handle and deal with their markets as well as the government to provide them favourable infrastructure and mould its policies.

جناب سپیکر: اس کو نہ پڑھیں۔ آپ جز (د) کا جواب دیں۔ سیدھی بات کریں۔ اخبار پر depend نہ کریں۔ جو آپ کا محکمہ ہے اس کے مطابق مجھے بتائیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ ہماری سالانہ ایکسپورٹ 9۔ ارب روپے کے قریب ہے۔ پھل اور سبزیوں میں ایک کوارٹر کی ایکسپورٹ 2.5۔ ارب روپے ہے۔ اب چار ماہ میں 5۔ ارب ساٹھ کروڑ کی ایکسپورٹ ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ 5۔ ارب ساٹھ کروڑ کی ایکسپورٹ ہوئی ہے۔ پھل اور سبزیوں کی ایکسپورٹ ہوئی ہے جو کہ پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ ہارٹیکلچر پالیسی میں ہے کہ اس کوارٹر میں اتنی ایکسپورٹ ہوئی ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! پنجاب میں سبزیوں اور پھلوں کے ایکسپورٹ سنٹرز کہاں کہاں بنا رہے ہیں؟

جناب سپیکر: اب چھوڑیں جی، اگلے سوال پر آئیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میرا supplementary question سُن لیں۔ بے شک جواب نہ دیں، سُن تو لیں۔

جناب سپیکر: جی، بتائیں ایکسپورٹ سنٹر کہاں پر بنا رہے ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! اگلے سوال میں جواب دوں گا۔ اس کا جواب اگلے سوال میں آ رہا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! پوزیشن کا بھی کوئی حق ہے۔

جناب سپیکر: جی، کیا لفظ غلط ہے؟

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! جز (الف) میں یہ لکھا ہے کہ پنجاب کی زرعی پالیسی "اپنا گاؤ، اپنا کھاؤ" کی پالیسی ہے۔ 1956 میں یہ انڈیا کی پالیسی تھی۔ ادھر بہت احتجاج ہوا تھا۔ اس میں صرف ایک لفظ غلط ہے۔ اس کی جگہ یہ ہونا چاہئے کہ "اپنا گاؤ، سب کو کھلاؤ"۔

جناب سپیکر: جی، آپ کی بات ٹھیک ہے۔ agreed اس کو amend کر لینا چاہئے۔ شاباش۔

DR. SAMIA AMJAD: Thank you Sir,

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب! آپ کا اگلا سوال ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں تو پہلے سے مطمئن نہیں ہوا۔ آپ اگلے کا نام لے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وہ ہو گیا، مکمل ہو گیا۔ آپ سوال نمبر بولیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! سوال نمبر 877 ہے۔ اس کو پڑھا جائے۔

جناب سپیکر: جی، کیا کیا جائے؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس کا جواب پڑھادیں۔

جناب سپیکر: پڑھانا چاہتے ہیں؟ دیکھیں، ٹائم بھی کم ہے۔ سوالات میں مناسب نہیں ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! I don't want to humiliate anyone.

anyone. میرے لئے سب انتہائی قابل احترام ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ میں اس ہاؤس کی بھی اور

ان آفیسرز کی بھی توجہ مبذول کروانا چاہ رہا ہوں کہ ہماری یہ اسمبلی نہ صرف پالیسیز بنا سکتی ہے بلکہ ان

کو مانیٹر بھی کر سکتی ہے۔ اس سے ہماری ورکنگ میں بہتری آئے گی، ہمارے ڈیپارٹمنٹس میں بھی اور

ہماری اسمبلی کی بھی نیک نامی ہوگی۔

جناب سپیکر: جی، اب اس کا جواب پڑھیں۔

محترمہ سیمیل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ایک بات جو ہو جائے گی وہ withdraw نہیں ہوگی۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے۔
جناب سپیکر: جی، پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

حکومت پنجاب کی مارکیٹنگ پالیسی و دیگر تفصیلات

- *877: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-
- (الف) حکومت پنجاب کی مارکیٹنگ پالیسی کیا ہے، کب بنائی گئی ہے اور کس نے بنائی ہے اس کی تفصیلات سے آگاہ فرمائیں؟
- (ب) صوبہ پنجاب کی مارکیٹ کمیٹیوں کا کیا کردار ہے، کیا مارکیٹ کمیٹیاں اپنا کردار صحیح ادا کر رہی ہیں، اگر نہیں تو اس کی وجوہات اور تفصیلات سے آگاہ فرمائیں؟
- (ج) صوبہ پنجاب میں زرعی فصلات سبزیوں، دالوں، پھلوں اور پھولوں کے لئے مارکیٹنگ کا ناقص نظام ہونے کی وجہ سے ہماری زراعت ترقی نہ کر رہی ہے، بلکہ کسانوں کا معاشی استحصال ہو رہا ہے، اس کی وجوہات اور آئندہ کے لئے منصوبہ بندی سے آگاہ فرمائیں، اس کے سدباب کے لئے کیا اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں؟
- (د) صوبہ پنجاب کی شہری و دیہی آبادی کو مارکیٹنگ کا نظام صحیح اور جدید بنا کر منگائی پر قابو پایا جاسکتا ہے، اگر ہاں تو اس کے لئے منصوبہ بندی سے آگاہ فرمائیں، اگر نہیں تو وجوہات اور تفصیلات سے آگاہ فرمائیں؟
- وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) حکومت پنجاب نے مارکیٹنگ پالیسی کو بہتر بنانے کے لئے زرعی پیداوار کا قانون مجریہ 1939 اور اس میں بہتر ترامیم کرنے کے لئے 1978 کا آرڈیننس و قوانین کے نظام کو وضع کرنا علاوہ ازیں وقت کے تقاضوں کے تحت ان میں مزید بہتری لانے کے لئے قانون میں مزید ترامیم زیر غور ہیں۔ حکومت پنجاب کی مارکیٹنگ کی پالیسی درج ذیل ہے۔

- 1- کاشتکار کا فلاح و بہبود کے لئے منڈیوں کا قیام۔
- 2- کاشتکار کی جنس کی مناسب قیمت دلوانا۔
- 3- آڑھتیوں کی ناجائز کٹوتیوں اور دوسرے غیر قانونی حربوں سے نجات دلانا۔

4- کاشتکار اور آڑھتی کے درمیان تنازعہ کی صورت میں مصالحتی بورڈ کا قیام۔

5- منڈیوں میں کاشتکار کے لئے سہولیات (پانی، شیلٹر اور ریٹ ہاؤس وغیرہ)

6- مارکیٹ کمیٹیوں کے نظام کو قانون کے مطابق چلانا۔

(ب) صوبہ پنجاب کی مارکیٹ کمیٹیوں کا کردار درج ذیل ہے۔

1- زرعی اجناس کی خرید و فروخت میں بہتری پیدا کرنا۔

2- کاشتکار کی فلاح و بہبود کے لئے منڈیوں کا قیام۔

3- کاشتکاروں کی جنس کی مناسب قیمت دلوانا۔

4- آڑھتیوں کی ناجائز کٹوتیوں اور دوسرے غیر قانونی حربوں سے نجات دلانا۔

5- کاشتکار اور آڑھتی کے درمیان تنازعہ کی صورت میں مصالحتی بورڈ کا قیام

6- منڈیوں میں کاشتکار کے لئے سہولیات (پانی، شیلٹر اور ریٹ ہاؤس وغیرہ)

7- مارکیٹ کمیٹیوں کے نظام کو قانون کے مطابق چلانا۔

مارکیٹ کمیٹیاں قانون کے مطابق اپنا کردار احسن طریقے سے ادا کر رہی ہیں۔ اس کو مزید

بہتر بنانے کے لئے موجودہ حکومت نے منڈیوں میں صفائی کا نظام بہتر بنانے اور

زمینداروں کو مزید سہولیات دینے کے لئے متعدد اقدامات کر رہی ہے نیز موجودہ منڈیوں

کو جدید بنانے کے لئے ترقیاتی فنڈز بھی مہیا کر رہی ہیں۔

(ج) موجودہ مارکیٹ کے نظام میں نقص نہ ہے بلکہ زراعت کی ترقی نہ ہونے کی وجہ پیداوار میں

کمی ہے۔ جس کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

1- ان پٹس کا منگنا ہونا۔

2- پٹرول کی قیمت میں مسلسل اضافہ۔

3- پانی کی قلت

4- بجلی کی قلت اور اس کے ریٹ میں مسلسل اضافہ۔

5- زمیندارہ کی جدید طریقوں سے لاعلمی

6- موجودہ راشی نظام کی تقسیم در تقسیم

حکومت پنجاب زرعی مارکیٹنگ نے کاشتکار کو جدید طریقوں سے آگاہ کرنے اور جنس کی

قیمت کی بروقت آگاہی کے لئے ایک منصوبہ ایگریکلچرل مارکیٹنگ انفارمیشن سروس،

پھلوں کی پیداوار میں اضافہ کے لئے ایک منصوبہ فروٹ اینڈ ویجیٹیبیل ڈویلپمنٹ پراجیکٹ

کا آغاز کیا گیا۔ جس سے کسان کو اس کی جنس کا صحیح معاوضہ ملے گا، پھلوں اور سبزیوں کی

بعد از برداشت نقصان کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔ اسی طرح کاشتکار اور متعلقہ افراد کی صلاحیت کو بڑھانے کے لئے پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف ایگری کلچر مارکیٹنگ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔

(د) صوبہ پنجاب کی شہری اور دیہی ترقی کے لئے مارکیٹنگ کے نظام کو جدید بنانے کے لئے جدید منڈیوں کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں پرائیویٹ سیکٹر میں منڈیوں کے قیام کے لئے حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ جہاں مزنگائی کا تعلق ہے اس کی بنیاد طلب اور رسد پر منحصر ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، اولکھ صاحب ضمنی سوال سنئے گا۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جی، سن رہا ہوں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا سوال مارکیٹنگ کے بارے میں ہے۔ یہاں مارکیٹ کمیٹی کا پہلے بھی ذکر ہو رہا تھا کسی اور حوالے سے تو میں نے مارکیٹنگ کے بارے میں سوال کیا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہمارے ہاں مارکیٹنگ کا کوئی سسٹم نہیں ہے۔ ہم ایک قانون کو سسٹم کا نام دے رہے ہیں۔ مارکیٹ کمیٹیز کا وجود تب آیا تھا جب یہاں پر کوئی un-organized sector تھا، ایگریکلچر کو کوئی organize کرنے والا نہیں تھا ان کے لئے یہ مارکیٹس بنا کر ایک مارکیٹ کمیٹی کا سسٹم بنا دیا گیا جبکہ آج کے جدید دور کے جدید تقاضوں کے مطابق ہمارا مارکیٹنگ سسٹم کام نہیں کر رہا ہم اسی میں بہتری لانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ اس فرسودہ نظام کو بدلنے کے لئے ہمارے محکمہ ایگریکلچر نے یا مارکیٹنگ نے کیا نیا سسٹم جدید طور پر وضع کیا ہے؟

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ آپ نے ان کا ضمنی سوال سن لیا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ فرسودہ نظام کو بدلنے کے لئے آپ نے کوئی نیا کام شروع کیا ہے یا شروع کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب والا! موجودہ مارکیٹ کمیٹی کا سسٹم 1978 میں بنایا گیا تھا اور بڑی کامیابی سے پورے پنجاب میں غلہ منڈیاں اور سبزی منڈیاں کام کر رہی ہیں۔ غلطیاں اور خرابیاں بھی ہر جگہ ہوتی ہیں اب اس کو improve کرنے کے لئے ہم ایک نیا قانون بنا رہے ہیں۔ میرے پاس اس کا ڈرافٹ موجود ہے اور اب ہم اس میں ترمیم لارہے ہیں تاکہ کاشت کاروں کو مزید سہولت دی

جائے۔ اس کے علاوہ بھی کچھ اقدامات کئے گئے ہیں اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ ہماری perishable crops جلدی خراب ہوتی ہیں جیسے آم، کنوا اور مالٹا ہے۔ اس کے علاوہ پھل اور سبزیاں جن کو ہم export کر رہے ہیں اس کے لئے کچھ اقدامات کئے گئے ہیں۔ ایک P.A.M.C.O ادارہ بنایا گیا ہے اس سے پہلے اس قسم کا کوئی ادارہ کام نہیں کر رہا تھا۔ یہ Agriculture Marketing کا شعبہ ہے جس کا نام ہے Punjab Agriculture Marketing Company اس کی Chairmanship وزیر اعلیٰ پنجاب نے خود قبول کی۔ یہ ان کی ذاتی دلچسپی ہے تاکہ زراعت کی produce کو بہتر مواقع مل سکیں۔ یہاں لاہور میں ایک 500 ٹن کا cold storage بن گیا ہے جس پر ساڑھے 12 کروڑ روپے لاگت آئی ہے۔ اس سے یہ ہوگا کہ ہمارے جو آم، سبزیاں اور پھل ہیں ان کی self life بڑھا کر اس کو export کر سکیں گے۔ اس طرح نئی اور جدید ٹیکنالوجی کو introduce کیا جا رہا ہے جیسے control atmosphere technology ہے اس کے علاوہ reefer container کے ذریعے اس مرتبہ آٹھ ٹن تجربہ کے طور پر آم جرمنی export کیا گیا ہے اور آم کی جو self life کم ہوتی ہے وہ جلدی خراب ہو جاتا ہے۔ اس سے آم کی 45 دن self life بڑھائی گئی ہے۔ اس کی وجہ سے جرمنی اور international market میں ہم آم، کنوا اور حلال گوشت export کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مارکیٹنگ کے سلسلے میں ایک نئی تبدیلی ہے۔ اس کے علاوہ مارکیٹ کمیٹیوں کے نظام کو درست کرنے کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں اور یہ ترامیم محکمہ قانون کے پاس پہنچ چکی ہیں اور اس پر جلد implementation ہوگی۔

MR. SPEAKER: Order please, order please.

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! (ب) کے جواب میں ایک جگہ پر کاشتکار کو اس کی مناسب قیمتوں کا بھی ذکر ہے۔

جناب سپیکر: کیا فرمایا ہے؟ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کاشتکار کو اس کی اجناس کی مناسب قیمت دلوانا بھی اس محکمہ کی ذمہ داریوں میں شامل ہے جبکہ قیمت کا تعین اس کی پیداواری لاگت اور دیگر عوامل کے بعد کیا جاتا ہے۔ یہ بھی فیڈرل گورنمنٹ کرتی ہے، صوبائی حکومت نہیں کرتی تو پھر مارکیٹ کمیٹی کیسے مناسب قیمت دلواتی ہے یا اس نے اس سلسلے میں آج تک کیا role play کیا ہے؟ وہ تو صارفین کا تحفظ بھی نہیں کر رہی ہے۔ اگر سبزی منڈی میں دو روپے کلو آلو بک رہا ہو تو بازار میں وہ بیس روپے کلو ہوتا

ہے۔ کسان کو بھی اس کی صحیح قیمت نہیں ملتی تو پھر یہ نظام کیسے صحیح ہو گیا؟ میں اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ ہمارا مارکیٹنگ کا فرسودہ نظام ہے جب تک ہم اس کو نہیں بدلیں گے صارفین کا بھی استحصال ہوگا، کسان کو بھی کچھ نہیں ملے گا، نہ ہی ہم export کر سکیں گے اور نہ ہی ہمارا صوبہ ترقی کر سکے گا۔ اس نظام کو بدلنے سے ہم نہ صرف عوام کو سستی اشیاء فراہم کر سکتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ میری بات سنیں۔ یہ ساری بات جب زراعت پر عام بحث ہوگی تو اس وقت مہربانی فرما کر کہیں۔ اس پر کوئی ضمنی سوال کریں، آپ تو تقریر شروع کر دیتے ہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب والا! ہم نے ڈیڑھ دو سال پہلے۔۔۔

جناب سپیکر: پھر میں مائیک بند کروادوں گا۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میری آخری گزارش یہ ہے کہ ہم نے یہ سوال ڈیڑھ دو سال پہلے اسی لئے دیا تھا کہ ہماری حکومت نئی نئی آئی تھی تاکہ وہ ان چیزوں پر توجہ دے سکے اگر یہ دو سالوں میں اپنی پالیسیاں بنا کر عمل شروع کر دیتے تو اب اس کے result آنا شروع ہو جاتے۔ آج بھی ہم اس چکر میں ہیں کہ اس پر بحث و مباحثہ کر لیں۔ میں نے یہ سوال آج سے پونے دو سال پہلے جمع کروایا ہے کوئی آج نہیں کروایا اس حوالے سے مجھے result بتائیں؟

جناب سپیکر: وہ فرما رہے ہیں کہ مارکیٹ کمیٹی کا سسٹم کمزور ہے اس کو درست کرنے کے لئے آپ نے کیا اقدامات کئے ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! مجھے تو افسوس ہو رہا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ کو افسوس نہیں ہونا چاہئے۔ آپ کو سوچنا چاہئے کہ یہ کیا بات ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب والا! جو اقدامات کئے گئے ہیں پہلے ان کو غور سے سنیں اور پھر آپ فیصلہ کریں۔

جناب سپیکر: فرمائیں اور میں بڑے غور سے آپ کو سن رہا ہوں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب والا! گزارش یہ ہے کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اس گورنمنٹ کو ابھی بمشکل ڈیڑھ پونے دو سال ملے ہیں اس کے اندر جو اقدامات کئے گئے ہیں آپ دیکھیں گے کہ یہ اقدامات اتنے کم نہیں ہیں۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ پہلے جو مارکیٹ کمیٹی تھی اس پر مکمل طور پر حکومت کا کنٹرول تھا۔ اب free economy ہے اس میں قیمتوں کا تعین market

forces کرتی ہیں۔ اس میں ہم نے یہ کیا ہے کہ پہلے مارکیٹ کمیٹی سرکاری اختیار میں تھی اب ہر آدمی کو یہ موقع دیا گیا ہے کہ وہ اپنی پرائیویٹ مارکیٹ کمیٹی بنا سکتا ہے، اس میں غلہ منڈی، سبزی منڈی کوئی بھی پرائیویٹ آدمی بنا سکتا ہے۔ پہلے اس طرح سے نہیں تھا اب موجودہ حکومت نے اوکاڑہ، ساہیوال، سیالکوٹ میں پرائیویٹ مارکیٹ بنانے کا اختیار دے دیا ہے۔ جہاں تک یہ کہا جا رہا ہے کہ پیداوار میں بہتری نہیں آرہی تو میرا اس سے اختلاف ہے گندم ہماری ریکارڈ پیدا ہوئی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں سیالکوٹ میں کوئی فروٹ نہیں ہوتا۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب والا! سبزیاں، گندم اور چاول ہوتا ہے۔ 9۔ ارب روپے کی پھلوں اور پھولوں کی export ہوئی ہے۔ 33 ملین ڈالر کے ہم نے پھول export کئے ہیں۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم بہتری کی طرف جا رہے ہیں اور اچھا کام کر رہے ہیں۔ محترمہ! آپ کا ضمنی سوال تھا۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! چودھری جاوید احمد صاحب کا سوال بہت valid ہے۔ میں انہیں appreciate بھی کرتی ہوں اور وزیر موصوف کی تیاری بھی بہت بہتر ہے۔ وہ سوالوں کا جواب proper طریقے سے دے رہے ہیں۔ اس وقت ان کے سوال میں بھی جو main problem ہے وہ یہ ہے کہ جو صارفین ہیں انہیں مناسب قیمت پر سبزیاں میسر ہوں۔ میرا وزیر موصوف سے سوال یہ ہے کہ منڈی کے ریٹ تو fix ہوتے ہیں۔ منڈی سے جب دکاندار کے پاس سبزی آتی ہے تو اس سبزی یا فروٹ کی قیمت پر مناسب percentage سے منافع لیا جائے۔ ان کی پالیسی میں یہ چیز شامل ہے کہ ایک مناسب percentage fix کی جائے تاکہ لوگوں کو مناسب قیمت پر پھل اور سبزیاں مل سکیں۔ کیا انہوں نے کوئی maximum percentage fix کی ہوئی ہے جس حساب سے دکاندار قیمت وصول کر سکے؟

جناب سپیکر: یہ ضمنی سوال تو نہیں بنتا۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب! یہ ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: نہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! اس وقت relevant بات ہی یہی ہو رہی ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: چلو، انہوں نے آپ کی بات سن لی ہے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! جز (الف) میں گورنمنٹ نے admit کیا ہے کہ "مارکیٹنگ پالیسی یا جو نظام اس وقت چل رہا ہے وہ ناقص ہے اور ہم اس کو improve کرنے کے لئے ترمیم پر غور فرما رہے ہیں۔" میرا ضمنی سوال یہ ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! جس قانون میں یہ ترمیم کرنا چاہتے ہیں اور بہتری لانا چاہتے ہیں کیونکہ جز (الف) میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم اس پر غور فرما رہے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت تک انہوں نے کیا غور فرمایا ہے اور کیا ترمیم تجویز کی ہیں کیونکہ انہوں نے خود فرمایا ہے کہ مارکیٹنگ پالیسی میں ہم ترمیم کرنا چاہتے ہیں، یہ فرمادیں اس وقت انہوں نے مارکیٹنگ پالیسی کی کن کن شقوں پر ترمیم کرنے کی تجویز پیش کی ہے؟

جناب سپیکر: آپ اس میں کیا ترمیم کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! اس سے پہلے یہ تھا کہ مارکیٹ کمیٹی صرف پبلک سیکٹر میں بنتی تھی یعنی حکومت بناتی تھی اور اسے کنٹرول کرتی تھی۔ اب اس ترمیم کے مطابق پرائیویٹ لوگوں کو بھی اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ۔۔۔

جناب سپیکر: میں آپ سے گزارش کروں گا کہ یہ "تھبہ" جو ہے اس کو آپ نیچے رکھ دیں اور پھر آرام سے بات کریں، اطمینان سے بات کریں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب والا! ہم تمام مارکیٹوں کو ویب سائٹ پر لانا چاہتے ہیں اور اس میں سے پچاس کے قریب ویب سائٹ پر آگئی ہیں۔ اس کے علاوہ ہم ماڈل مارکیٹ بنانا چاہتے ہیں۔ پہلے ہر تحصیل ہیڈ کوارٹر پر مارکیٹ نہیں ہے وہاں پر بھی مارکیٹیں بنیں گی۔ پرائیویٹ سیکٹر کو بھی اس بات کی اجازت ہوگی اور اگر کوئی پرائیویٹ آدمی اس قسم کی مارکیٹ بنانا چاہتا ہے تو اس کو بھی قانونی طور پر اجازت دی جائے گی، اس سے پہلے یہ اجازت نہیں تھی۔ اس طریقے سے ایک صحت مندانہ مقابلہ ہوگا اور کاشتکاروں کو زیادہ support ملے گی اور اس سے انہیں تحفظ ملے گا اور اس کی پیداوار بہتر قیمت پر فروخت ہوگی۔ اس کے علاوہ انفارمیشن کے شعبے میں ایگریکلچر مارکیٹنگ میں SMS کے ذریعے روزانہ منڈی کے ریٹس پہنچائے جا رہے ہیں اور یہ عام کاشتکار کی access میں ہیں۔ آرہتی کے کردار کو کم کیا جا رہا ہے، اب جو مارکیٹ کمیٹی تشکیل دی جا رہی ہے اس میں producers اور

exporters کو بھی ممبر بنایا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ ایک سال کے اندر بہتر شکل میں یہ نیا ایکٹ آجائے گا۔

جناب سپیکر: چلیں، شاباش۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! بڑے ضروری سوالات ہیں اس لئے وقفہ سوالات بڑھایا جائے۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! وقفہ سوالات بڑھایا جائے۔

جناب سپیکر: نہیں بڑھایا جا سکتا۔ حضرت! نہیں بڑھایا جا سکتا۔ جب زراعت پر بحث ہوگی اس وقت آپ کھل کر بات کر لینا۔ مجھے بھی اس بات کا احساس ہے لیکن آپ تشریف رکھیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

گوجرانوالہ میں جدید کاشتکاری کے سلسلہ میں سہولیات کی فراہمی

*943: محترمہ محمودہ چیمہ: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) گوجرانوالہ میں جدید کاشتکاری کے سلسلے میں محکمہ زراعت کاشتکاروں کو کیا سہولتیں پہنچا رہا ہے؟

(ب) محکمہ زراعت کا عملہ (فیلڈ سٹاف) کتنے عرصہ بعد کاشتکاروں کو صلاح مشورہ دینے کے لئے کاشتکاروں کے پاس جاتا ہے، اس کی تفصیل سے معزز ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف)

- * کاشتکاروں کو جدید کاشت کے لئے گاؤں گاؤں تربیت۔
- * کاشتکاروں کو گرین ٹریکٹر سکیم کے تحت دو لاکھ روپے سبسڈی پر ٹریکٹر کی فراہمی۔
- * کاشتکاروں کو مقابلہ جات کے لئے ٹریکٹر اور دوسرے زرعی آلات کی فراہمی جس میں گوجرانوالہ کے کاشتکار نے پنجاب بھر میں پہلی پوزیشن حاصل کر کے 75 ہارس پاور کا ٹریکٹر حاصل کیا۔

- * کاشتکاروں کو آلات زرعی کی 50 فیصد سبسڈی پر فراہمی۔
- * کاشتکاروں کو سبزیوں کی پیداوار میں اضافہ کے لئے تربیت بذریعہ فارمر فیلڈ سکول۔
- * کاشتکاروں کو سبزیوں کی بے موسمی کاشت کی ترغیب کے لئے واک ان ٹنل اور پست ٹنل کی 50 فیصد سبسڈی پر فراہمی۔

(ب)

محکمہ زراعت کا فیلڈ سٹاف ضلع گوجرانوالہ میں کاشتکاروں کو فصلات کے بارے میں صلاح مشورہ دینے کے لئے ہفتہ بھر دستیاب ہوتا ہے۔ فیلڈ سٹاف کا کام ہی فیلڈ میں رہ کر کسانوں کو درپیش مشکلات کا ازالہ کرنا ہے۔ محکمہ زراعت (توسیع) کا مقصد موزوں ترین قابل عمل مستحکم اور منافع بخش زرعی ٹیکنالوجی کو فروغ دینا ہے۔ اس سلسلہ میں محکمہ زراعت کے فیلڈ سٹاف کو زراعت سے وابستہ کسان برادری سے مسلسل رابطہ رکھنے کے لئے ہر گاؤں میں ایگریکلچرل ہب قائم کی گئی ہے۔ اس کے تحت ہر فیلڈ اسٹیشن اپنی یونین کو نسل کے ہر گاؤں سے ایک ترقی پسند کسان منتخب کرے گا۔ منتخب کسان کے فارم کو گرد و نواح کے کسانوں کی رہنمائی کے لئے نمائشی سنٹر کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ جہاں فیلڈ اسٹیشن طے شدہ پروگرام کے مطابق ہفتہ میں ایک دن دیگر کسانوں کو اکٹھا کر کے منظور شدہ فنی امور پر تربیت دے رہا ہے۔

گرین ٹریکٹر سکیم کے تحت کسانوں کو سبسڈی دینے کی ادائیگی

* 944: محترمہ محمودہ چیمبر: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موجودہ حکومت نے اپنے پہلے دور حکومت میں کسانوں کے لئے ٹریکٹروں پر سبسڈی دے رکھی تھی؟

(ب) گرین ٹریکٹر سکیم کے تحت کسانوں کو سبسڈی کن زرخوں پر اور کب سے دی جا رہی ہے، اس کی وجوہات سے معزز ایوان کو آگاہ فرمائیں؟
وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ موجودہ حکومت اپنے پہلے دور حکومت میں کسانوں کے لئے 5000 ٹریکٹروں پر ایک لاکھ فی ٹریکٹر سبسڈی صوبائی حکومت کی طرف سے اور ایک لاکھ روپے وفاقی حکومت کی طرف سے 1998 میں دے چکی ہے۔

(ب) گرین ٹریکٹر سکیم کے تحت کسانوں کو 10 ہزار ٹریکٹرز 2 لاکھ روپے سبسڈی پر پچھلے سال دیئے گئے۔ اس سال بھی 10 ہزار ٹریکٹرز کاشتکار بھائیوں کو دیئے جا رہے ہیں۔ جس سے پنجاب میں مشینی کاشت کو فروغ حاصل ہو گا۔ گرین ٹریکٹر سکیم کے لئے درخواست فارم اور دیگر شرائط کی تفصیل ایوان کی میر پورکھ دی گئی ہے۔

پی ایچ اے کی موجودگی میں ڈائریکٹوریٹ آف فلوری کلچر کا جواز

*1179: جناب محمد حفیظ اختر چودھری: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

- (الف) ڈائریکٹوریٹ آف فلوری کلچر کے قیام کے اغراض و مقاصد بیان کریں؟
(ب) مذکورہ ڈائریکٹوریٹ کے کتنے ریسرچ سٹیشن کس کس جگہ قائم ہیں اور ان میں کس قسم کی ریسرچ کی جاتی ہے؟
(ج) اس کے کتنے ذیلی ادارہ جات ہیں، ان میں کس کس قسم کے کورسز کروائے جاتے ہیں، یہ کورسز کتنی مدت کے ہیں اور ان کورسز کی افادیت بیان کریں؟
(د) کیا یہ درست ہے کہ اس ڈائریکٹوریٹ کی افادیت ختم ہو چکی ہے کیونکہ اس کا مقصد بڑے شہروں میں پھول، پودے لگانے اور ان کی نئی اقسام پیدا کرنا ہے؟
(ه) کیا یہ بھی درست ہے کہ اب ہر بڑے شہر میں ڈویلپمنٹ اتھارٹی بن چکی ہے، ان اتھارٹیز نے پھولوں/پودوں پر ریسرچ کرنے کے اپنے ادارے اور اپنی نرسریز قائم کر لی ہیں؟
(و) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور جیسے بڑے شہر میں پی ایچ اے بن چکی ہے جس کا بنیادی مقصد ہی پھولوں/پودوں کی ریسرچ ہے؟

- (ز) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان اتھارٹیز کے قائم ہونے سے ڈائریکٹوریٹ آف فلوری کلچر کی افادیت بالکل ختم ہو چکی ہے اور یہ ڈائریکٹوریٹ ایک سفید ہاتھی کی ماند ہے؟
- (ح) کیا حکومت اس ڈائریکٹوریٹ کو ختم کرنے اور اس کے ملازمین کو کسی اور جگہ تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟
- وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) نظامت گلہانی و چمن آرائی (تربیت و تحقیق) پنجاب لاہور پاکستان کا واحد ادارہ ہے جو کہ پنجاب بھر میں تربیت و تحقیق کی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اس نظامت کے ذیلی شعبہ جات کے اغراض و مقاصد درج ذیل ہیں:-

اغراض و مقاصد

- فلوری کلچر اینڈ لینڈ سکیپنگ ٹریننگ سنٹر، لاہور
 - ملک بھر سے آنے والے محکموں کے کارکنوں کو گلہانی و چمن آرائی کی تربیت فراہم کرنا
 - تحقیق
 - اعلیٰ معیار کے پھولوں کی پیداوار کے لئے مناسب اور قابل ثبوت (قائم رہنے والی) ٹیکنالوجی مہیا کرنا۔
 - گرین ہیلٹ پراجیکٹ
- اس پراجیکٹ کے تحت پنجاب بھر میں گھریلو پیمانے پر سبزیوں کی کاشت کروائی جاتی ہے اور سبزیات کے بیج میا کئے جاتے ہیں مزید برآں عوام کو سبزیات کے بارے لٹریچر اور ایڈوائزی خدمات کے لئے بھی عملہ شب و روز مصروف عمل رہتا ہے۔
- (ب) ڈائریکٹوریٹ آف فلوری کلچر اینڈ لینڈ سکیپنگ (تربیت و تحقیق) پنجاب لاہور کے مندرجہ ذیل ریسرچ سٹیشن ہیں:-
- 1) ہارٹیکلچر ریسرچ انسٹیٹیوٹ فار فلوری کلچر اینڈ لینڈ سکیپنگ، راولپنڈی
 - 2) ہارٹیکلچر ریسرچ سب سٹیشن فار فلوری کلچر اینڈ لینڈ سکیپنگ، فیصل آباد
 - 3) ہارٹیکلچر ریسرچ سب سٹیشن فار فلوری کلچر اینڈ لینڈ سکیپنگ، ملتان
 - 4) اسسٹنٹ ہارٹیکلچر ایٹ فار فلوری کلچر اینڈ لینڈ سکیپنگ، مری
 - 5) کٹ فلاور پراجیکٹ، راولپنڈی
- ان ریسرچ سٹیشنز پر ہونے والی تحقیق درج ذیل ہے:-
- 1) پھولدار اور بیازدار پھولوں پر کھادوں کی تحقیق
 - 2) بیرون ممالک کے پھولوں اور پودوں کو اکٹھا کر کے ان کے تعداد بڑھانے پر تحقیق

- (ج) نظامت گلہانی و چمن آرائی (تربیت و تحقیق) پنجاب، لاہور کے تحت درج ذیل ادارہ جات ہیں۔

1	فلوریکلچر اینڈ لینڈ سکیپنگ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ لاہور
2	تربیت مالی کلاسز دفتر ڈپٹی ڈائریکٹر باغ جناح، لاہور
1	فلوریکلچر اینڈ لینڈ سکیپنگ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ، لاہور
	ان کورسز کی مدت: ایک سال میں کورسز کی تعداد
	ایک سال (ڈپلومہ) ایک
	سہ ماہی دو
	چھ ہفتے ایک
	دو ہفتے (لیڈیز) دو

سلیبس:

موسمی پھولوں کی کاشت زیبائشی پھولوں کی کاشت سد اہمار پھولدار پودے گھر کے اندر اور باہر رکھے جانے والے زیبائشی پودے زیبائشی درخت، جھاڑیاں اور سلیبس، چمن آرائی (لینڈ سکیپنگ ہارڈ اینڈ سافٹ) پودوں کی افزائش نسل کرنا اور لان وغیرہ تیار کرنا آرائش گل (فریش و ڈرائی)

2) دفتر ڈپٹی ڈائریکٹر باغ جناح لاہور

مالی کلاسز چار ماہ دو

افادیت:

نظامت گلہانی و چمن آرائی (تربیت و تحقیق) پنجاب، لاہور 2649 شرکاء کو تربیت مکمل کروا چکا ہے۔ یہ تربیت یافتگان ملک میں پھولوں سے متعلق انڈسٹری کی ترویج و ترقی کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ جس کی مثال دن بدن بڑھنے والی نرسریوں اور پھولوں کی دکانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد ہے۔ پرائیویٹ پبلک سیکٹر کے شرکاء کے علاوہ مختلف محکمہ جات کے ملازمین جن میں آرمی کے جوان، پولیس کے اہلکاران، محکمہ تعلیم، محکمہ جنگلات، پنجاب کارپوریشن، پی آئی اے، مختلف ڈویلمینٹ اتھارٹیز، گورنر ہاؤس، پنجاب کے ملازمین، دیگر صوبہ جات اور پی ایچ اے سے بھی ملازمین تربیت حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے محکموں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ Gladiolus کے بارے میں اس ادارہ کے قیام سے

قبل کوئی تعارف نہ تھا۔ آج کٹ فلاورز (گلائل، ڈے للی، گلاب، ٹیوب روز) عوام کی بنیادی ضروریات میں شامل ہو چکے ہیں۔

باغ جناح میں 300 سے زائد اقسام کے درخت، جھاڑیاں، سیلیس، ہربز، کریپر ز اور پھولوں نے اسے باٹنی کے طلباء سائنسدانوں اور تحقیق کرنے والوں کے لئے ایک منفرد باغ کا درجہ دیا ہوا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ باقی صوبوں میں بھی اس طرز کے ادارے کھولے جائیں۔

اس ادارہ کی کاوشوں سے ہی ملک سے پھولوں کی برآمد شروع ہوئی، یہ ادارہ ایک فیکٹری ہے جو کورسز مکمل کروا کر ملک بھر میں ماہرین پیدا کر رہا ہے لینڈ سکیپنگ کی تربیت کے بعد یہاں کے تربیت یافتگان عوام میں لینڈ سکیپنگ کی اہمیت کا شعور اجاگر کرنے میں معاون ثابت ہوئے ہیں۔ لائز، فوارے لگانے اور آبشاروں کی تیاری کے لئے ادارہ کی طرف سے فری ایڈوائزری سروسز فراہم کی جاتی ہیں اور اب ہر گھر پارک ادارہ لینڈ سکیپنگ کو اپنے لئے لازم و ملزوم سمجھتا ہے۔

(د) نظامت گلبنی و چمن آرائی (تربیت و تحقیق) پنجاب، لاہور 1987 میں حکومت نے ملکی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے قائم کیا۔ قیام کے بعد یہ ادارہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے شب و روز محنت کرتے ہوئے آج ملک کو اس منج پر لے آیا ہے کہ پھول اور پتے اس ملک سے برآمد ہو رہے ہیں۔ یہ واحد ادارہ ہے جو فلوریکلچر اور لینڈ سکیپنگ میں پنجاب بھر بلکہ پاکستان سے آنے والے مرد و خواتین کو تربیت فراہم کر رہا ہے اور تربیت حاصل کرنے کے بعد یہ تربیت یافتگان نہ صرف ملک بھر میں پھولوں، آرائشی پودوں اور لینڈ سکیپنگ سے منسلک ہو کر اپنا روزگار اور کاروبار شروع کرتے ہیں بلکہ ملک سے باہر جا کر بھی اپنی خدمات کے عوض حاصل ہونے والے معاوضے سے ملکی معیشت کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہو رہے ہیں۔ اس جرات مندانہ کارکردگی کا اعزاز باغ جناح اور مرکز گلبنی و چمن آرائی کو جاتا ہے۔ اس ادارہ کا کام شہروں میں پھول پودے لگانا نہیں ہے بلکہ عوام کو پھول اور پودے لگانے کا طریقہ سکھانا ہے گو کہ ان پھولوں اور پودوں کی نئی اقسام پیدا کرنا ہے لیکن دنیا میں دن بدن نئے پھول اور پودے متعارف ہو رہے ہیں۔ اس لئے ہمارے ریسرچر

- ہر لمحہ نئی تحقیقی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنا کام جاری رکھتے ہیں۔ اس نظامت کی نمایاں کارکردگی سے اس کی افادیت و مقبولیت ختم نہیں بلکہ دن بدن بڑھ رہی ہے۔
- (ہ) ڈائریکٹوریٹ آف فلوریکلچر اینڈ لینڈ سکیپنگ پنجاب، لاہور پھولوں، پودوں اور لینڈ سکیپنگ انڈسٹری کے لئے parent department کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ اس ادارہ کے تربیت یافتگان یلہماں کا عملہ ان ڈویلپمنٹ اتھارٹیز میں اپنے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ یہ نظامت اس انڈسٹری کے لئے مرکزی حیثیت رکھتی ہے اور اس کو وسعت و ترقی دینے میں اس کا نمایاں کردار ہے۔
- (و) نظامت گلہانی و چمن آرائی (تربیت و تحقیق) پنجاب، لاہور حکومت پنجاب کا واحد بنیادی ادارہ ہے۔ جس کے اغراض و مقاصد میں فلوریکلچر اینڈ لینڈ سکیپنگ میں پنجاب کے عوام کے لئے تربیت اور اس انڈسٹری کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے تحقیق شامل ہے جبکہ پی ایچ اے کے اغراض و مقاصد میں لاہور کو خوبصورت بنانا ہے اور پی ایچ اے میں ریسرچ نام کی کوئی چیز نہ ہے۔
- (ز) ان اتھارٹیز کے اغراض و مقاصد ڈائریکٹوریٹ آف فلوریکلچر اینڈ لینڈ سکیپنگ (تربیت و تحقیق) پنجاب لاہور سے مختلف ہیں یہ ڈائریکٹوریٹ حکومت پنجاب کی طرف سے تفویض کردہ اغراض و مقاصد کے مطابق تربیت و تحقیق کے میدان سرگم عمل ہے تربیت حاصل کرنے کے لئے عوام جوق در جوق ادارہ کی ٹریننگز میں شامل ہوتے ہیں۔ لہذا نظامت کی کارکردگی ختم نہیں ہوئی ہے اور اس ڈائریکٹوریٹ کے ہزاروں کی تعداد میں تربیت یافتگان ملک بھر میں فلوریکلچر کی ترویج و ترقی کے لئے نئی نئی سرسریاں اور فلاور شاپس بنا کر اور اپنے فارموں پر پھول اور پودے کاشت کر کے ملکی معیشت کو مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس ادارہ سے تربیت حاصل کرنے والے شرکاء بیرونی ممالک میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور وہاں ان کی کارکردگی کو سراہا جاتا ہے جو کہ اس ادارہ کی ملک و قوم کے لئے افادیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔
- (ح) یہ دنیا بھر میں ایک Global Village بن چکی ہے۔ عوام میڈیا سے بہت زیادہ منسلک ہو چکے ہیں اور وہ اپنی بہتر زندگی کے لئے خوب سے خوب ترقی تلاش میں ہیں۔ پھول پودے ان کی زندگی کا لازم و ملزوم حصہ بن چکے ہیں اور اب وہ اپنے استعمال کے لئے یہ پھول پودے

خود لگانا چاہتے ہیں یا اسے کاروبار کے طور پر اپنانا چاہتے ہیں۔ ڈائریکٹوریٹ میں فراہم کی جانے والی تربیتی سہولتیں عوام کی ان ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ گرین ہیلٹ سبزیات کے بیجوں کی تیاری و فراہمی، کچن گارڈن سے عوام کو سستے داموں تازہ سبزیاں مہیا کرنے میں سرکرداں عمل ہیں۔ ہالینڈ میں اسی تربیت و تحقیق کے نتیجے میں فلوریکلچر انڈسٹری پوری دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔ ہالینڈ کی طرز پر عمل کرتے ہوئے اس ادارہ کو مزید فعال بنایا جائے اور ملک کے باقی صوبوں میں بھی اسی طرز کے نئے ادارے بنائے جائیں تاکہ پاکستان بھی اپنے ملک سے پھول پودے سبزیاں برآمد کر کے معیشت کو مضبوط کرے اور عوام ان پھولوں اور پودوں کے خوشگوار ماحول سے اپنی زندگیوں کو خوشحال و معطر بنا سکیں۔

باغ جناح صرف تفریحی مقاصد کے لئے نہیں بلکہ یہ باغ باٹنی کے طلباء ماہرین، ریسرچرز کے لئے صوبہ پنجاب کے تمام علاقوں اور پاکستان بھر سے آنے والوں کے لئے مثالی درسگاہ کی طرز کا باغ ہے۔ یہ ڈائریکٹوریٹ اس باغ کے معیار کو قائم رکھنے کے لئے ہر لمحہ کوشاں رہتا ہے۔ کیونکہ اس ڈائریکٹوریٹ میں تعینات ملازمین ماہرین ہیں اور فلوریکلچر پر ان کی کمائڈ ہے اور اسی شعبہ کے لئے ان کی کارکردگی دیگر شعبہ جات کی نسبت اچھے نتائج کی حامل ہے۔

پنجاب میں 2005 میں باسستی چاول کی پیداوار و دیگر تفصیلات

*1274: میاں شفیع محمد: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

- (الف) 2005 میں پنجاب میں باسستی چاول کی کتنی پیداوار حاصل ہوئی اور اس میں سے کتنا چاول برآمد کرنے کے لئے وفاقی حکومت کو دیا گیا؟
- (ب) پنجاب بھر میں مونجی چھڑنے کی کتنی (Rice Mills) سرکاری و نجی شعبہ میں موجود ہیں، کتنی چل رہی ہیں اور کتنی بند پڑی ہیں جو بند پڑی ہیں ان کے دوبارہ پیداوار شروع کرنے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے گئے؟
- (ج) چاول کی بین الاقوامی معیار کی پیکنگ کرنے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے گئے ہیں نیز exporters کی حوصلہ افزائی کے لئے کیا مراعات وفاقی حکومت سے حاصل کی جا رہی ہے؟

(د) کیا حکومت ارکان اسمبلی اور exporters پر مشتمل ایک ایسی کمیٹی تشکیل دینے کو تیار ہے جو مذکورہ مسائل کو حل کرنے کے لئے غور و خوض کر کے اپنی رپورٹ حکومت کو پیش کرے اور بعد ازاں یہ رپورٹ اسمبلی میں زیر بحث لائی جائے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) 2005-06 میں پنجاب میں باسستی چاول کی پیداوار 26 لاکھ 42 ہزار ٹن ہوئی۔ چاول کی برآمد محکمہ زراعت کے متعلقہ نہیں ہے۔

(ب) محکمہ صنعت سے متعلقہ ہے۔

(ج) کسی بھی فصل کو برآمد / درآمد کرنا وفاقی حکومت کے دائرہ اختیار میں ہے۔ (محکمہ زراعت سے متعلقہ نہ ہے)

(د) برآمد / درآمد کے معاملات وفاقی حکومت کے ہیں نہ کہ صوبائی حکومت کے۔ (محکمہ زراعت سے متعلقہ نہ ہے)

گندم کے بیج اور کھاد کی سپلائی کے لئے اٹھائے گئے اقدامات

*1509: میاں شفیع محمد: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا حکومت نے بیج کی سپلائی برائے فصل گندم پنجاب سیڈ کارپوریشن کو خصوصی ہدایات جاری کی ہیں تاکہ بیج کی سپلائی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو، ان ہدایات کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

(ب) کیا حکومت نے کھاد کی سپلائی برائے فصل گندم خصوصی اقدامات اٹھانے کے لئے ہدایات جاری کی ہیں، اگر ہاں تو اس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

(ج) حکومت نے کھاد و بیج کے ہورڈنگ مافیا کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے اب تک جو اقدامات اٹھائے ہیں اس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) پنجاب سیڈ کارپوریشن جو کہ محکمہ زراعت پنجاب کے زیر انتظام نیم خود مختار کارپوریٹ ادارہ ہے، نے اپنے فیلڈ سٹاف کو یہ ہدایات دے رکھی ہیں کہ کسانوں کو گندم کے بیج کی سپلائی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو اور اس سلسلہ میں ادارے کی طرف سے باقاعدہ مانیٹرنگ

بھی کی جا رہی ہے اس لئے پنجاب سیڈ کارپوریشن نے اس سال کاشتکاروں کو 59650 ٹن ترقی دادہ اقسام کا بیج مہیا کیا ہے جب کہ پچھلے سال یہ مقدار 44576 ٹن تھی اس طرح اس سال 2009-10 میں 33.8 فیصد زیادہ بیج مہیا کیا گیا ہے۔

- (ب) حکومت پنجاب نے 2008-09 کے کھاد کے حالات کو دیکھتے ہوئے بروقت وفاقی حکومت سے یوریا کھاد کی امپورٹ کے لئے رابطہ کیا اور انہیں 6 لاکھ ٹن یوریا کی درآمد پر راضی کیا اس لئے پنجاب میں یوریا کھاد کا کوئی بحران اس سال ربیع کے موسم میں پیدا نہیں ہوا۔
- (ج) ربیع 2009-10 میں پنجاب میں طلب کے مقابلے میں یوریا کھاد کی رسد بہتر تھی اس لئے ہو رڈنگ اور گراں فروشی کی شکایات بہت کم موصول ہوئیں۔ پھر بھی اب تک 22 افراد کے خلاف کھادوں کی گراں فروشی کے ضمن میں FIR اور 1,50,000 روپے جرمانہ کیا جا چکا ہے۔

کھاد کی قیمتوں کے بارے میں تفصیلات

- *1604: جناب وسیم قادر: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-
- (الف) کیا یہ درست ہے کہ کھاد کی قیمتیں کسانوں کی پہنچ سے دور ہو گئی ہیں؟
- (ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ کھاد گورنمنٹ کے مقرر کردہ ریٹ سے کہیں زیادہ بلیک میں فروخت ہو رہی ہے؟
- (ج) کیا حکومت کسانوں کو کھاد گورنمنٹ کے مقرر کردہ ریٹ پر دلوانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک؟
- وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) کھادوں کی قیمتیں عالمی مارکیٹ سے منسلک ہیں، اس لئے پچھلے سال ڈی اے پی کھاد کی قیمت ربیع کے موسم میں -/3200 روپے فی بوری تھی جو اس سال -/2300 روپے فی بوری ہے۔ اسی طرح یوریا کی قیمت -/770 روپے فی بوری ہے اس قیمت کو قائم رکھنے کے لئے حکومت پاکستان کھاد کے کارخانوں کو خطیر رقم گیس کی مد میں سبسڈی پر دے رہی ہے۔ کھادوں کی قیمتوں میں اضافہ سے چونکہ کاشتکار کی لاگت کا بڑھ گئی ہے اس لئے

گندم کی قیمت خرید - /950 روپے فی من مقرر کی گئی تاکہ کاشتکاروں کے لئے زراعت کو نفع بخش پیشہ بنایا جاسکے۔

(ب) یہ صورتحال گزشتہ برس کھادوں کی شدید کمی کی وجہ سے پیدا ہوئی اس لئے حکومت پنجاب نے سخت کارروائی کرتے ہوئے 1700 سے زائد افراد کے خلاف مقدمات درج کروائے لیکن اس سال صورتحال واضح طور پر تسلی بخش ہے اور ضرورت کے مطابق کھاد کی دستیابی سے اس کی قیمتیں بھی مناسب سطح پر ہیں۔

(ج) حکومت پنجاب کسانوں کو کھادیں مقررہ ریٹ پر فراہم کرنے کے لئے بھرپور اقدامات کر رہی ہے اور کسی بھی قسم کی گراں فروشی اور ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کے خلاف قانون کے تحت فوری کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

حکومت نے درآمدی یوریا کی ذمہ داری نیشنل فرٹیلائزر مارکیٹنگ لمیٹڈ کے سپرد کر دی ہے جو اپنے گوداموں کے ذریعے یوریا براہ راست کسانوں کو - /770 روپے فی بوری فراہم کر رہی ہے۔ اسی طرح حکومتی ادارے کے متوازی چلنے سے مارکیٹ میں قیمتوں کا استحکام پیدا ہو رہا ہے۔ کافی مقدار میں کھاد درآمد کر کے اس کی کمی کو پورا کیا جا رہا ہے اور مقررہ ریٹ پر کاشتکاروں کو کھاد کی فراہمی کو یقینی بنایا جا رہا ہے۔

زرعی ادویات اور بیج میں ملاوٹ کے تدارک کے لئے اقدامات

*1633: ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ زرعی ادویات اور بیج میں ملاوٹ کی وجہ سے کسانوں کو مالی نقصانات کا سامنا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت کی کوششوں کے باوجود زرعی ادویات میں ملاوٹ اور ناقص بیج پر مکمل طور پر قابو نہیں پایا جاسکا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ خالص زرعی ادویات اور معیاری بیج فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ کا باعث بن سکتا ہے؟

(د) اگر مندرجہ بالا کا جواب ہاں میں ہے تو کیا حکومت ہر تحصیل میں معیاری بیج اور زرعی ادویات کے لئے ڈپو بنانے کو تیار ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

- (الف) جعلی زرعی ادویات اور بیجوں میں ملاوٹ سے فصلوں کو یقیناً نقصان پہنچتا ہے۔
- (ب) یہ درست نہ ہے۔ محکمہ زراعت کی موثر کاوشوں سے زرعی ادویات کی ملاوٹ میں نمایاں کمی آئی ہے۔ معاشرے میں عمومی برائیوں کی وجہ سے ہی دیگر شعبوں کی طرح زرعی ادویات میں ملاوٹ کا رجحان گزشتہ ایک عرصہ سے بڑھ گیا تھا اس لئے موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آتے ہی سخت اقدامات کئے جس کی وجہ سے زرعی ادویات میں ملاوٹ میں واضح اور نمایاں کمی آئی ہے تاہم حکومت اسے صفر فیصد تک لانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔ اب تک 30 کروڑ روپے کی جعلی ملاوٹ شدہ ادویات یا غیر رجسٹرڈ شدہ ادویات برآمد کی جا چکی ہیں جو کہ ایک ریکارڈ ہے۔
- (ج) درست ہے۔ اس پر کوئی دورائے نہیں ہیں۔
- (د) فی الحال ڈپو بنانے کی ایسی کوئی تجویز زیر غور نہ ہے۔

پنجاب حکومت کے زرعی فارمز کی تعداد دیگر تفصیلات

*1637: چودھری عامر سلطان چیمہ: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

- (الف) پنجاب حکومت کی ملکیت کتنے بڑے سرکاری زرعی فارمز ہیں یہ کہاں کہاں واقع اور کتنے کتنے رقبہ پر مشتمل ہیں؟
- (ب) ان فارمز کو کب آباد کیا گیا تھا اب یہ فارمز کن کو کتنے عرصہ کے پٹہ پر دیئے گئے ہیں اور کتنی رقم بطور پٹہ داری سالانہ وصول کی جاتی ہے گزشتہ سال میں ان تمام فارمز سے حکومت پنجاب کو کتنی آمدن ہوئی؟
- (ج) کیا حکومت کس مرحلہ پر ان فارمز کو آباد کرنے والے کاشتکاروں کو ملکیت منتقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر جواب ہاں میں ہے تو کب تک اور کن شرائط پر اور اگر جواب نہیں میں ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

- (الف) حکومت پنجاب محکمہ زراعت کے دو شعبہ جات (شعبہ توسیع اور شعبہ ریسرچ) کے سرکاری زرعی فارمز کی کل تعداد 52 ہے اور ان کا کل رقبہ 16200 ایکڑ ہے۔ دونوں شعبہ جات کے جائے وقوع اور رقبہ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔
- (ب) ان فارمز کو مختلف ادوار میں درپیش ضرورت کے تحت آباد کیا گیا۔ یہ فارمز 1914 سے 1947 تک مختلف سالوں میں محکمہ زراعت کے پاس آئے۔ یہ فارمز مزارعین کو سالانہ پٹہ نامہ کی شرائط کی مطابق دیئے جاتے ہیں اور پٹہ نامہ کی تجدید ہر سال کی جاتی ہے۔ ان پٹہ داروں کی مد میں کوئی رقم وصول نہیں کی جاتی۔ ان فارمز سے حکومت پنجاب کو گزشتہ سال 2007-08 کل 9 کروڑ 12 لاکھ 46 ہزار 400 روپے کی آمدنی ہوئی جس کی شعبہ وار تفصیل درج ہے:

نام شعبہ	آمدنی (روپوں میں)
شعبہ توسیع	76707387/-
شعبہ ریسرچ	14539013/-
میزان	91246400/-

- (ج) حکومت ان فارمز کی ملکیت پٹہ داران کو منتقل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی کیونکہ یہ فارمز کاشتکاروں کے فوائد ہی کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ان سے پنجاب سیڈ کارپوریشن کو گندم، کپاس، دھان اور دیگر اجناس کا نیا پیدا کر کے مہیا کیا جاتا ہے۔ جو علاقہ کے کاشتکاروں کو انتہائی مناسب قیمت پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان فارمز پر کسی ایک زرعی تجربات بھی چل رہے ہیں۔ جہاں پیداواری ٹیکنالوجی کو کاشتکاروں کی نمائش کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

ضلع سرگودھا میں سبزی وغلہ منڈیوں کی تعداد دیگر تفصیلات

*1638: چودھری عامر سلطان چیمہ: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

- (الف) ضلع سرگودھا میں تحصیل وار سبزی اور غلہ منڈیوں کی تعداد اور نام بتائیں؟
- (ب) ہر سبزی اور غلہ منڈی کا رقبہ اور دکانوں کی تفصیل علیحدہ علیحدہ فراہم کی جائے؟
- (ج) گزشتہ دو سالوں کے دوران ان دکانوں سے حاصل ہونے والی آمدنی اور ان منڈیوں کے اخراجات کی تفصیل فراہم کریں؟
- (د) ان منڈیوں میں دکانات لیز یا کرایہ پر حاصل کرنے کا طریق کار کیا ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ضلع سرگودھا میں تحصیل وار سبزی و غلہ منڈیوں کی تعداد اور نام کی تفصیلات درج ذیل

ہیں:

نمبر شمار	تحصیل	نام مارکیٹ کمیٹی	نام سبزی و غلہ منڈی
1-	سرگودھا	مارکیٹ کمیٹی سرگودھا	1- نئی سبزی و فروٹ منڈی، سرگودھا
			2- غلہ منڈی، سرگودھا

(1) فیڈر مارکیٹ 46 اڈہ، سرگودھا

(2) فیڈر مارکیٹ بھاگٹانوالہ

(ب، ج) مارکیٹ کمیٹی جب بھی کوئی دکان کرایہ پر دینا چاہتی ہے تو اس کے لئے باقاعدہ اخبار میں اشتہار دیتی ہے اور نیلامی کی شرائط کے مطابق درخواست دہندہ اپنی درخواست مارکیٹ کمیٹی کو جمع کرواتا ہے۔ مارکیٹ کمیٹی یہ درخواست آکشن کمیٹی کو دیتی ہے۔ یہ آکشن کمیٹی جو کہ حکومت پنجاب محکمہ زراعت کی منظور شدہ ہے قانون کے مطابق فیصلہ کرتی ہے۔

ضلع لاہور میں واقع سبزی منڈیوں

اور غلہ منڈیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1671: جناب وسیم قادر: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع لاہور میں واقع سبزی منڈیوں اور غلہ منڈیوں کی تعداد کیا ہے اور ان کا رقبہ کتنا ہے، ان میں دکانوں کی تعداد اور ان سے حاصل ہونے والی آمدن اور اخراجات کی تفصیل کیا ہے نیز دکان حاصل کرنے کا طریق کار کیا ہے؟

(ب) مارکیٹ کمیٹی کا لائسنس جاری کرنے کا طریق کار اور لائسنس کی فیس کیا ہے نیز لاہور میں واقع منڈیوں میں لائسنس ہولڈر کتنے ہیں اور بغیر لائسنس کتنے لوگ کاروبار کر رہے ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ضلع لاہور میں کل چھ بڑی منڈیاں ہیں جب کہ تین غلہ منڈی واقع ہیں۔ ان کی تفصیل حسب

ذیل ہے:

نام سبزی منڈی	رقبہ	تعداد دکانوں	تعداد دکانوں
1- سبزی و فروٹ منڈی راوی لنگ روڈ	205 کنال	211	ملکیٹی مارکیٹ کمیٹی
2- سبزی و فروٹ منڈی کوٹ لکھپت	100 کنال	227	2

	239	294 کنال	3- سبزی و فروٹ منڈی ملتان روڈ
13	86	44 کنال 7 مرلہ	4- سبزی و فروٹ منڈی نگلہ پورہ
	43	23 کنال 12 مرلہ	5- سبزی و فروٹ منڈی جلو موڑ
	15	16 کنال	6- سبزی و فروٹ منڈی رائیونڈ
			نام غلہ منڈی
	564	97 کنال	1- غلہ منڈی، اکبری
15	49	7 کنال 12 مرلہ	2- غلہ منڈی، برکی
11	44	13 کنال	3- غلہ منڈی کابنہ نو
41	1478	میزان	

ضلع لاہور کی منڈیوں میں موجود مارکیٹ کمیٹیوں کی ملکیتی کل 41 دکانات ہیں۔ جن میں سے 26 دکانات کرایہ پر ہیں جن سے حاصل ہونے والی سالانہ آمدنی مبلغ -/75942 روپے ہے اور ان دکانات پر گزشتہ پانچ برسوں کے دوران مرمت وغیرہ پر کوئی اخراجات نہ آئے ہیں۔

منڈیوں کی دکانات کو پنجاب ایگریکلچرل پروڈیوس مارکیٹس (جنرل) رولز 1979 کے مجوزہ قاعدہ 67 کے تحت الاٹ یا نیلام کیا جاتا ہے۔ جس میں 70 فیصد دکانات پہلے سے زرعی اجناس کا کاروبار کرنے والے آڑھتی حضرات کو اور 30 فیصد دکانات بذریعہ نیلام عام دی جاتی ہیں۔ اس مقصد کے لئے محکمہ زراعت نے ایک ایک نیلام کمیٹی تشکیل دی ہوئی ہے جس کے کنوینینٹ ڈسٹرکٹ کو آرڈینیشن آفیسر اور ممبران میں ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ آفیسر زراعت، ایکسٹرا اسسٹنٹ ڈائریکٹر زراعت (ای اینڈ ایم) اور متعلقہ مارکیٹ کمیٹی کا ایڈمنسٹریٹو سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی شامل ہیں۔ مارکیٹ کمیٹی کی ملکیتی تمام دکانات کو بذریعہ نیلام عام کرایہ داری کے لئے دیا جاتا ہے۔

(ب) زرعی اجناس کے کاروبار کرنے کا خواہش مند فرد متعلقہ مارکیٹ کمیٹی کو لائسنس کے لئے تحریری درخواست فارم (اے) پر جمع کرواتا ہے اور لائسنس کی فیس -/1000 روپے ادا کرتا ہے۔ جس پر عملہ مارکیٹ کمیٹی موقع ملاحظہ کر کے رپورٹ کرتا ہے اور رپورٹ پیش ہونے کے بعد بمطابق پنجاب ایگریکلچرل پروڈیوس مارکیٹس آرڈیننس 1979 کی سیکشن 6 کے تحت مارکیٹ کمیٹی لائسنس کا اجرا کرتی ہے۔

ضلع لاہور میں لائسنس ہولڈر کی کل تعداد 1745 ہے۔

ضلع لاہور کی منڈیوں میں بغیر لائسنس کے کوئی آرٹھتی کاروبار نہ کر رہا ہے اور تمام آرٹھتی حضرات متعلقہ مارکیٹ کمیٹیز کے لائسنس ہولڈرز ہیں۔

ہارٹیکلچرل ریسرچ سٹیشن سون ویلی ریسرچ سنٹر کی تفصیلات

*1677: ملک محمد جاوید اقبال اعوان: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

- (الف) سون ویلی ریسرچ سنٹر محکمہ زراعت نے کب بنایا؟
 (ب) اس سنٹر سے عوام کو کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں اور کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ وادی غیر موسمی سبزیوں کی پیداوار کے لئے ایک موزوں علاقہ ہے؟
 (ج) اس سنٹر کے انچارج کون ہیں اور وہ کب سے اس سنٹر میں تعینات ہیں؟
 وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف)

(i) ہارٹیکلچرل ریسرچ سٹیشن سون ویلی 83-1982 سے علاقہ میں کام کر رہا ہے۔ مذکورہ سٹیشن کے پاس سرکاری زمین نہ ہونے کی وجہ سے وادی سون میں مختلف جگہوں پر لیزا یا پر ریسرچ کام ہوتا رہا ہے۔

(ii) سال 2002 میں سٹیشن ہذا کے لئے گورنمنٹ نے اپنی زمین لے کر پانچ ایکڑ پر ریسرچ سنٹر قائم کیا۔

(ب) پچیس سالہ تحقیق کے نتیجہ میں سٹیشن ہذا نے پھلوں کی درج ذیل اقسام متعارف کرائیں جن کے ہر سال دس تا پندرہ صدقہ پودے نرسری میں تیار کر کے علاقہ ہذا کے باغبان حضرات کو رعایتی نرخوں پر مہیا کئے جاتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں وادی سون اور پوٹھوہار کے ملحقہ علاقہ جات میں باغات کے رقبہ میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس وقت وادی سون میں آڑو، سیب، بادام، خوبانی، نیکٹرین اور زیتون وغیرہ کے کثیر تعداد میں باغات لگ چکے ہیں جنہوں نے ابتدائی پیداوار دے کر کسانوں کی آمدن میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے۔

نمبر شمار	نام پھل	متعارف اقسام	منظور شدہ اقسام
1	آڑو	17	06
2	انگور	18	05
3	خوبانی	07	04
4	آلو بخارہ	09	05
5	سیب	07	03

04	08	بادام	6
04	11	زیتون	7
03	03	نیکٹین	8

وادی سون میں غیر موسمی سبزیوں کی کاشت محکمہ زراعت شعبہ ریسرچ نے 1960 کے عشرے میں متعارف کروائی، اس وقت وادی سون میں مقبول عام غیر موسمی سبزیوں میں ٹماٹر، گوبھی، دھنیا، شملہ مرچ اور آلو کی کاشت انتہائی منافع بخش زراعت کا درجہ حاصل کر چکی ہے اور سبزیوں کے بیج کے کاروبار سے لے کر سبزیوں کی کاشت اور مارکیٹنگ کے عوامل میں مصروف لوگ خاطر خواہ اقتصادی فوائد حاصل کر رہے ہیں اور فی ایکڑ آمدن 60 ہزار تا ایک لاکھ روپے ہو چکی ہے۔ اس وقت وادی سون میں دس تاپندرہ ٹرک روزانہ سبزیوں کی مال برداری میں مصروف ہیں۔ اس طرح موسم گرما میں (مئی تا نومبر) مال برداری اور اقتصادی سرگرمیوں کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ علاوہ ازیں وادی سون میں سبزیوں کی کاشت کے لئے ٹنل ٹیکنالوجی بھی متعارف کرائی جا چکی ہے۔ سبزیوں کے کاشتکار حضرات کو پوری پروڈکشن ٹیکنالوجی سے آگاہی بھی دی جاتی ہے تاکہ علاقہ میں غربت کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔

(ج) ہارٹیکلچرل ریسرچ سٹیشن کا انچارج ہارٹیکلچر سٹ ہوتا ہے۔ مذکورہ پوسٹ پر تعینات آفیسر (اللہ بخش) 24-02-2007 (ایک سال آٹھ ماہ) سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

غریب کسانوں کو زرعی آلات آسان اقساط پر دینے کا مسئلہ

*1737: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے کسانوں کو آسان اقساط پر ٹریکٹر دینے کے لئے شرائط رکھی ہوئی ہیں، تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا حکومت غریب کسانوں کو آسان اقساط پر دینے والے زرعی آلات میں ریلیف دینے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) 2008-09 صوبہ پنجاب میں کاشتکاروں کو 10 ہزار ٹریکٹرز 2۔ ارب روپے سبسڈی پر فراہم کئے گئے ہیں۔ یہ سکیم اس سال بھی جاری ہے۔ جس کے لئے خوش قسمت کاشتکاروں

کو انتہائی شفاف طریقہ سے ٹریکٹر دیئے جائیں گے۔ گرین ٹریکٹر سکیم کے حصول کے لئے درخواست فارم اور جملہ تفصیلات برائے 10-2009 ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ب) 2008-09 میں حکومت پنجاب نے مشینی کاشت کے فروغ کے لئے صوبہ بھر میں گرین ٹریکٹروں کے علاوہ بے شمار زرعی آلات بھی کاشتکاروں میں تقسیم کئے۔ جن پر 50 فیصد سبسڈی کی سہولت مہیا کی گئی، چونکہ حکومت پنجاب کا پیغام صوبہ میں مشینی کاشت کا فروغ ہے اس لئے اس سال بھی ایک ارب روپے سے زیادہ لاگت سے کاشتکاروں کو 50 فیصد سبسڈی پر زرعی مشینری آلات فراہم کئے جا رہے ہیں۔

ضلع قصور میں زراعت کی بہتر پیداوار

کی حکمت عملی و دیگر تفصیلات

*1802: محترمہ ثمنہ خاور حیات: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) حکومت نے ضلع قصور میں زراعت کی بہتر پیداوار کے لئے کیا حکمت عملی تیار کی ہوئی ہے، تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ضلع قصور میں حکومت کسانوں کو بہتر سہولیات دینے کے لئے ٹریکٹروں کو آسان اقساط پر دینے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) حکومت پنجاب ضلع قصور میں زراعت کی ترقی کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کر رہی ہے:-

1- ٹریکٹر کی فراہمی

گرین ٹریکٹر سبسڈی سکیم 2008-09 کے تحت ضلع قصور میں 271 خوش نصیب کسانوں کے نام قرعہ اندازی میں نکلے ہیں۔ ان سب کو ٹریکٹرز کی الاٹمنٹ کے لیٹر جاری کر دیئے گئے ہیں۔ جن پر فی ٹریکٹر 2 لاکھ کی سبسڈی دی جا رہی ہے۔ 15 مئی 2009 تک 100 فیصد ٹریکٹروں کی ڈلیوری ہو چکی ہے۔

- 2- ٹنلز کی فراہمی:
- سبزیات کی فروغ کے لئے 50 فیصد سبسڈی پر حکومت پنجاب نے واک ان ٹنل اور پست ٹنل کے لئے ضلع قصور کے کسانوں کے لئے - / 13500000 روپے کی ٹنلز کے فنڈز مختص کئے جن کی الاٹمنٹ کے لیٹر جاری کئے جا چکے ہیں۔
- 3- زرعی آلات کی فراہمی:
- زراعت کی ترقی کے لئے حکومت پنجاب مختلف زرعی آلات پر 50 فیصد سبسڈی دے رہی ہے۔ ضلع قصور میں ریج ڈرل 9 عدد، مینڈ پلیسمنٹ ڈرل 20 عدد، سیڈ گریڈر 5 عدد اور سپرے مشین 642 عدد دیئے کا پروگرام ہے۔ جس کی قرضہ اندازی ہو گئی ہے جن پر حکومت پنجاب ضلع قصور کے کسانوں کو - / 2123900 روپے بطور سبسڈی دے رہی ہے۔
- 4- ڈیمانسٹریشن پلاٹس کے لئے زرعی مداخلت کی فراہمی:
- گندم کی بہتر پیداوار کے حصول کے لئے ضلع بھر میں مختلف زمینداروں کے پاس 82 ایکڑ پر ڈیمانسٹریشن پلاٹس کی کاشت کے لئے تمام پیداواری اخراجات بشمول نئی اقسام کینج، کھاد اور زرعی ادویات کی فراہمی جاری ہے۔ جس پر حکومت پنجاب کے - / 820000 روپے خرچ ہوں گے۔
- 5- محکمہ سیڈ گریڈرز کی فراہمی:
- حکومت پنجاب نے ضلع قصور میں نو عدد سیڈ گریڈر فراہم کئے ہوئے ہیں جن سے زمینداروں کی سہولت کے لئے گندم کے بیج کو صاف کیا جاتا ہے۔ جس سے پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے۔ زمیندار حضرات سے کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا۔ قصور میں اس سال 36 ہزار 196 من گندم کینج گریڈ کیا گیا۔
- 6- فارمر ٹریننگ و زرعی لٹریچر کی فراہمی:
- ضلع قصور میں کسانوں کو پیداواری ٹیکنالوجی سے روشناس کرنے کے لئے موسم خریف میں کما، چاول، مکئی اور سورج کھئی اور موسم ریج میں گندم کی فارمر ٹریننگ مینٹنگ کا اہتمام اور مختلف فصلات کا زرعی لٹریچر مفت تقسیم کیا گیا۔ گندم کی پیداواری ٹیکنالوجی پر مشتمل مواد کی 17100، چاول کی 5 ہزار، گنے کی 3 ہزار، سورج کھئی اور مکئی کی 1750 کاپیاں کاشتکاروں میں تقسیم کی گئیں۔
- 7- ون ونڈو آپریشن کے قرضہ جات کی فراہمی:
- صوبہ پنجاب میں ہر ضلع کی طرح ضلع قصور میں بھی فصلات پر چھوٹے کسانوں کو کھاد، بیج اور زرعی ادویات کے لئے قرضے دیئے جاتے ہیں۔ ہر سوموار کے دن محکمہ مال، زرعی ترقیاتی

بنک اور محکمہ زراعت کے آفیسرز ایک ہی جگہ بیٹھ کر کسانوں کو فوری قرضے کا حصول یقینی بناتے ہیں۔ ضلع قصور میں ربیع 2008-09 میں 250 زمینداروں کو 3 کروڑ 61 لاکھ روپے سے زیادہ کا قرضہ جاری کیا گیا۔

(ب) حکومت پنجاب نے سال 2008-09 میں 271 ٹریکٹرز بذریعہ قرضہ اندازی دو لاکھ روپے فی ٹریکٹر سبسڈی کے ساتھ ضلع قصور کے محنت کش کسانوں کو فراہم کرنے کا پروگرام بنایا جس کے تحت 15۔ مئی 2009 تک 100 فیصد ٹریکٹروں کی ڈلیوری ہو چکی ہے۔ علاوہ ازیں زرعی ترقیاتی بنک، پنجاب بنک اور دیگر بنک بھی قسطوں پر ٹریکٹر فراہم کر رہے ہیں۔

ضلع قصور میں کم زمین رکھنے والے کسانوں کو قرضہ معاف کرنے کا مسئلہ

*1803: محترمہ نمینہ خاور حیات: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے ضلع قصور میں کسانوں کو آسان اقساط پر ٹریکٹر دینے کے لئے شرائط رکھی ہوئی ہیں، تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت نے ضلع قصور میں غریب اور کم زمین رکھنے والے کسانوں کا قرضہ معاف کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) حکومت پنجاب نے صوبہ بھر میں کاشتکاروں کو رعایتی قیمت پر گرین ٹریکٹر فراہم کئے ہیں۔ اس سلسلہ میں 2۔ ارب روپے کی گرانٹ فراہم کی گئی اور کاشتکاروں کو 10000 ٹریکٹر بحساب 2 لاکھ روپے سبسڈی فی ٹریکٹر فراہم کئے گئے۔ ان میں سے 271 ٹریکٹر صرف ضلع قصور میں فراہم کئے گئے اور 30۔ ستمبر 2009 تک تمام ٹریکٹر ڈلیور ہو چکے ہیں۔ (گرین ٹریکٹر کے حصول کے لئے درخواست فارم میں درج جملہ شرائط ہیں۔ فارم ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے)

اس کے علاوہ مختلف بنکوں مثلاً زرعی ترقیاتی بنکوں لمیٹڈ، بنک آف پنجاب، نیشنل بنک آف پاکستان اور دیگر بنکوں کی طرف سے آسان قرضوں کے ذریعے ٹریکٹروں کی الاٹمنٹ کے پروگرام علیحدہ چل رہے ہیں۔

(ب) تمام بنک زرعی قرضے سٹیٹ بنک آف پاکستان کے مروجہ قوانین کے تحت دیتے ہیں جس میں تبدیلی یا قرضے معاف کرنا حکومت پنجاب کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔

ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ فیصل آباد کی تفصیلات

*1961: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ فیصل آباد نے 2007 میں چاول کی کتنی نئی اقسام دریافت کیں؟

(ب) متذکرہ ادارے کو سال 2007-08 میں کتنا فنڈ تحقیقی شعبہ کے لئے دیا گیا؟

(ج) متذکرہ ادارے میں کل کتنا سٹاف کام کر رہا ہے، تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ فیصل آباد کے ذیلی ادارہ کالاشاہ کا کو سے 2007 کے دوران دھان کی کوئی قسم ایجاد نہیں ہوئی تاہم 1960 سے اب تک گیارہ اقسام کی گئیں۔ آخری قسم KSK-133:2006 میں دریافت کی گئی جس کی پیداواری صلاحیت 105 من فی ایکڑ ہے اس کا چاول قسم IR-6 کی نسبت زیادہ لمبا ہے اور یہ IR-6 سے جلدی پکتی ہے اور منڈی میں اس کی قیمت زیادہ ملتی ہے۔

(ب) بجٹ برائے تنخواہ مع الاؤنسز = مبلغ - / 16016000 روپے

اپریشنل بجٹ = مبلغ - / 5498000 روپے

کل بجٹ سال 2007-08 = - / 21514000 روپے

(ج) تحقیقاتی ادارہ دھان کالاشاہ کا کو میں سٹاف کی تعداد 115 ہے۔

سائنسدان = 41 غیر سائنسدان = 74

سائنسدانوں کی خالی پوسٹوں کی تعداد = 19

غیر سائنسدانوں کی خالی پوسٹوں کی تعداد = 16

پنجاب میں فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کے لئے اقدامات

*2143: جناب محمد اعجاز شفیع: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب میں زراعت کی فصلوں کو بہتر کرنے کے لئے زرعی تحقیقاتی اداروں نے گندم، چاول، گنا اور کپاس کی کون سی نئی اقسام کسانوں کو انٹریڈیوس کروائی ہیں، تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ گندم، چاول، گنا اور کپاس کی نئی ورائٹی نہ ہونے کے باعث یہ فصلیں اپنی اوسط پیداوار کم کر رہی ہیں؟

(ج) سال 2004 تا 2007 کون سی ورائٹیز چاول، گندم، کپاس اور گنا کی تیار کی گئی ہیں موجودہ فصلوں کو بیماریوں سے بچاؤ اور فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کا کیا طریق کار متعارف کروایا ہے، تفصیلاً بیان کیا جائے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) پنجاب میں زراعت کی فصلوں کو بہتر کرنے کے لئے زرعی اداروں نے گندم، چاول، گنا اور کپاس کی جو نئی اقسام متعارف کروائی ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:-

گندم: سحر-06، شفق-06، فرید-06، لاثانی-08، فیصل آباد-08، معراج-08 اور چکوال-50

چاول: سپر باسنتی، باسنتی 2000 اور کے ایس کے 133

گنا: سی پی ایف 237، ایس پی ایف 213، سی او جے 84، ایس پی ایف 234،

اتچ ایس ایف 240، ایس پی ایف 245، اتچ ایس ایف 242، سی پی ایف 243

کپاس: ایم این اتچ-786، بی اتچ-160، ایف اتچ-1000، ایف اتچ-900، ایف اتچ-01،

ایم این اتچ-554، ایم این اتچ-552، بی اتچ-118، ایف وی اتچ-53،

ایم این اتچ-329، ایف اتچ-634، آر اتچ-112، ایس-14، ایس ایل ایس-1،

ایم این اتچ-147، بی اتچ-36، گوہر-87، آر اتچ-1، ایف ڈی اتچ-228

(ب) گندم:

گندم کی پیداوار نئی اقسام کے نہ بونے کی وجہ سے کم نہیں ہو رہی بلکہ پانی کی کمی، کھاد کی بروقت عدم دستیابی، ڈیزل اور بجلی کی بڑھتی ہوئی قیمتوں اور مطلوبہ زرعی آلات کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

چاول:

چاول کی نئی اقسام کی پیداواری صلاحیت کم نہیں ہوئی، مجموعی طور پر دھان کی پیداوار میں اضافہ ہو رہا

ہے۔ سال 2001-02 میں پیداوار تقریباً 26 من ایکڑ تھی جو کہ سال 2007-08 میں بڑھ کر تقریباً

32 من فی ایکڑ ہو گئی ہے۔

گنا:

گنے کی پیداوار نئی اقسام کے نہ بونے کی وجہ سے کم نہیں ہو رہی کیونکہ پچھلے 6 سالوں میں گنے کی 8 نئی اقسام متعارف کروائی گئی ہیں جو کاشت کی جا رہی ہیں۔ پیداوار میں کمی کی بنیادی وجہ پانی کی کمی، کھاد کی بروقت عدم دستیابی، ڈیزل اور بجلی کی بڑھتی ہوئی قیمتیں، پیداواری ٹیکنالوجی کا استعمال نہ ہونا اور مطلوبہ زرعی آلات کی کمی ہے۔

کپاس:

کپاس کی زیر تجربہ اقسام کی پنجاب سیڈ کارپوریشن کے فارم پر پیداواری صلاحیت سال 2008-09 میں درج ذیل اقسام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کپاس کی پیداواری صلاحیت کافی ہے۔

FH-2015 (پیداوار 48.6 من فی ایکڑ)، FH-113 (پیداوار 44.7 من فی ایکڑ)، CIM-496 (پیداوار 35.4 من فی ایکڑ)، FH-941 (پیداوار 46.3 من فی ایکڑ)، CRSM-2007 (پیداوار 44.2 من فی ایکڑ)

گندم:

(ج)

2004-07 کے دوران گندم کی اقسام سحر-06، شفق-06، فرید-06، متعارف کروائی گئیں جن کی زیادہ پیداوار کے حصول کے لئے جو سفارشات مرتب کی گئی ہیں ان کے مطابق بہترین وقت کاشت یکم تا 20۔ نومبر ہے اور بیج کی مقدار فی ایکڑ 40 تا 50 کلوگرام ہے۔

55(N)-46(P)-25(K) کھاد 50 کلوگرام فی ایکڑ اور 3 سے 4 آبپاشیاں سفارش کی گئی ہیں۔

چاول:

سال 2006 میں چاول کی نئی قسم KSK-133 تیار کی گئی ہے جس کی پیداواری صلاحیت 100 من سے زیادہ ہے اور اس کے دانے کی لمبائی بھی پرانی اقسام IR-6 اور KS282 سے زیادہ ہے۔ جس کی وجہ سے مارکیٹ میں اس کی بہتر قیمت ملے گی۔ چاول کی فصل میں کیرے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے اور اسے آسانی سے کنٹرول کر لیا جاتا ہے۔ البتہ بیماریوں میں BLB کا مسئلہ ہے اور اگر صحیح وقت پر صحیح دوائی کا سپرے کر دیا جائے تو یہ کنٹرول ہو جاتی ہے۔ 2005-06 میں تجربات کی روشنی میں ایک نئی دوائی بورڈیکس مکسچر منظور کی گئی ہے جو زمیندار گھر میں خود تیار کر سکتا ہے۔ جس سے اس کی کوالٹی کی بھی ضمانت ہوگی اور بیماری کو کنٹرول کرنے میں زیادہ موثر ہوگی۔ اس کے علاوہ تحقیقاتی ادارہ کالاشاہ کا کونے باسمتی چاول کی نئی قسم باسمتی 00515 تیار کی ہے اور اس کا مسودہ منظوری کے لئے بھیجا گیا ہے۔

گنا:

2004 سے 2007 تک کماڈ کی تین نئی اقسام مثلاً ایس پی ایف 245، ایچ ایس ایف 242 اور سی پی ایف 243 تیار کی گئی اور عام کاشت کے لئے منظور کروائی گئیں۔ اس کے علاوہ گنے کی پندرہ نئی اقسام تیار کی گئی ہیں۔ جن میں سے ایک قسم سی پی ایف 246 منظوری کے مراحل سے گزر رہی ہے اور

دوسری قسم سی پی ایف 247 منظوری کے لئے پیش کی جانے والی ہے جب کہ باقی 13 نئی اقسام تحقیقاتی عمل کے آخری مراحل میں ہیں جن میں سے دو اقسام سی پی ایف 248 اور سی پی ایف 1249 اگلے سال منظوری کے لئے پیش کی جائیں گی۔ 11 اقسام مثلاً ایس 2002 یو ایس 133، ایس 2003 یو ایس 694، ایس 2003 یو ایس 127، ایس 2003 یو ایس 165، ایس 2003 یو ایس 247، ایس 2003 یو ایس 394، ایس 2003 یو ایس 704، ایس 2003 یو ایس 718، ایس 2003 یو ایس 778 ایس 2000 یو ایس 50 اور ایس 2001 ایس پی 104 پر تحقیقاتی کام جاری ہے۔ یہ تمام اقسام بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت رکھتی ہیں۔ نیزی ایکڑ پیداوار بڑھانے کے لئے گنے کی چارٹ کے فاصلہ پر گہری کھیلیوں میں کاشت کی نئی پیداواری ٹیکنالوجی متعارف کرائی گئی ہے۔ جس سے پانی کی تقریباً 50 فیصد بچت کے ساتھ ساتھ گنے کے نہ کرنے کی وجہ سے پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے اور جینی کی پیداوار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

کپاس:

2004 تا 2007 تک کپاس کی اقسام MNH-786، BH-160 متعارف کرائی گئی ہیں۔ نئی زیر تجربہ کپاس کی اقسام وائرس کے خلاف CIM-496 کی نسبت زیادہ مدافعت رکھتی ہیں۔ سال 2004 تا 2007 کپاس کے رس چوس کیڑوں کے خلاف 12، چنگبری سنڈی کے خلاف 21، امریکن سنڈی کے خلاف 14، گلابی سنڈی کے خلاف 12، بناتاتی جوؤں کے خلاف 3، ملی بگ کے خلاف 7 اور لشکری سنڈی کے خلاف 13 کیڑے مار زہروں پر تحقیق کی گئی اور کپاس کے کیڑوں کے خلاف کیمیائی طریقہ تدارک موثر پایا گیا۔

زراعت پر 18 فیصد ٹیکس لگانے کا معاملہ

*2205: مسز شہزادی عمر زادی ٹوانہ: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وفاقی حکومت نے آئی ایم ایف کے دباؤ پر زراعت پر 18 فیصد کی شرح سے ٹیکس لگانے کے لئے صوبائی حکومت کو کہا ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت غریب کسانوں کی بہتری کے لئے یہ ٹیکس نہ لگانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) یہ درست نہ ہے

قومی اسمبلی کے دسواں اجلاس مورخہ 2009-01-25 کو وفاقی وزیر خوراک نے ایوان بالا کو اپنے موقف سے آگاہ کیا کہ حکومت پر آئی ایم ایف کا زرعی ٹیکس لگانے کے لئے کوئی دباؤ نہیں ہے حکومت کسی قسم کا زرعی ٹیکس لگانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(ب) حکومت غریب کسانوں کی بہتری کے لئے زرعی ٹیکس لگانے کا ارادہ نہیں رکھتی ہے۔

بائیو گیس کا پلانٹ لگانے کا معاملہ

*2242: رانا محمد افضل خان: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا محکمہ زراعت نے پنجاب میں کہیں بھی بائیو گیس کا پلانٹ تجرباتی یا تحقیقاتی مقاصد کے لئے بنا کر چلایا ہے، جس سے ہمارے زمینداروں کو موقع ملے کہ وہ اسے دیکھ کر اپنے اپنے علاقہ میں ایسے پلانٹ بنوا سکیں؟

(ب) اگر جواب ہاں میں ہے تو ایسا پلانٹ کس جگہ لگایا گیا ہے اگر نہیں تو کیا حکومت ایسا پلانٹ لگانے کا ارادہ رکھتی ہے اور کیا اس کا ڈیزائن محکمہ زمینداروں کو مہیا کر سکتا ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) محکمہ زراعت انجینئرنگ ونگ کے زیر انتظام زرعی تحقیقاتی ادارہ فیصل آباد 1987 سے اس ٹیکنالوجی پر کام کر رہا ہے۔ اور اس مقصد کے لئے چار عدد بائیو گیس پلانٹس مشینری ڈیمانسٹریشن فارم پر اپنے پٹہ داروں کے ڈیروں پر لگا رکھے ہیں۔ تمام بائیو گیس پلانٹس چالو حالت میں ہیں اور تحقیقاتی مقاصد کے لئے ہر روز مختلف پیرامیٹر کا ڈیٹا لیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے زمیندار یہاں آکر ان کو چالو حالت میں دیکھ کر ان سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔ ہمارا ادارہ زمینداروں کے فارمز پر بائیو گیس لگانے کے سلسلہ میں مشاورتی اور تکنیکی خدمات فراہم کر رہا ہے اور بہت سے زمینداروں نے ہمارے تعاون سے اپنے فارمز پر بائیو گیس پلانٹس لگا رکھے ہیں۔

(ب) یہ پلانٹ فیصل آباد زرعی انجینئرنگ ریسرچ (ایمری) کے مشینری ڈیمانسٹریشن فارم پر پٹہ داروں کے فارم ہاؤسز پر لگائے گئے ہیں۔ جو زمیندار بائیو گیس پلانٹ لگانے کے خواہش مند ہوتے ہیں وہ زرعی انجینئر (ریسرچ) جھنگ روڈ، فیصل آباد ٹیلیفون نمبر 041-2652902 پر رابطہ کر کے ڈیزائن سمیت ہر قسم کا تعاون حاصل کر سکتے ہیں۔

محکمہ زراعت ڈی جی اور ڈائریکٹرز کی اسامیوں سے متعلقہ تفصیلات

*2281: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محکمہ زراعت میں ڈائریکٹر جنرل اور ڈائریکٹرز کی منظور شدہ اسامیاں کتنی اور کس کس گریڈ اور شعبہ جات کی ہیں؟

(ب) ان اسامیوں پر تعیناتی کے لئے تجربہ، تعلیمی قابلیت اور گریڈ کی تفصیل بیان کریں؟

(ج) ان اسامیوں پر تعینات آفیسرز کے نام، ولدیت، ڈومی سائل، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور تجربہ کی تفصیل بیان کریں؟

(د) ان میں سے کتنے آفیسرز مطلوبہ تعلیمی قابلیت، تجربہ اور گریڈ کے حامل ہیں اور کون کون سے ان ریگولر منٹ پر پورا نہیں اترتے؟

(ه) کیا حکومت متعلقہ تعلیمی قابلیت، عمدہ اور گریڈ کے حامل افراد کی تعیناتی ان اسامیوں پر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) محکمہ زراعت کے 8 شعبہ جات میں 5 عدد ڈائریکٹر جنرل (بی ایس 20) اور 37 عدد ڈائریکٹرز (بی ایس 19) کی اسامیاں ہیں جن کی شعبہ وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان اسامیوں کے تجربہ اور تعلیمی قابلیت کے بارے میں شعبہ وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ان اسامیوں پر تعینات ڈائریکٹر جنرل اور ڈائریکٹرز کے نام، ولدیت، ڈومی سائل، گریڈ تعلیمی قابلیت اور تجربہ کی شعبہ وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) موجودہ سروس رولز اور تجویز کردہ سروس رولز کے مطابق سبھی آفیسر ان ریگولر ترقی کے اہل ہیں اور ان میں کوئی آفیسر ایسا نہ ہے جو مطلوبہ معیار پر پورا نہ اترتا ہو۔

(ه) کیونکہ ان تمام اسامیوں پر بذریعہ پرموشن / ترقی ہونا مقصود ہے لہذا ان اسامیوں پر باہر سے کسی اور فرد کو تعینات نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم پہلے ہی ان اسامیوں پر اہل افراد سنیارٹی کے اعتبار سے عارضی / مستقل طور پر تعینات ہیں اور سروس رولز میں تبدیلی کے بعد سنیارٹی کے اعتبار سے انہی کو پہلے ترجیح دی جائے گی۔

ضلع میانوالی میں قدرتی آفات کی وجہ سے کسانوں

کوریلیف دینے کی تفصیلات

*2449: محترمہ نکمت ناصر شیخ: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

- (الف) ضلع میانوالی میں سال 2008 کے دوران چنے کی کتنی پیداوار حاصل کی گئی؟
 (ب) کیا یہ درست ہے کہ ضلع میانوالی میں سال 2007 کے دوران قدرتی آفات کی وجہ سے کسانوں کی چنے کی فصل تباہ ہونے کی وجہ سے شدید مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا؟
 (ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت نے کسانوں کو ریلیف دینے کے لئے قرضہ جات میں کچھ عرصہ کے لئے چھوٹ دی تھی؟
 (د) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت نے متذکرہ کسانوں کو آبیانہ بھی معاف کر دیا تھا؟
 (ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت نے متاثرہ کسانوں کو ریلیف دینے کے لئے جو رقم خرچ کی تھی وہ ابھی تک کسانوں کو نہ مل سکی؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

- (الف) سال 09-2007 کے دوران ضلع میانوالی میں چنے کی فصل 190300 ایکڑ پر کاشت کی گئی اور اس سے 18300 ٹن پیداوار حاصل ہوئی جو کہ 5.07 من فی ایکڑ تھی۔
 (ب) سال 07-2006 کے دوران ضلع میانوالی میں چنے کی فصل 198300 ایکڑ رقبے پر کاشت ہوئی اور اس کی پیداوار 33600 ٹن تھی جو کہ 8.55 من فی ایکڑ تھی۔ 07-2006 میں چنے کی فصل قدرتی آفات سے تباہ نہیں ہوئی۔
 (ج) نہیں۔
 (د) نہیں۔
 (ہ) جز (ب) میں مفصل جواب دیا گیا ہے کہ قدرتی آفات سے فصل تباہ نہیں ہوئی اس لئے ریلیف دینے کا سوال غیر متعلقہ ہے۔

اصلاح آبپاشی کے صوبائی دفاتر میں ملازمین کو ریٹائرمنٹ

کے بعد ملازمت دینے کی تفصیلات

*2572: جناب محمد اعجاز شفیع: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

- (الف) اصلاح آپاشی کے صوبائی دفتر میں کتنے ملازمین ہیں جنہیں ریٹائرمنٹ کے بعد ملازمت دی گئی ہے۔ ان کی تفصیل بتائی جائے نیز بھرتی کرنے کا طریق کار بھی بتایا جائے؟
- (ب) اگر محکمہ ریٹائرڈ اہلکاران و افسران کے ساتھ وقتاً فوقتاً مشاورت کرتا ہے تو معاوضہ کیا دیا جاتا ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

- (الف) محکمہ زراعت کے شعبہ اصلاح آپاشی کے صوبائی دفتر میں کوئی بھی ریٹائرڈ ملازم کام نہیں کر رہا ہے اور نہ ہی کسی ریٹائرڈ ملازم کو دوبارہ ملازمت پر تعینات کیا گیا ہے۔
- (ب) کسی بھی ریٹائرڈ ملازم / اہلکار کو کسی بھی پراجیکٹ یا دیگر معاملات کے صلاح و مشورے کے لئے نہیں بلایا جاتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی معاوضہ دیا جاتا ہے۔

ہب فارمر کا قیام و دیگر تفصیلات

*2792: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

- (الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ زراعت کسانوں کو بہتر معلومات فراہم کرنے کے لئے ہب فارمر کا قیام عمل میں لایا ہے؟
- (ب) ہب فارمر کے قیام کی منظوری کس اتھارٹی نے کب دی؟
- (ج) متذکرہ فارمر کو قابل عمل بنانے کے لئے سال 2008-09 کے دوران کتنی رقم رکھی گئی؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

- (الف) ہب فارمر پروگرام مئی 2008 میں شروع کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد گاؤں میں ایک ترقی پسند زمیندار کے فارم کا انتخاب کرنا۔ اس کو اور گاؤں کے دوسرے زمینداروں کو جدید ٹیکنالوجی فراہم کرنا اور اس کاشتکار کے ذریعے گاؤں میں اس ٹیکنالوجی کی نمائش کرنا ہے تاکہ گاؤں کے دوسرے کاشتکار اس کو دیکھ کر تقلید کریں۔ اس ہب فارمر کے پاس کاشتکار اکٹھے ہوتے ہیں اور فیلڈ اسٹنٹ اس جگہ اپنے دیئے گئے پروگرام کے مطابق جاتا ہے۔ یہ ہب فارمر ہر سال تبدیل کر دیا جائے گا۔
- (ب) ہب فارمر پروگرام کی منظوری سیکرٹری زراعت پنجاب نے دی۔

(ج) محکمہ ہڈانے ہب فارمر پروگرام کے لئے کوئی رقم مختص نہ کی ہے۔ یہ صرف کاشتکار اور توسیعی کارکن کے درمیان زیادہ بہتر روابط قائم کرنے کی ایک سعی ہے۔

اصلاح آبپاشی کی تفصیلات

*2904: رانا آصف محمود: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) صوبہ میں آب پاشی کی اصلاح کے لئے حکومت کہاں کہاں کھالہ جات کو پختہ کر رہی ہے؟

(ب) کھالہ جات تعمیر کرنے کے لئے علاقے کے انتخاب کا کیا معیار ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) صوبہ کے 29 اضلاع جن میں نہری کھالہ جات موجود ہیں، پختہ کیا جا رہا ہے۔

(ب) پنجاب کے تمام نہری علاقے جو کہ 29 اضلاع پر مشتمل ہیں، میں کھالہ جات کی تعمیر کے پروگرام میں شامل ہیں۔

پنجاب میں کھاد کی بروقت دستیابی کے لئے حکومتی اقدامات

*3006: چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موجودہ فصل ربیع میں کھاد کی کمی پیش آئی حکومت اس قسم کی صورتحال سے بچنے کے لئے کیا اقدامات کب تک اٹھانے کو تیار ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ب) آئندہ فصل خریف میں پنجاب میں کتنے رقبہ پر دھان کی کاشت کا اندازہ ہے، نیز اس سلسلے میں کھاد کی مختلف اقسام کی کتنی مقدار درکار ہوگی اور حکومت نے اس کی بروقت دستیابی کے لئے کیا اقدامات اٹھائے ہیں؟

(ج) کھاد کی دستیابی میں حکومت پنجاب کا اختیار کس حد تک ہے اور حکومت اس کمی کے ذمہ داران کے خلاف کیا اقدامات کرنے کو تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ربیع 09-2008 کے دوران فصل گندم کے کاشتہ رقبے میں اضافے کے باعث یوریا کھاد کی مانگ میں بھی اضافہ ہوا۔ یوریا کے حاضر سٹاک کی کمی اور درآمد میں تاخیر کے باعث دسمبر 2008 اور جنوری 2009 میں یوریا کی کمی کا سامنا کرنا پڑا لیکن ربیع کی فصل پر یوریا کھاد کا استعمال 20 لاکھ 71 ہزار ٹن ریکارڈ کیا گیا جو کہ پچھلے سال کے 20 لاکھ 86 ہزار کے مقابلہ میں بہت ہی کم فرق ہے۔ لیکن یہ کھاد چونکہ تاخیر سے پہنچی۔ اس لئے کاشتکار بھائیوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مزید برآں حکومت پنجاب نے سال 2008 کے دوران کھاد کے گراں فروشوں اور ذخیرہ اندوزوں کے خلاف بھرپور مہم چلائی۔ اس مہم کے دوران 1808 چھاپے مار کر 139 ملزمان کو حراست میں لیا گیا۔ 1481 ایف آئی آر درج کروائی گئیں، اور 15 کروڑ 51 لاکھ 54 ہزار روپے کی ذخیرہ کردہ کھادیں قبضے میں لے لی گئیں۔ زیادہ قیمتیں وصول کرنے کے خلاف 41 لاکھ 25 ہزار روپے جرمانہ عائد کیا گیا۔ لہذا حکومت پنجاب نے سابقہ صورت حال سے بچنے کے لئے وفاقی حکومت کو بروقت مطلع کیا ہے کہ یوریا کھاد کی ملکی پیداوار خریف 2009 کی فصلات کے لئے ناکافی ہے لہذا بروقت درآمدات کو یقینی بنایا جائے تاکہ پنجاب کو 1845 ہزار ٹن یوریا کھاد فراہم کی جاسکے۔ علاوہ ازیں کھاد کے گراں فروشوں اور ذخیرہ اندوزوں کے خلاف مہم کو مزید شدت کے ساتھ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔

یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ درآمدی یوریا کی تیز اور بروقت تقسیم کے لئے این ایف سی کی کھادیں ڈیلرز کے ذریعے فروخت کی جائیں تاکہ کسان بھائیوں کو گھر کے نزدیک صحیح نرخوں پر آسانی سے کھاد مہیا ہو سکے۔

(ب) صوبہ پنجاب میں آئندہ فصل خریف میں تقریباً 43 لاکھ ایکڑ رقبہ پر دھان کی کاشت متوقع ہے۔ صوبہ پنجاب میں فصلات خریف کے لئے مجموعی طور پر 18 لاکھ 45 ہزار ٹن یوریا اور 4 لاکھ 7 ہزار ٹن ڈی اے پی کھاد درکار ہوگی۔ حکومت پنجاب نے فصلات خریف کے لئے کھادوں کی بروقت دستیابی کے لئے نتیجہ خیز منصوبہ بندی کی ہے جس کے تحت تمام اضلاع کو اہداف ارسال کر دیئے گئے ہیں۔ ان اہداف کے مطابق متعلقہ ضلع میں کھاد کی دستیابی کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات پر عملدرآمد کیا جائے گا:-

- 1- کھاد بنانے والی کمپنیوں کی جانب سے تمام اضلاع کو روزانہ میٹا کی جانے والی کھاد کی متعلقہ ضلع کو فراہمی کو یقینی بنایا جائے گا اور تمام اضلاع کے متعلقہ آفیسر بھی کھاد کی دستیابی کا مکمل ریکارڈ رکھیں گے۔
 - 2- صوبہ پنجاب سے دوسرے صوبوں کو کھادوں کی غیر قانونی ترسیل روکنے کے لئے بھرپور اقدامات کئے جا رہے ہیں۔
 - 3- وزیر زراعت پنجاب کے حکم پر محمد آصف خان (پراجیکٹ ڈائریکٹر فروٹ اینڈ وینجٹیبیل) خالد محمود (ای ڈی او، رحیم یار خان) کو ذاتی طور پر گواہ بھیجا گیا تاکہ پورٹ سے کھاد کی ڈلیوری اور ملک کے دوسرے حصوں میں ترسیل کی ذاتی طور پر نگرانی کر سکیں اور حکومت کو روزانہ کی بنیاد پر کھاد کی ترسیل سے متعلق رپورٹ دیں۔
 - 4- TCP (ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان) کے ذریعے باہر کے ملکوں سے درآمد شدہ کھاد کو NFML (نیشنل فرٹیلائز مارکیٹنگ لمیٹڈ) کے 600 مقررہ کردہ ڈیلروں کے ذریعے صوبہ بھر کے کاشتکاروں کو حکومت کے مقرر کردہ نرخوں پر کھاد کی فراہمی کو یقینی بنایا جا رہا ہے۔
- (ج) حکومت پنجاب فرٹیلائز کنٹرول آرڈر 1973 کے تحت کھادوں کو ترتیب (Regulate) کرتی ہے اور اسی کے تحت ہی کھادوں کی ذخیرہ اندوزی اور گراں فروشی کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔ اسی اختیار کو استعمال کرتے ہوئے محکمہ زراعت نے سال 2008 میں 1481 اور سال 2009 میں 30۔ اپریل (اختتام ربیع 09۔2008) تک 243 ایف آئی آر درج کروائیں اور اگر دوبارہ ایسی صورت حال پیدا ہوئی تو مزید سخت اقدامات کئے جائیں گے۔

ڈی ڈی او زراعت چک جھمرہ کے زیر استعمال گاڑیوں کی تعداد و تفصیل

*3013: جناب محمد اجمل: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

- (الف) ڈی ڈی او زراعت چک جھمرہ (فیصل آباد) کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں، ان کے نمبر اور ماڈل بتائیں؟
- (ب) یہ گاڑیاں کس کس کے استعمال میں ہے ان کے نام، عمدہ اور گریڈ بتائیں؟
- (ج) ان گاڑیوں کے سال 2007-08 اور 2008-09 کے مرمت اور پٹرول / ڈیزل کے اخراجات بتائیں؟
- (د) گاڑی نمبر ایل ایچ آر 7549 جس کے زیر استعمال ہے اس کا نام، عمدہ اور گریڈ بتائیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ڈی ڈی اوزراعت (توسیع) چک جھمرہ (فیصل آباد) کے پاس ایک گاڑی ہے۔ گاڑی نمبر

LHR-7549 سوزو کی جیب ماڈل 1987

(ب) یہ گاڑی ڈی ڈی اوزراعت (توسیع) چک جھمرہ کے عمدہ کے ساتھ منسلک ہے اس کا استعمال

بھی ڈی ڈی اوزراعت چک جھمرہ ہی کرتا ہے۔

نام عمدہ گریڈ
محمد افضل ولد دین محمد ڈی ڈی اوزراعت (توسیع) چک جھمرہ (فیصل آباد) 18

(ج) گاڑی نمبر LHR-7549 کے سال 2007-08 اور 2008-09 کے مرمت اور پٹرول کے

اخراجات مندرجہ ذیل ہیں:

سال	2007-08	2008-09
مرمت	64900/- روپے	24387/- روپے
پٹرول	137818/- روپے	126935/- روپے

(د) گاڑی نمبر LHR-7549 ڈی ڈی اوزراعت (توسیع) چک جھمرہ ضلع فیصل آباد کے

زیر استعمال ہے۔

نام عمدہ گریڈ
محمد افضل ولد دین محمد ڈی ڈی اوزراعت (توسیع) چک جھمرہ (فیصل آباد) 18

ڈی ڈی اوزراعت چک جھمرہ، ملازمین کی تعداد و تفصیل

*3014: جناب محمد اجمل: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر زراعت چک جھمرہ (فیصل آباد) کے دفتر میں کتنے ملازمین کام کر

رہے ہیں؟

(ب) اس آفس میں گریڈ 11 اور اوپر کی کتنی اسامیاں ہیں، ان پر کام کرنے والے ملازمین کے

نام، عمدہ، گریڈ اور تعلیمی قابلیت بیان کریں؟

(ج) اس آفس میں کتنے ملازم مستقل ہیں اور کتنے ملازم ڈیپوٹیشن پر کام کر رہے ہیں؟

(د) ڈیپوٹیشن پر کام کرنے والے ملازمین کے نام، عمدہ، اور گریڈ علیحدہ علیحدہ بتائیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر زراعت چک جھمرہ (فیصل آباد) کے دفتر میں کل سات ملازمین کام کر رہے ہیں۔

(ب) اس آفس میں گریڈ 11 اور اوپر کی اسامیوں پر کام کرنے والے ملازمین کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:-

نمبر شمار	نام بچہ ولدیت	عمدہ	گریڈ	تعلیمی قابلیت
1	محمد افضل ولد دین محمد	ڈی ڈی اوزراعت	17	ایم ایس سی آرزراعت
2	ساجد محمود قاسم ولد محمد حبیب	زراعت آفیسر	17	ایم ایس سی آرزراعت
3	محمد ظفر اقبال ولد محمد یعقوب	زراعت آفیسر	17	پی ایچ ڈی (ایگری کولٹیچ)
4	ذوالفقار علی ولد نظام الدین	زراعت آفیسر	12	ایم ایس سی آرزراعت
5	محمد شفیق ولد بشیر احمد	زراعت انسپکٹر	11	میٹرک بچہ ڈپلومہ ایف اے
6	زاہد شفیق ولد محمد شفیق احمد	فیلڈ اسٹنٹ	11	میٹرک بچہ ڈپلومہ ایف اے
7	محمد افضل ولد محمد صدیق	فیلڈ اسٹنٹ	11	میٹرک بچہ ڈپلومہ ایف اے
8	علی احمد ولد ظفر اقبال	فیلڈ اسٹنٹ	11	میٹرک بچہ ڈپلومہ ایف اے
9	صدیق مسیح ولد شاہنا مسیح	فیلڈ اسٹنٹ	11	میٹرک بچہ ڈپلومہ ایف اے
10	طارق مصطفیٰ ولد حکم دین	فیلڈ اسٹنٹ	11	میٹرک بچہ ڈپلومہ ایف اے
11	محمد شفیق ولد عبدالعزیز	فیلڈ اسٹنٹ	11	میٹرک بچہ ڈپلومہ ایف اے
12	منور حسین ولد فضل احمد	فیلڈ اسٹنٹ	11	میٹرک بچہ ڈپلومہ ایف اے
13	طارق سلیم ولد حمید احمد	فیلڈ اسٹنٹ	11	میٹرک بچہ ڈپلومہ ایف اے
14	شاہد حسین ولد نور محمد	فیلڈ اسٹنٹ	11	میٹرک بچہ ڈپلومہ ایف اے
15	بہادر علی ولد مقبول احمد	فیلڈ اسٹنٹ	11	میٹرک بچہ ڈپلومہ ایف اے
16	محمد ایوب ولد سیف الملوک	فیلڈ اسٹنٹ	11	میٹرک بچہ ڈپلومہ ایف اے
17	رفاقت علی ولد عبدالغنی	فیلڈ اسٹنٹ	11	میٹرک بچہ ڈپلومہ ایف اے
18	مقصود احمد ولد ہوش محمد	فیلڈ اسٹنٹ	11	میٹرک بچہ ڈپلومہ ایف اے

(ج) اس آفس میں تمام ملازمین مستقل ہیں اور ڈپوٹیشن پر کوئی ملازم کام نہیں کر رہا ہے۔

(د) ڈپوٹیشن پر کوئی ملازم کام نہیں کر رہا لہذا نام، عمدہ اور گریڈ علیحدہ علیحدہ کی ضرورت نہ ہے۔

کائن ریسرچ سٹیشن پر اناشجاع آباد روڈ

ملتان کا قیام و دیگر تفصیلات

*3405: جناب عبدالوحید چودھری: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کائن ریسرچ سٹیشن پر اناشجاع آباد روڈ ملتان کب قائم کیا گیا تھا اس کے مقاصد بتائیں؟

- (ب) یہ کتنے رقبہ پر قائم ہے؟
 (ج) اس میں کس کس فصل پر ریسرچ کی جاتی ہے؟
 (د) اس ریسرچ سٹیشن سے اگر کسی فصل کا کوئی نیا بیج پیدا کیا گیا تو اس بیج اور فصل کا نام بتائیں؟
 (ہ) یہ ریسرچ سٹیشن کس حد تک اپنے مقاصد میں کامیاب ہوا ہے؟
 (و) اس ریسرچ سٹیشن کے سال 2007-08 اور 2008-09 کے اخراجات اور آمدن بتائیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) 1935 میں کپاس پر تحقیقی تاریخ کی ٹیسٹنگ کے لئے ملتان میں کاٹن ریسرچ سب سٹیشن قائم ہوا جس کو بعد ازاں ترقی دیکر کاٹن ریسرچ سٹیشن بنا دیا گیا۔

کاٹن ریسرچ سٹیشن کے مقاصد:

کاٹن ریسرچ سٹیشن کے مقاصد میں کپاس کی ایسی اقسام تیار کرنا ہے جو مندرجہ ذیل اوصاف کے حامل ہوں:

- 1- فی ایکڑ زیادہ پیداوار ہو
 - 2- کوالٹی کے لحاظ سے لمبا ریش، مناسب نفاست اور مضبوط دھاگہ بنانے کی حامل ہوں۔
 - 3- بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت، خصوصاً پتھر و ڈوائرس کے خلاف قوت مزاحمت
 - 4- اگیتی اور جلد پکنے کی صلاحیت موجود ہو
 - 5- گرمی کے خلاف قوت برداشت رکھتی ہوں
 - 6- پانی کی ضروریات کم رکھتی ہوں
 - 7- ضرر رساں کیڑے خاص طور پر امریکن سنڈی، گلابی سنڈی اور چٹکبری سنڈی کے خلاف مزاحمت رکھتی ہوں
 - 8- کپاس کے کاشتکاروں کی رہنمائی کے لئے کپاس کی نئی اقسام کی جدید ٹیکنالوجی تیار کرنا۔
 - 9- کپاس کے کاشتکاروں کو مفت زرعی مشاورتی سہولت مہیا رکھنا
 - 10- کپاس کی ترقی کے لئے جرم پلازم کو بڑھانا
- (ب) کاٹن ریسرچ سٹیشن ملتان کے تحت کل رقبہ 179 ایکڑ ہے جو مندرجہ ذیل دو حصوں میں منقسم ہے۔

براہ راست کاشت کار رقبہ = 30 ایکڑ

مزارعین کے زیر کاشت = 194 ایکڑ

- (ج) کاٹن ریسرچ سٹیشن، ملتان کپاس کی ترقی و تحقیق کے لئے تخصیص رکھتا ہے۔
- (د) اس کاٹن ریسرچ سٹیشن، ملتان پر اب تک 15 کپاس کی نئی اقسام تیار کی جا چکی ہیں جو کہ حکومت پنجاب نے عام کاشت کے لئے منظور کی ہیں جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔
- (ہ) اس ریسرچ سٹیشن نے پنجاب میں اور بالخصوص جنوبی پنجاب میں کپاس کی تحقیق اور ترویج کے لئے کلیدی کردار ادا کیا ہے اور اب تک کپاس کی 15 نئی اقسام تیار ہو چکی ہیں جن میں سے ایم این ایچ 93 بہت اہم قسم ہے جو کہ اپنی پیداوار اور بہتر کوالٹی کی وجہ سے مشہور ہے۔ 1991-92 کے سال میں جب پاکستان نے ریکارڈ پیداوار حاصل کی تھی۔ اس وقت اس ادارہ کی مشہور قسم ایس 12 چالیس فیصد رقبہ پر کاشت تھی۔ ایم این ایچ 352 پہلی قسم تھی جس میں گرمی کے خلاف قوت مدافعت تھی۔ پتھر وڈ وائرس کے آنے کے بعد کاٹن ریسرچ سٹیشن کی بدولت کپاس کی قسم ایم این ایچ 786 تیار ہوئی جو کہ عام کاشت کے لئے 2006 میں منظور کی گئی۔ سی آر ایس ایم 38 حال ہی میں ایکسپریٹ سب کمیٹی نے عام کاشت کے لئے ایک نئی قسم کے طور پر منظور کی ہے۔ جس میں وائرس کے خلاف مزاحمت رکھتی ہے اور اس قسم نے پتھر وڈ وائرس کے شدید متاثرہ علاقوں میں بھی بہتر پیداوار دی ہے۔ یہ جلد پک کر تیار ہونے والی قسم ہے۔ یہ قسم گندم۔ کپاس۔ گندم کی کاشت کی ترتیب میں بہت مفید ہے۔ اس کی اگیتی پکنے کی صلاحیت کی وجہ سے گندم کی اگیتی کاشت کر کے گندم سے بھی فی ایکڑ زیادہ پیداوار حاصل کی جاسکتی ہے۔
- سی آر ایس ایم 2007 نئی آنے والی قسم ہے۔ جس میں گرمی کو برداشت کرنے کی بہت صلاحیت ہے۔ گزشتہ سال 2008 میں پنجاب سیڈ کارپوریشن کے فارم پر اس قسم کی فی ایکڑ پیداوار کا موازنہ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔
- بی ٹی کاٹن کی تیاری / ضرر رساں کیڑے، امریکن، گلابی و چنگبری سنڈی کے خلاف قوت مدافعت رکھنے والی اقسام کا تیار کرنا۔ کسان کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے بی ٹی کاٹن کی اقسام کی تیاری کا کام جاری ہے۔ ایم این ایچ 786 کو بی ٹی کاٹن میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ جبکہ سی آر ایس ایم 38 کو بی ٹی کاٹن میں تبدیل کرنے کا کام جاری ہے۔ جاری تحقیق کے نتائج ذیل کے گوشوارہ میں درج ہیں۔

قسم	پودے کا قد (سینٹی میٹر)	گانٹھیں فی پودا	پتھر وڈوائرس کا حملہ فیصد	کن (فیصد)	ریشہ کی لمبائی (فیصد)	ریشہ کی نفاست (مائیکرو گرام فی انچ)
ایم این ایچ 786	120	45	35	39.5	27.8	4.7
سی آر ایس 38	133	50	12	39.0	28.5	4.6
ایم این ایچ 837	143	41.2	7.9	43.7	27.7	4.8
ایم این ایچ 554	150	66	15.5	41.1	28.0	4.8

اس کے علاوہ ہائبرڈ کاٹن تیار کرنے کے لئے بہتر Combiner تیار کر لئے گئے۔ جن سے آنے والے سالوں میں بہتر ہائبرڈ کاٹن سیڈ تیار کیا جاسکے گا۔ جس میں بہتر پیداوار اور اچھی کوالٹی کو خاص طور پر مد نظر رکھا گیا ہے۔ سی 27 ایسا ہائبرڈ ہے جو کہ کم پانی والے علاقوں کے لئے انتہائی موزوں ہے۔

قسم	پودے کا قد (سینٹی میٹر)	گانٹھیں (سینٹی میٹر)	مینڈے فی پودا	پتھر وڈوائرس کا حملہ فیصد	کن (فیصد)	ریشہ کی لمبائی (فیصد)	ریشہ کی نفاست
سی 26	144	33.4	45	12.0	38.5	27.7	4.8
سی 27	151	34.5	50	10	39.0	28.5	4.6
سی آئی ایم 496	65.5	25	15.3	88	40.1	28.5	5.2

پتھر وڈوائرس پر نئی تحقیق

مقصد:

پتھر وڈوائرس کے خلاف مزاحمت رکھنے والے جین / جینز کا دہی اور جنگلی اقسام سے امریکن اقسام میں منتقلی کیونکہ امریکن کپاس میں پتھر وڈوائرس کے خلاف قوت مزاحمت نہیں ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ تقریباً 12 ہزار لائسنس (ملکی وغیر ملکی) اس بیماری کے خلاف ٹیسٹ کی گئیں لیکن کوئی بھی قسم مزاحمت ثابت نہ کر سکی اس لئے حکومت پنجاب نے خصوصی طور پر اس انٹر سپیسفک ہائبرڈ (Hybrid Inter specific) پر تحقیقاتی کام شروع کیا ہے تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(و) اس ادارے کے سال 2007-08 اور 2008-09 کی آمدن اور اخراجات مندرجہ ذیل ہیں۔

سال	اخراجات	آمدن
2007-08	10091364/-	991000/-
2008-09	12259786/-	1210000/-

پنجاب کے کھالہ جات کو پختہ کرنے کی تفصیلات

*3476: جناب خالد جاوید اصغر گھرال: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

- (الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب میں بیشتر کھالہ جات کو ابھی تک پختہ نہیں کیا گیا؟
 (ب) قومی منصوبہ برائے اصلاح کھالہ جات میں اس وقت کتنے فنڈز مختص ہیں؟
 (ج) مذکورہ منصوبہ کب تک پایہ تکمیل تک پہنچنے کا امکان ہے کہ تمام کھالہ جات پختہ ہو جائیں۔
 مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) یہ درست نہ ہے۔

پنجاب میں کل پختہ اور ناپختہ کھالہ جات کی تعداد کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

پنجاب کے کل کھالہ جات کی تعداد: 58110

پختہ کئے گئے کھالہ جات کی تعداد: 38000 (1977 سے جون 2009 تک)

ناپختہ کھالہ جات کی بقیہ تعداد: 20110

(ب) رواں مالی سال (2009-10) میں وفاقی حکومت نے قومی پروگرام برائے "اصلاح کھالہ جات" کے تحت صوبہ پنجاب کے لئے وفاقی ترقیاتی پروگرام (PSDP) میں 4- ارب روپے مختص کئے ہیں جن میں ابھی تک صرف 9 کروڑ روپے موصول ہوئے ہیں۔

(ج) قومی منصوبہ برائے "اصلاح کھالہ جات" کا اصل دورانیہ جولائی 2004 سے 30- جون 2008 تک تھا لیکن مقررہ بقایا فنڈز جاری نہ ہونے کی وجہ سے منصوبہ میں دو سال کی توسیع کی گئی ہے اب یہ منصوبہ 30- جون 2010 کو پایہ تکمیل کو پہنچنے کا امکان ہے جو فنڈز کی فراہمی سے مشروط ہے تاہم تمام کھالہ جات کو پختہ کرنے کے لئے مزید کافی فنڈز درکار ہوں گے۔

پی پی-233 میں پانی کے کھالوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*3542: سردار خالد سلیم بھٹی: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) حلقہ پی پی-233 بورے والا میں پانی کے کھالوں کی تعداد کتنی ہے؟

- (ب) مذکورہ حلقہ میں پختہ اور ناپختہ کھالوں کی تعداد علیحدہ علیحدہ بتائی جائے؟
 (ج) ناپختہ کھالوں کو کیا حکومت پختہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب؟
 وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

- (الف) حلقہ پی پی۔233 بورے والہ میں کل کھالہ جات کی تعداد 114 ہے۔
 (ب) مذکورہ حلقہ میں پختہ کھالہ جات کی تعداد 77 ہے جبکہ ناپختہ کھالہ جات کی تعداد 37 ہے۔
 (ج) جی ہاں! حکومت ناپختہ کھالوں کو پختہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ حلقہ پی پی۔233 میں اس سال دستیاب فنڈز سے 12 کھالوں کو پختہ کرنے کا کام جاری ہے۔ مزید فنڈز جاری ہوتے ہی بقایا کھالہ جات کو پختہ کر دیا جائے گا۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

سپر باسمتی چاول کا نیانج متعارف کروانے کا مسئلہ

41: حافظ محمد قمر حیات کا ٹھہیا: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

- (الف) کیا یہ درست ہے کہ رائس ریسرچ انسٹیٹیوٹ کالا شاہ کا کوشیمپورہ میں 1985 میں باسمتی چاول کا نیانج گرین میڈیم 385 کے نام سے متعارف کرایا گیا؟
 (ب) کیا یہ درست ہے کہ تقریباً بیس سال پرانا نیانج ہونے کی وجہ سے اس کی قوت مدافعت اور پیداوار بھی کم ہو گئی ہے اور اس فصل کا اسکے بعد کوئی نیانج بھی مارکیٹ میں نہیں آیا؟
 (ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ 1990 میں چاول کا نیانج سپر باسمتی 1990 کے نام سے مارکیٹ میں متعارف کرایا گیا تھا لیکن تقریباً 17 سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود اس فصل کا نیانج بھی مارکیٹ میں نہیں لایا گیا ہے، کیا اس سپر باسمتی نیانج پر ریسرچ کی جارہی ہے؟
 (د) کیا یہ بھی درست ہے کہ پچھلے تقریباً پندرہ سال سے اس ادارے کی کارکردگی مایوس کن رہی ہے؟
 (ہ) حکومت اس ادارے کی کارکردگی بہتر بنانے اور کاشتکاروں کو نئے نیانج فراہم کرنے کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟
 وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):
 (الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست نہیں ہے کیونکہ باسمتی 385 کی پیداواری صلاحیت میں کوئی کمی نہیں آئی اور نہ ہی اس کی قوت مدافعت میں کوئی کمی آئی ہے۔ جہاں تک پیداواری صلاحیت کا تعلق ہے۔ پنجاب کی 1991-92 میں باسمتی کی فی ایکڑ پیداوار 20 من فی ایکڑ سے بڑھ کر 2007-08 میں 30 من فی ایکڑ ہو گئی ہے۔ اس کے بعد 1996 میں سپر باسمتی متعارف کرائی گئی۔ اس کا چاول 385 سے زیادہ لمبا اور باریک ہے جس کی وجہ سے عالمی منڈی میں اس کی قیمت 385 سے زیادہ ملتی ہے اور اسی بناء پر زمیندار سپر باسمتی کی کاشت کو 385 پر ترجیح دیتے ہیں۔

(ج) سپر باسمتی 1990 کی بجائے 1996 میں عام کاشت کے لئے منظور کی گئی۔ یہ قسم زمینداروں میں بہت مقبول ہے کیونکہ یہ ایکسٹرالانگ گرین خصوصیات کی حامل ہے اور عالمی منڈی میں اس کی قیمت تمام مروجہ اقسام سے زیادہ ملتی ہے۔ یہ قسم نہ صرف پاکستان بلکہ انڈیا میں بھی کاشت کی جا رہی ہے۔ اس کی بہتر خصوصیات کی وجہ سے انڈیا نے اسے 2006 میں سپر باسمتی ہی کے نام سے کاشتکاروں کے لئے منظور کر لیا ہے۔ چاول کی ایکسٹرالانگ اقسام پر تحقیق جاری ہے۔ اس کے نتیجے میں 2000 میں باسمتی 2000 کے نام سے ایک نئی قسم منظور کی گئی۔ مزید برآں ایک نئی قسم منظوری کے لئے آخری مراحل میں ہے۔ اس قسم کا نام 00515 ہے اس کی پیداواری صلاحیت اور چاول کی کوالٹی سپر باسمتی سے بہتر ہے اس کے تمام ٹیسٹ مکمل ہو چکے ہیں، آئندہ سال عام کاشت کے لئے منظور ہو جائے گی۔

(د) یہ قطعی درست نہیں ہے۔ بلکہ ادارہ ہذا کے سائنسدان بڑی محنت سے تحقیقاتی کاموں میں مشغول ہیں۔ اس کے نتیجے میں نئی پیداواری ٹیکنالوجی جس میں فی ایکڑ پودوں کی تعداد کا پورا کیا جانا دریافت کیا گیا جو کہ فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ کے لئے بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے باسمتی کی برآمد پانچ لاکھ ٹن سے بڑھ کر بارہ لاکھ ٹن سالانہ تک پہنچ گئی ہے۔ حال ہی میں اسی تحقیق کے نتیجے میں ادارہ ہذا نے KS-133 چاول کی نئی قسم 2006 میں عام کاشت کے لئے منظور کروائی ہے جس کی پیداواری صلاحیت سو من فی ایکڑ سے زیادہ ہے اور KSK-282 کی نسبت چاول کی کوالٹی بھی بہتر ہے۔

(ہ)

(i) حکومت پنجاب ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ، فیصل آباد کے سائنسدانوں کے تنظیمی ڈھانچے کو بہتر بنانے (Service Re-Structuring) کے لئے کوشاں ہے۔ امید واثق ہے کہ اس پر عمل درآمد کے نتیجے میں زرعی تحقیق کے شعبہ میں مثبت انقلابی تبدیلیاں لائی جائیں گی اور ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ، فیصل آباد کے بہترین صلاحیت کے حامل سائنس دانوں کا اخراج (Brain Drain) کم کیا جاسکے گا۔ جس کے نتیجے میں ادارہ کی کارکردگی بڑھائی جاسکے گی۔

(ii) حال ہی میں حکومت پنجاب نے ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ کے تحت فاؤنڈیشن سیڈ سیل کے قیام کی منظوری دے دی ہے۔ جس کے نتیجے میں مختلف فصلوں کی نئی دریافت شدہ ترقی دادہ اقسام کایج کسانوں تک پہنچانے کا دیرینہ مسئلہ کافی حد تک حل کرنے میں مدد مل سکے گی۔

صوبہ میں زرعی ریسرچ سنٹرز کی تعداد دو دیگر تفصیلات

42: حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے تحت صوبہ میں کتنے زرعی ریسرچ سنٹر کس کس مقام پر کام کر رہے ہیں اور یہ کس فصل پر ریسرچ کرتے ہیں نیز گندم کی فصل پر ریسرچ کے کتنے ادارے کس کس جگہ کام کر رہے ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں 1991 میں گندم کایج انقلاب 1991 کے نام سے متعارف کرایا تھا اور اس کے بعد آج تک مارکیٹ میں گندم کایج نہیں آیا؟

(ج) 2002 سے آج تک زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے ریسرچ ونگ پر کتنا بجٹ خرچ ہوا اور اس خرچ کردہ بجٹ کے عوض اس ونگ نے کون کون سے نئے کایج متعارف کرائے؟

(د) اس ادارے کے ریسرچ ونگ میں اس وقت کتنے scientist اور افسران کام کر رہے ہیں ان کی تنخواہوں اور ٹی اے / ڈی اے کے سلسلے میں حکومت نے 2002 سے آج تک کتنی رقم سال وار خرچ کی ہے؟

(ہ) 2002 سے آج تک ریسرچ ونگ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد اور ریسرچ کے دوسرے اداروں میں کون کون سے اور کس کس فصل کے کایج بازار میں پیش کئے ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے بجائے پنجاب میں ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ، فیصل آباد زرعی تحقیق کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ اس ادارہ کے ماتحت کل 22 نظامیں اور 8 شعبہ جات کام کر رہے ہیں۔

نظامیں

- 1- ادارہ تحقیقات برائے گندم، فیصل آباد
- 2- ادارہ تحقیقات برائے کپاس، فیصل آباد
- 3- ادارہ تحقیقات برائے نیٹنگر، فیصل آباد
- 4- ادارہ تحقیقات برائے سبزیات، فیصل آباد
- 5- ادارہ تحقیقات برائے روغن دار اجناس، فیصل آباد
- 6- ادارہ تحقیقات برائے دالیں، فیصل آباد
- 7- ادارہ تحقیقات برائے اثمار، فیصل آباد
- 8- ادارہ تحقیقات مرکز برائے پوسٹ ہارویسٹ، فیصل آباد
- 9- ادارہ تحقیقات برائے تحفظ نباتات، فیصل آباد
- 10- ادارہ تحقیقات برائے فلاحیت، فیصل آباد
- 11- ادارہ تحقیقات برائے حشرات، فیصل آباد
- 12- ادارہ تحقیقات برائے بائیو ٹیکنالوجی، فیصل آباد
- 13- بارانی زرعی تحقیقاتی ادارہ، چکوال
- 14- ادارہ برائے تحفظ آب و اراضی، چکوال
- 15- ادارہ تحقیقات برائے دھان، کالا شاہ کاکو
- 16- ادارہ تحقیقات برائے مکئی جوار باجرہ، یوسف والہ، ساہیوال
- 17- ادارہ تحقیقات برائے چارہ جات، سرگودھا
- 18- ادارہ تحقیقات برائے سٹرس، سرگودھا
- 19- علاقائی زرعی تحقیقاتی ادارہ، بہاول پور
- 20- ایرڈزون تحقیقاتی ادارہ، بھکر
- 21- ریپڈ سائل فرٹیلیٹی اینڈ سائل ٹیسٹنگ ادارہ، لاہور
- 22- ادارہ تحقیقات برائے شور زدہ اراضیات، پنڈی بھٹیاں

شعبہ جات:-

- 23- شعبہ سائل کیمسٹری، فیصل آباد
 24- شعبہ امراض نباتات، فیصل آباد
 25- شعبہ وائرس امراض (آلو) فیصل آباد
 26- شعبہ جراثیمی امراض، فیصل آباد
 27- شعبہ بائیو کیمسٹری، فیصل آباد
 28- شعبہ شماریات، فیصل آباد
 29- شعبہ زرعی معاشیات، فیصل آباد
 30- شعبہ تحقیقات برائے گس بانی وحشریات، راولپنڈی

اس وقت پنجاب میں گندم پر تحقیق کے لئے بنیادی طور پر ایک ہی ادارہ فیصل آباد میں کام کر رہا ہے۔ البتہ بارانی زرعی تحقیقاتی ادارہ، چکوال، علاقائی زرعی تحقیقاتی ادارہ، بہاولپور اور ایرڈزون ریسرچ انسٹیٹیوٹ بھکر کے تحقیقاتی پروگرام میں بھی گندم پر تحقیق شامل ہوتی ہے۔

(ب) گندم کی قسم انقلاب 91 ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ، فیصل آباد کے ذیلی شعبہ گندم زرعی تحقیقاتی ادارہ، فیصل آباد نے 1991 میں متعارف کروائی تھی جو کہ اب تک زمیندار کاشت کر رہے ہیں۔ اس کے بعد شعبہ گندم نے مندرجہ ذیل اقسام متعارف کروائی ہیں۔

I	پرواز-94	II	شاہکار-95
III	پنجاب-96	IV	ایم ایچ-97
V	عقاب-2000	VI	چناب-2000
VII	اقبال-2000	VIII	ایس ایچ-2002
IX	اے ایس-2002	X	سحر-2006
XI	شفیق-2006	XII	فیصل آباد-2008
XIII	لاٹانی-2008		

اس کے علاوہ بارانی زرعی تحقیقاتی ادارہ، چکوال نے 2008 میں چکوال 50 جبکہ علاقائی زرعی تحقیقاتی ادارہ، بہاولپور نے معراج 2008 اور ایرڈزون ریسرچ انسٹیٹیوٹ بھکر نے بھکر 2002 کے نام سے گندم کی نئی اقسام دریافت کی ہیں۔

(ج) ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ، فیصل آباد نے سائنس دانوں اور دیگر مددگار سٹاف پر 2001-02 سے 2007-08 تک یہ رقم خرچ کی۔

سال	کل رقم (روپے)
2001-02	331500939/-
2002-03	417230202/-
2003-04	471337227/-
2004-05	496078475/-
2005-06	564187074/-
2006-07	609502448/-
2007-08	652620206/-

اس ادارے سے اس دوران مختلف فصلات کی درج ذیل اقسام کاشت کے لئے زمینداروں کو دی گئیں۔

1- گندم:

جی اے 2002، ایس ایچ 2002، اے ایس 2002، بھکر 2002، افق 2002، سحر 2006، شفق 2006، فیصل آباد 2008، لاٹھانی 2008، معراج 2008، چکوال 50

2- کپاس:

ایف ڈی ایچ 228، ایف ایچ 1000، بی ایچ 160، ایم این ایچ 786

3- سبزیات:

ان میں آلو کی قسم ایس ایچ 5، گاجر کی ٹی 29، شلجم کی گولڈن، کدو کی فیصل آباد "راؤنڈ" (Faisalabad Round)، کریلے کی فیصل آباد "لونگ" (Faisalabad

Long) جبکہ مٹروں میں "میٹور" (Meteor)

4- کماز:

ایچ ایس ایف 240، ایس پی ایف 234، ایس پی ایف 245

اور سی پی ایف 243

5- چارہ جات:

سرگودھا لو سرن، جٹی ایس 2000، چکوال جوار

6- دھان:

کے ایس کے 133

7- مونگ پھلی:

گولڈن چکوال

8- روغنڈار اجناس:

چکوال سرسوں

9- دالیں:

ماش: چکوال ماش

چنا: تھل 2006 پنجاب 2008، ونمار

مونگ: ازری 2006، چکوال مونگ 2006

(د) ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ فیصل آباد میں اس وقت 596 سائنسدان کام کر رہے ہیں۔ ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ فیصل آباد کو سائنس دانوں اور دیگر مددگار سٹاف کے لئے جو بجٹ ملا اس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

سال	رقم تنخواہ روپے	ٹی اے / ڈی اے	کل رقم
2001-02	88700424/-	5604750/-	94305174/-
2002-03	119391909/-	5401075/-	124792984/-
2003-04	124233426/-	5476955/-	129710381/-
2004-05	126182728/-	5176728/-	131359456/-
2005-06	136731610/-	6621580/-	143353190/-
2006-07	132348432/-	7460618/-	139809050/-
2007-08	143941512/-	6961244/-	150902756/-

(ہ) ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ، فیصل آباد نے 2002 سے لے کر آج تک مختلف فصلوں کی یہ نئی اقسام کاشت کے لئے متعارف کروائی ہیں:-

1- گندم:

جی اے 2002، ایس ای-2002، اے ایس-2002، بھکر 2002، افق 2002، سحر-2006، شفق 2006، فیصل آباد 2008، لائٹنی 2008، معراج 2008، چکوال 50

2- کپاس:

ایف ڈی ایچ 228، ایف ایچ 1000، بی ایچ 160، ایم این ایچ 786

3- سبزیات:

ان میں آلو کی قسم ایس ایچ 5، گاجر کی ٹی 29، شلجم کی گولڈن، کدو کی فیصل آباد "راؤنڈ" (Faisalabad Round) کریلے کی فیصل آباد "لانگ" (Faisalabad Long) جبکہ مٹروں میں "میٹور" (Meteor)

- 4- کماؤ:-
ایچ ایف ایف 240، ایس پی ایف 234، ایس پی ایف 245 اور سی پی ایف 243
- 5- چارہ جات:
سرگودھا لوسرن، جانی ایس 2000، چکوال جوار
- 6- دھان:
کے ایس کے 133
- 7- مونگ پھلی:
گولڈن چکوال
- 8- روغنڈار اجناس:
چکوال سرسوں
- 9- دالیں:
ماش:
چکوال ماش
چنا:
تھل 2006، ونمار، پنجاب 2008
مونگ:
ازری 2006 اور چکوال مونگ 2006

پنجاب سیڈ کارپوریشن میں ملازمین کی تعداد و دیگر تفصیلات

- 43: چودھری عامر سلطان چیمبر: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-
- (الف) پنجاب سیڈ کارپوریشن میں اس وقت گریڈ 18 اور اس سے اوپر کے جو ملازمین کام کر رہے ہیں، ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟
- (ب) ان ملازمین کو سال 2003 سے آج تک کتنی تنخواہ اور ٹی اے / ڈی اے حکومت کی طرف سے فراہم کیا گیا ہے؟
- (ج) ان ملازمین کے لئے کتنی گاڑیاں ہیں اور یہ گاڑیاں کن کن افسران کے زیر استعمال ہیں؟
- (د) سال 2003 سے آج تک ان گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول پر کتنی رقم خرچ کی گئی ہے؟
- وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):
- (الف) پنجاب سیڈ کارپوریشن میں اس وقت گریڈ 18 اور اس سے اوپر کے جو ملازمین کام کر رہے ہیں ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور جگہ تعیناتی کی تفصیل ایوان کی میر: پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) گریڈ 18 اور اس پر کے ملازمین کو سال 2003 سے آج تک تنخواہ اور ٹی اے / ڈی اے کی مد میں حکومت کی طرف سے 10 کروڑ 91 لاکھ 84 ہزار 201 روپے کی رقم خرچ کی گئی۔ اس کی سال وار تفصیل درج ذیل ہے:-

سال	تنخواہ	ٹی اے / ڈی اے
2002-03	14994782/-	869043/-
2003-04	11980395/-	555733/-
2004-05	16535535/-	872839/-
2005-06	17725676/-	1015529/-
2006-07	19520712/-	1165528/-
2007-08	22362516/-	1585913/-
میزان	103119616/-	6064585/-

(ج) گاڑیوں کی کل تعداد 61 ہے جبکہ کوئی بھی گاڑی کسی بھی آفیسر کو اس کے نام پر مختص نہیں کی جاتی۔ ہر سٹیشن پر متعلقہ گاڑیاں پول میں موجود ہوتی ہیں۔ ضرورت پڑنے پر کسی بھی آفیسر کو سرکاری کام کے لئے گاڑی دی جاتی ہے۔

(د) سال 2003 سے آج تک ان گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول پر 2 کروڑ 88 لاکھ 76 ہزار 479 روپے کی رقم خرچ کی گئی جس کی سال وار تفصیل درج ذیل ہے:-

سال	خرچ پٹرول	خرچ مرمت
2002-03	2857264/-	1265596/-
2003-04	2186842/-	964730/-
2004-05	3734642/-	1324201/-
2005-06	4656774/-	1365116/-
2006-07	4260267/-	1030996/-
2007-08	4606816/-	641235/-
میزان	22302605/-	6573874/-

کرم کش جعلی ادویات کی تفصیلات

102: جناب طاہر احمد سندھو: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مارکیٹ میں موجود کرم کش ادویات غیر معیاری، ملاوٹ شدہ اور ناقص ہیں؟

- (ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ کرم کش ادویات کے ڈیلرز ادویات کے معیار کو ملحوظ خاطر نہیں رکھ رہے ہیں؟
- (ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ادویات کے معیار کو یقینی بنانے کے لئے حکومت کی طرف سے کوئی مناسب اور موثر چیک نہیں ہے؟
- (د) کیا اجزاء کے تجزیے / معیار کی جانچ کے لئے بنائی گئی لیبارٹریاں مستند اور قابل بھروسہ ہیں؟
- (ہ) کیا مفاد عامہ کے پیش نظر گورنمنٹ پالیسی کے موثر اطلاق اور نفاذ کے لئے سزائوں میں اضافہ کرنے کا حکومت ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

- (الف) حکومت پنجاب کی کوششوں سے زرعی ادویات کی ملاوٹ میں کمی آئی ہے۔ 1998 سے قبل 18 فیصد تک ملاوٹ تھی جو کہ اب کم ہو کر 8.5 فیصد تک رہ گئی ہے۔ اب بھی زرعی ادویات کو ملاوٹ سے پاک رکھنے کے لئے زرعی ادویات کے انسپکٹر جن کی صوبہ بھر میں تعداد 260 ہے اپنے اپنے حلقے میں تندہی سے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔
- (ب) زرعی ادویات کے ڈیلرز کی کم از کم تعلیمی قابلیت میٹرک رکھی گئی ہے۔ ان کو محکمہ زراعت سے کیڑے، بیماریوں، جڑی بوٹیوں کی پہچان اور کنٹرول کرنے کے طریقوں کے علاوہ زرعی ادویات کی سٹوریج اور سیل کے متعلق قواعد و ضوابط کی باقاعدہ ٹریننگ لینا پڑتی ہے۔ مقررہ دنوں کی ٹریننگ کے بعد باقاعدہ تحریری طور پر ایک امتحان دینا پڑتا ہے۔ صرف امتحان سے پاس ہونے والے ڈیلرز کو حلفیہ بیان جمع کروانے کے بعد زرعی ادویات کی فروخت کا لائسنس جاری کیا جاتا ہے اور محکمہ زراعت کے مقرر کردہ انسپکٹر مسلسل ان کی نگرانی کرتے ہیں تاکہ ادویات کے معیار کو ملحوظ رکھا جاسکے۔

- (ج) یہ درست نہ ہے۔ حکومت پنجاب ادویات کے معیار کو یقینی بنانے کے لئے دن رات کوشاں ہے اور اس سلسلے میں بہت سے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ موجودہ دور میں حکومت پنجاب نے غیر معیاری ادویات پر قابو پانے کے لئے ایک جامع ایکشن پلان بنایا جس کے تحت ایک ٹاسک فورس جناب کرنل (ر) شجاع خانزادہ ایم پی اے کی سربراہی میں تشکیل دی گئی ہے

جو صوبہ بھر میں اس کاروبار میں ملوث افراد کا قانون کے مطابق مانٹیرنگ کرتی ہے یہ ٹاسک فورس مندرجہ ذیل امور سرانجام دیتی ہے۔

- * قانون کے مطابق پیسٹی سائڈز اور کھادوں کے کاروبار کو باقاعدہ بنانا۔
 - * پیسٹی سائڈز انسپکٹرز اور زرعی ادویات کی لیبارٹریز کی کارکردگی کو مانٹیر کرنا۔
- اور اسی طرح ضلعی سطح پر جعلی زرعی ادویات اور کھادوں کے کاروبار کو روکنے کے لئے حکومت نے ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر (DCO) کی سربراہی میں جو Sub-committee تشکیل دی ہے وہ درج ذیل امور سرانجام دیتی ہے۔

- ڈی سی او / چیئرمین ہفتہ وار کمیٹی کا اجلاس بلانا اور جس میں آپریشنل پلان کے مطابق کمیٹی کو تجویز شدہ ٹارگٹ اور امور کے حصول کا جائزہ لینا۔
- ضلعی پولیس آفیسر کا ملزمان کے خلاف ایف آئی آر کی رجسٹریشن اور گرفتاری اور عدالتوں میں چالان بروقت پیش کرنے کو یقینی بنانا۔
- ای ڈی او، زراعت کا ڈی سی او، زراعت اور دوسرے ممبران کمیٹی کے درمیان رابطہ قائم کروانا۔
- ضلعی آفیسر (توسیع) / سیکرٹری اپنے متعلقہ ضلع میں بذات خود اور تمام ڈی ڈی او زراعت (توسیع) کے ذریعے پیسٹی سائڈز اور کھاد کے نمونے حاصل کرنے اور ریڈ کرانے کا ذمہ دار ہونا۔
- اسسٹنٹ ڈائریکٹرز زراعت، پیسٹ وارننگ خود اور اپنے زراعت آفیسر کے ذریعے فارمولیشن پلانٹ، ریفلنگ پلانٹس، کمپنی کے گودام اور ڈیلرز کی دکان سے پیسٹی سائڈز نمونہ جات حاصل کرنا اور جعلی ادویات کے کاروبار کا کھوج لگانا۔
- ڈسٹرکٹ پراسیکیوشن آفیسر کا مجرمانہ کیس کی عدالتوں میں وکالت کرنا اور اس بات کی یقین دہانی کرنا کہ عدالتوں میں چالان بروقت جمع ہو گئے ہیں جہاں ضروری ہو وہاں ماتحت عدالت کے فیصلوں کے خلاف سیشن کورٹس اور ہائی کورٹس میں اپیل دائر کرانا۔
- کاشتکاروں کے نمائندے کا پیسٹی سائڈز انسپکٹرز کی جعلی / ملاوٹ شدہ ادویات اور کھادوں کی تیاری / گوداموں / تجارت کی نشاندہی میں مدد کرنا۔

• پیسٹی سائڈز ڈسٹری بیوٹر/ ڈیلرز کے نمائندے کا مؤثر اور منصفانہ کارروائی میں سب کمیٹی کی رہنمائی کرنا۔

(د) جی ہاں! زرعی ادویات کے تجزیہ کے معیار کی جانچ کے لئے بنائی گئی لیبارٹریاں مستند اور قابل بھروسہ ہیں۔ سال 2008 میں 6459 سمپل لئے گئے جس میں 554 غیر معیاری پائے گئے۔

(ه) وفاقی حکومت نے مفاد عامہ کے پیش نظر گورنمنٹ پالیسی کے مؤثر نفاذ کے لئے سزائیں مقرر کر رکھی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی دفعہ کے بعد		پہلی دفعہ		
جرمانہ	تقد	جرمانہ	تقد	جرم
کم از کم 3 سال	5 سے 10 لاکھ	2 سے 3 سال	3 لاکھ تک	ملاوٹ
کم از کم 3 سال	کم از کم 5 لاکھ	6 ماہ سے 2 سال	5 لاکھ تک	غیر معیاری

پہلی دفعہ سے زیادہ

(دونوں سزائیں یک وقت بھی ہو سکتی ہیں)

تاہم سزائوں کو بڑھانا یا کم کرنا وفاقی حکومت کے دائرہ اختیار میں آتا ہے۔

ترش پھلوں کے امراض کی تفصیلات

103: جناب طاہر احمد سندھو: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ترش پھل جیسا کہ کنو، سنگترہ، ریڈ بلڈ وغیرہ وائرس اور دیگر امراض کا شکار ہو رہے ہیں؟

(ب) کیا حکومت کے پاس مفاد عامہ اور ملک کے مفاد میں ترشاوہ پھلوں کو محفوظ کرنے کا کوئی منصوبہ موجود ہے کیونکہ ترشاوہ پھل آج کل غیر ملکی زر مبادلہ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں؟

(ج) اگر جزہائے بالا کے جوابات اثبات میں ہیں تو حکومت کے پاس ان امراض کی تشخیص اور ان کے علاج کے لئے کیا ایکشن پلان موجود ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) جی ہاں یہ درست ہے کہ ترشاوہ باغات مثلاً کنو، سنگترہ، ریڈ بلڈ وغیرہ وائرس اور دیگر امراض کا شکار ہو رہے ہیں جو کہ قدرتی عمل ہے کہ جہاں باغات و فصلات ہوں وہاں پر

کیڑے اور بیماریاں حملہ آور ہوتی رہتی ہیں۔ جن کا علاج بھی ممکن ہے اور کاشت کار محکمہ زراعت کی رہنمائی میں ان بیماریوں کا سدباب کر رہے ہیں۔

(ب) جی ہاں! حکومت کے پاس مفاد عامہ اور ملک کے مفاد میں ترشاوہ پھلوں کو محفوظ کرنے کا جامع منصوبہ موجود ہے جس پر محکمہ زراعت عمل درآمد کر رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ترشاوہ پھل غیر ملکی زر مبادلہ حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

(ج) جہاں تک امراض کی تشخیص اور اس کے علاج کے لئے ایکشن پلان کا تعلق ہے محکمہ زراعت کے تحقیقی اور توسیعی شعبے مختلف امراض کی تشخیص اور ان کی سفارشات کو کسانوں تک پہنچانے کے لئے شب و روز کوششیں کر رہے ہیں حکومت پنجاب نے سرگودھا میں ایک ادارہ اور رینج ریسرچ انسٹیٹیوٹ قائم کیا ہوا ہے جو فروٹ اینڈ ویکٹیوٹیل ڈویلپمنٹ پراجیکٹ جس کے تحت پنجاب میں مختلف جگہوں پر صحیح النسل اور بیماریوں سے پاک پودہ جات کے لئے جرم پلازم پونٹ (GPU) بنانے کے عمل میں مصروف ہے جہاں بیماریوں سے پاک اور صحیح النسل پودے تیار کئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ حکومت پنجاب نے ترشاوہ پھلوں کی بہتری کے لئے ایک اور منصوبہ "فروٹ اینڈ ویکٹیوٹیل ڈویلپمنٹ پراجیکٹ پنجاب" کا اجراء 06-2005 میں کیا اور یہ منصوبہ جون 2010 تک چلے گا اس منصوبہ کے تحت ترشاوہ باغات کے مشور اضلاع سرگودھا اور ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کام ہو رہا ہے۔ جس کے تحت کسانوں کو ترشاوہ باغات کی دیکھ بھال کی تربیت کے لئے فارمر فیلڈ سکول قائم کئے ہوئے ہیں ان سکولوں میں کاشتکاروں کو جدید ٹیکنالوجی اپنا کر پیداوار بڑھانے، اپنی آمدنی میں اضافہ کرنے اور خاص طور پر ترشاوہ پھلوں کی برآمد کے لئے تربیت دی جا رہی ہے۔

ضلع شیخوپورہ میں فروٹ و سبزی منڈی کی تعمیر میں تاخیر کا جواز

109: محترمہ فریجہ نایاب: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شیخوپورہ میں سرکاری سبزی و فروٹ منڈی جس کی منظوری کا نوٹیفیکیشن نمبر پی ڈی/ایکس-14/81-111 مورخہ 10-03-2003 کو سیکرٹری ایگریکلچر پنجاب کی جانب سے جاری ہوا، لیکن تعمیر کا کام آج ساڑھے پانچ سال گزر جانے کے باوجود شروع نہ ہونے کی وجوہات بیان فرمائیں؟

- (ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ منصوبہ کی تعمیر کے لئے 82 کنال رقبہ رول 67 پنجاب ایگریکلچرل پروڈیوس مارکیٹس جنرل رولز 1979 کے مطابق 164000 روپے کے عوض جس کی فی مرلہ قیمت صرف -/100 روپے بنتی ہے ساڑھے پانچ سال پہلے مقامی زمیندار سے حاصل کیا جا چکا ہے؟
- (ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ نقشہ کے مطابق 228 پلاٹ بنائے گئے ہیں، جس کی منظوری مجاز اتھارٹی کی جانب سے دی جا چکی ہے؟
- (د) کیا یہ بھی درست ہے کہ 228 پلاٹوں کی نیلامی اور الاٹمنٹ کے لئے سات رکنی کمیٹی 23-04-07 کو ڈی سی او شیخوپورہ کی سربراہی میں تشکیل دی جا چکی ہے، ڈیڑھ سال گزر جانے کے باوجود پلاٹوں کی نیلامی اور الاٹمنٹ کا کام آج تک مکمل نہ ہو سکا ہے؟
- (ه) کیا یہ بھی درست ہے کہ 228 پلاٹوں کی نیلامی اور الاٹمنٹ سے حاصل ہونے والی رقم کا تخمینہ تقریباً 15 کروڑ روپے بنتا ہے۔ اس طرح تعمیراتی کام جس کا تخمینہ 8 کروڑ روپے لگایا گیا ہے، جسے مکمل کروانے کے بعد گورنمنٹ کو کروڑوں روپے کی بچت متوقع ہے اور اس منصوبہ کی تکمیل کی تاریخ سے آگاہ کیا جائے؟
- (و) کیا حکومت عوامی فلاح کے اس سیلف فنانس منصوبہ کی جلد تعمیر کے لئے کوئی ڈیڈ لائن دینے کا ارادہ رکھتی ہے؟
- وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) یہ درست ہے کہ شیخوپورہ میں سبزی و فروٹ منڈی کی منظوری پنجاب زرعی پیداوار اور منڈیاں (جنرل) رولز 1979 کے زیر قاعدہ 67 بذریعہ نوٹیفیکیشن نمبر 4/81-XV/PD مورخہ 10-03-2003 ہوئی۔ آرڈیننس کے ایک گروپ نے اس منڈی کی منظوری کے خلاف لاہور ہائی کورٹ لاہور میں رٹ نمبر 03/6299 دائر کی جس کی وجہ سے کام رکا رہا اور رٹ کا فیصلہ 15-12-05 کو ہوا۔ اس کے بعد محکمہ زراعت (زرعی مارکیٹنگ) نے بذریعہ نمبر III-81/4-X/PD مورخہ 17-04-2006 سبزی و پھل منڈی کے سائٹ پلان کی منظوری دی اور مورخہ 23-04-2007 کو محکمہ نے منڈی کے پلاٹوں کی ریزرو پرائس مبلغ -/509015 روپے فی پلاٹ مقرر کی اور پلاٹوں کی الاٹمنٹ / نیلامی کے لئے جناب ڈی سی او شیخوپورہ کی زیر صدارت کمیٹی تشکیل دی۔ الاٹمنٹ / آکشن کمیٹی نے اپنی

میٹنگ مورخہ 17-07-07 کو جناب ای ڈی او (آر) شیخوپورہ کی سربراہی میں ایک سب کمیٹی تشکیل دی اس کمیٹی نے کل کمرشل پلاٹوں کا 70 فیصد جو کہ 159 پلاٹ بنتے ہیں ورکنگ کمیشن ایجنٹس کو الاٹ کرنے کے لئے بذریعہ اخبار اشتہار درخواستیں طلب کیں اس ضمن میں 165 درخواستیں مارکیٹ کمیٹی شیخوپورہ کو موصول ہوئیں جن کی جانچ پڑتال کے لئے ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو) شیخوپورہ کی سربراہی میں ایک سب کمیٹی بنائی گئی۔ سب کمیٹی کو آڑھتوں کی درخواستوں کی جانچ پڑتال کے سلسلہ میں مارکیٹ کمیٹی کا ریکارڈ جو کہ دوران سال 2003 میں گم ہو جانے کی وجہ سے دشواری کا سامنا تھا۔ محکمہ زراعت (زرعی مارکیٹنگ) نے اس سلسلہ میں رہنمائی کی اور فروری 2002 میں تیار کردہ سبزی و فروٹ منڈی کے آڑھتوں کی لسٹ اس ہدایت کے ساتھ فراہم کی کہ اس پر عام پبلک / آڑھتوں کے اعتراضات وصول کر کے پہلے سے کام کرنے والے آڑھتوں کی لسٹ بنائی جائے جناب ڈی او (آر) نے اس لسٹ پر مارکیٹ کمیٹی کو اعتراضات طلب کرنے کا حکم دیا مارکیٹ کمیٹی نے اس پر اعتراضات طلب کئے تو اسے آخری تاریخ مورخہ 25-10-08 تک 24 اعتراضات موصول ہوئے۔ ان اعتراضات کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے جناب ڈی او (آر) نے مورخہ 26-11-08 کو سب کمیٹی کی میٹنگ طلب کی تھی۔ نئے ڈی او (آر) / کنوینر سب کمیٹی برائے الاٹمنٹ پلاٹ نے چارج سنبھالا تو انہوں نے 13-01-2009 کو سب کمیٹی کی میٹنگ طلب کی اور اس میں فیصلہ کیا کہ آڑھتوں کی verification کے لئے ایک proforma مرتب کیا جائے۔ مارکیٹ کمیٹی نے proforma پر کر کے کنوینر سب کمیٹی کو پیش کیا اور ان سے درخواست کی کہ آڑھتوں کی لسٹ کو فائنل کرنے کے لئے سب کمیٹی کی میٹنگ بلائی جائے۔ میٹنگ ابھی بلائی نہیں گئی تھی کہ جناب سیشنل سیکرٹری زرعی مارکیٹنگ نے 08-04-2009 کو شیخوپورہ کا دورہ کیا اور ڈی او صاحب نے منڈی کے جلد شفٹنگ کے لئے ایک میٹنگ کی اس میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ آڑھتوں کی جس لسٹ پر اعتراضات طلب کئے گئے تھے اس کو دوبارہ اخبار میں اشتہار کے ذریعے مشتہر کیا جائے اور اس پر اعتراضات طلب کئے جائیں یہ لسٹ مارکیٹ کمیٹی نے اخبار میں اشتہار کے لئے ڈائریکٹر مارکیٹ کمیٹی فنڈ بورڈ کو روانہ کی ہے۔

چونکہ منڈی میں تعمیراتی اخراجات منڈی کے کمرشل پلاٹ سے حاصل ہونے والی آمدن سے کئے جاتے ہیں اس لئے جیسے ہی پلاٹوں کی الاٹمنٹ کا مرحلہ مکمل ہوتا ہے تعمیراتی کام شروع کروادیئے جائیں گے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) درست ہے۔

(د) یہ بھی درست ہے کہ 228 پلاٹوں کی الاٹمنٹ / نیلامی کے لئے جناب ڈی سی او شیخوپورہ کی سربراہی میں الاٹمنٹ / نیلام کمیٹی مورخہ 23-04-07 کو تشکیل دی جا چکی ہے اس کمیٹی نے آڑھتوں کے حصہ کے 70 فیصد پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے لئے وصول درخواستوں کی جانچ پڑتال کے لئے جناب ڈی او (آر) شیخوپورہ کی سربراہی میں ایک سب کمیٹی تشکیل دی ہے۔ جو پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے لئے دی گئی درخواستوں کی جانچ پڑتال کر رہی ہے۔

(ہ) پلاٹوں کی الاٹمنٹ / نیلامی سے حاصل ہونے والی آمدن کا اندازہ پلاٹوں کی نیلامی شروع ہونے کے بعد ہی ہو گا۔ البتہ تعمیراتی کام کی لاگت کا تخمینہ جو کہ سال 2007 میں لگایا گیا تھا 11 کروڑ 60 لاکھ 55 ہزار 495 روپے ہے۔ جس میں تعمیراتی سامان کی قیمتیں بڑھنے کے بعد اضافہ کی توقع ہے۔

(و) حکومت سبزی و فروٹ منڈی شیخوپورہ کے منصوبہ کو جلد از جلد مکمل کرنے کی خواہاں ہے اس سلسلے میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے سپیشل سیکرٹری زرعی مارکیٹنگ حکومت پنجاب نے متعدد بار شیخوپورہ کا دورہ کیا اور ڈی سی او شیخوپورہ / کنویئر الاٹمنٹ / آکشن کمیٹی سبزی و فروٹ منڈی شیخوپورہ اور دیگر سے معاملے کو ڈسکس کیا اور ضروری ہدایات دیں۔ مزید برآں ڈائریکٹر، زراعت (معاشیات و تجارت) نے بھی اس بارے میں ڈی سی او شیخوپورہ کو مورخہ 30-05-2009 کی چٹھی کے تحت اہل کمیشن ایجنٹس کی فہرست کو حتمی شکل دے کر منڈی میں الاٹمنٹ کے عمل کو جلد از جلد مکمل کرنے کی سفارش کی ہے۔

کھاد کی کمی کی تفصیلات

135: رانا محمد افضل خان: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) یہ درست ہے کہ کیا کھاد اور بالخصوص یوریا ڈی کسٹرو لڈا آئٹم ہے؟

(ب) اگر جواب ہاں میں ہے تو کھاد کی کمی کے حالات میں منصفانہ تقسیم کی غرض سے اسے کنٹرولڈ آئٹم کیوں نہیں بنایا جاتا، آگاہ فرمائیں؟
وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) نائٹروجنی کھادوں کی تقسیم اور قیمتوں پر حکومتی کنٹرول 1986 میں ختم کر دیا گیا جبکہ فاسفورسی کھادوں کی تجارت اور قیمتوں کو 1993 میں ڈی ریگولیٹ کر دیا گیا۔
ضمیمہ (الف) اور (ب) پر موصولہ نیشنل فرٹیلائزر ڈویلپمنٹ سنٹر اسلام آباد کی رپورٹیں ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں)
تاہم پنجاب فرٹیلائزر (کنٹرول) آرڈر 1973 اور پنجاب اینسٹل آرٹیکل (کنٹرول) ایکٹ 1973 کے تحت حکومت پنجاب صوبہ میں کھادوں کی ترسیل، تقسیم اور قیمتوں کی نگرانی کرتی ہے۔

(ب) کھاد کی کمی کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ملکی پیداوار میں مناسب اضافہ کیا جائے تاکہ درآمدات پر انحصار کم سے کم کیا جائے۔ مزید یہ کہ کھادوں بالخصوص یوریا کی بیرون ملک سمگلنگ پر قابو پایا جائے۔ کنٹرولڈ آئٹم قرار دینے سے مسئلہ حل نہ ہوگا۔ صرف رسد کو بڑھا کر ان کی قیمتوں میں توازن پیدا کیا جاسکتا ہے۔

محترمہ سیمیل کامران: جناب سپیکر! میں اپوزیشن کی طرف سے وزیر زراعت کو appreciate کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: محترمہ! ان کی طرف سے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب جوئیل عامر سہو ترا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب طاہر نوید چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: کیا آپ دونوں بولیں گے؟

جناب جوئیل عامر سہو ترا: جناب سپیکر! ہم دونوں تھوڑا تھوڑا بولیں گے۔ میں آپ کا مشکور ہوں

کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ (شور و غل)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

جناب جو نیل عامر سہو ترا: جناب سپیکر! آج سے پانچ چھ دن پہلے لاہور میں شازیہ دختر بشیر مسیح کا جو ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ جو ایک ایسا انسانیت سوز واقعہ تھا کہ اسے ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے condemn کیا۔ میں آج اس ہاؤس کی وساطت سے اس سانحہ کی پُر زور الفاظ میں مذمت کرتا ہوں اور میں ان تمام سیاسی قیادتوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جنہوں نے ان نازک لمحات میں اس شہید بچی کے خاندان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کیا اور میں خصوصاً اپنی قیادت میاں محمد نواز شریف اور اپنے قائد میاں محمد شہباز شریف کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ جو ان نازک لمحات میں اس خاندان کے ساتھ ہمدردی کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ میں میڈیا کا بھی خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ جن کے مثبت کردار کی وجہ سے یہ واقعہ highlight ہوا۔ میں وفاقی اور صوبائی حکومت کا بھی خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے بہت short time میں عملاً اقدامات اٹھائے جن کے نتیجے میں اس واقعہ میں ملوث تمام ملزمان گرفتار ہیں۔ بہت شکریہ وزیر انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب کامران مائیکل): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ہم اس ضمن میں ایک متفقہ قرارداد لارہے ہیں۔ اس قرارداد میں حکومتی اقدامات کی بھی appreciation کریں گے اور مذکورہ واقعہ کے متعلق بھی مزاحمتی قرارداد ہوگی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

جناب طاہر نوید چودھری: جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: اب بات تو ہو گئی ہے۔

جناب طاہر نوید چودھری: جناب سپیکر! میں اسی سلسلے میں ایک چھوٹی سی بات کرنا چاہتا ہوں کہ شازیہ جو پاکستان کی بیٹی تھی اس کے کیس نے پوری سوسائٹی کو جھنجھوڑا ہے یہاں تک کہ رات کو ٹیلی ویژن پر اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین بھی کہہ رہے تھے کہ آج شازیہ کی وجہ سے پوری سوسائٹی کے ضمیر کو جھنجھوڑا گیا۔ میں اس ضمن میں اتنا کہوں گا کہ child labour کے قوانین پر سختی سے عملدرآمد ہونا چاہئے۔ قومی اسمبلی میں شازیہ کے لئے ایک متفقہ قرارداد پاس ہوئی ہے اور ہمارے منسٹر صاحب بھی کہہ رہے ہیں کہ ہم یہاں پر بھی قرارداد لے کر آ رہے ہیں۔ چونکہ یہ لاہور اور پنجاب کا واقعہ ہے اس لئے اس کے خاندان سے ہمدردی کے لئے اس ایوان میں ایک منٹ کی خاموشی اختیار کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

محترمہ آمنہ الفت: شکریہ۔ جناب سپیکر! شازیہ کیس پر سب نے بات کی ہے۔ جو بھی ہوا بہر حال یہ ایک بہت بُرا واقعہ ہے اور ان واقعات کو روکنے کی ضرورت ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ child

rights پر۔۔۔

جناب سپیکر: جب قرارداد آئے گی تو پھر اس وقت بات کرنا۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں نے آپ سے اجازت لی ہے۔ پلیز! مجھے بات کرنے دیجئے۔ ہم نے اپوزیشن کی طرف سے child rights کے حوالے سے ایک بہت جامع بل اسمبلی میں جمع کروایا ہوا ہے۔ بچوں کے حقوق پر اقوام متحدہ کے کنونشن، آئین پاکستان، اسلامی تعلیمات میں بھی خصوصی اور واضح ہدایات موجود ہیں۔ اب یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کے حقوق کی نگہداشت کے لئے اقدامات کرے تاکہ شازیہ کیس کی طرح کوئی اور کیس دوبارہ وقوع پذیر نہ ہو۔ لہذا ہم درخواست کرتے ہیں کہ child rights کے حوالے سے ہماری طرف سے جمع کردہ بل کو حکومت اپنا بل بنا لے۔ یہ سب کا مشترکہ معاملہ ہے اور سچے سب کے ساتھ ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔

جناب طاہر نوید چودھری: جناب سپیکر! میں نے ایوان میں ایک منٹ کی خاموشی کے لئے استدعا کی تھی۔

جناب سپیکر: معزز ممبر فرما رہے ہیں کہ ان کے لئے ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی جائے۔

(اس مرحلہ پر ایوان میں ایک منٹ کے لئے خاموشی اختیار کی گئی)

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میری بات کا جواب نہیں آیا۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کی بات سنی گئی ہے۔ آپ اور کیا کہنا چاہتی ہیں؟ جب قرارداد آئے گی تو اس میں آپ شامل ہوں گے اور وہ قرارداد متفقہ ہوگی۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آپ کی طرف سے جواب نہیں آیا۔ اس بل میں پاکستانی عوام، بچوں اور عورتوں کے حقوق کی بات کی گئی ہے۔ اس میں کوئی ایسا matter نہیں ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ نے جو بات کی ہے وہ ادھر بھی سنی گئی ہے اور میں نے بھی سنی ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آپ کی طرف سے کوئی comments آنے چاہئیں۔ آپ تو میری بات پر صرف شکریہ کہہ کر مجھے درمیان میں ہی روک دیتے ہیں۔ پلیز اس طرح نہ کیا کریں۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے اور ہم سب کا سانجھا ہے۔

جناب سپیکر: جی، یہ سب کا سانجھا مسئلہ ہے اور یہ پیش ہو رہا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! مجھے آپ کی طرف سے شاباش چاہئے کہ ہم نے اتنا اچھا کام کیا ہے اور آپ حکومت سے کہیں کہ وہ اسے اپنا بل بنائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی اور اس معزز ایوان کی توجہ ایک بہت اہم مسئلہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ میں اس سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے پنجاب میں جنگلات کی percentage بہت کم ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: جب جنگلات کا ٹائم آئے گا تو پھر اس وقت بات کر لینا۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! میں بہت اہم مسئلے کی طرف آنا چاہتا ہوں۔

تحریر استحقاق

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ اب تحریر استحقاق لینے ہیں۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! اس میں لاکھوں ایکڑ رقبہ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ یہ کیا تقریر شروع کر رہے ہیں؟ will not allow تشریف رکھیں۔ محترمہ دیبا مرزا صاحبہ کی تحریک استحقاق ہے۔۔۔ محترمہ تشریف نہیں رکھتیں۔ میرے خیال میں وہ اس

میں دلچسپی نہیں لینا چاہتیں اس لئے یہ تحریک استحقاق of dispose کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک استحقاق علی نور نیازی صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ کل پڑھی گئی تھی۔ رانا صاحب! آپ نے اس کا جواب دینا تھا۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! دیبا مرزا صاحبہ کے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی ہے اس لئے یہ تحریک استحقاق of dispose نہ کریں۔ وہ ابھی ہاں بیٹھی تھیں۔
جناب سپیکر: میں نے ان کو دیکھا ہے لیکن وہ موجود نہیں تھیں۔ وہ مجھے کہہ کر جاتیں یا پھر آپ بتائیں۔ اب dispose of کا آرڈر ہو چکا ہے۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

سیکرٹری سوشل ویلفیئر کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ تصحیح آمیز رویہ

(۔۔۔ جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم علی نور نیازی صاحب نے جو معاملہ اٹھایا ہے، واقعی یہ جس قسم کے allegations لگائے گئے ہیں It demands inquiry تو آپ اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیں تاکہ وہاں پر یہ معاملہ thrash out ہو سکے۔
جناب سپیکر: تو ٹھیک ہے۔ علی نور نیازی صاحب کی اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے۔
محترمہ دیبا مرزا: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں صبح سے انتظار کر رہی تھی، ابھی تھوڑی دیر کے لئے میں باہر گئی تو آپ نے میری تحریک of dispose کر دی ہے۔ یہ بہت اہم مسئلہ ہے، میرے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے لہذا مہربانی کر کے مجھے اپنی تحریک پیش کرنے کی اجازت دے دیں۔
جناب سپیکر: محترمہ! میں نے آپ کا نام کل بھی پکارا تھا لیکن آپ کی طرف سے مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ آج بھی جب میں نے آپ کا نام پکارا ہے تو آپ موجود نہیں تھیں۔ چونکہ میں اس تحریک کو dispose of کر چکا ہوں تو اب سوائے sorry کے میں کچھ نہیں کر سکتا۔
محترمہ دیبا مرزا: جناب سپیکر! میرے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی ہے لہذا میری اس تحریک کو take up کر لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا مناسب حل یہ ہے کہ محترمہ اپنی اس تحریک کو دوبارہ لے آئیں اور ہم اسے out of turn take up کر لیں گے۔

تحریر کے لئے کار

جناب سپیکر: یہ ٹھیک ہے۔ محترمہ! آپ اپنی یہ تحریک آج ہی دوبارہ دے دیں تو ہم اسے کل take up کر لیں گے۔ اب ہم تحریک التوائے کار take up کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 633 جناب شریار ریاض صاحب کی طرف سے ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے لہذا اس تحریک کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 778/09 محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی طرف سے ہے۔ محترمہ! کیا آپ اپنی اس تحریک کو پڑھ چکی ہیں؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جی، نہیں۔ مجھے تو ابھی تک اس کی کاپی بھی نہیں ملی۔

جناب سپیکر: محترمہ کو کاپی مہیا کی جائے۔ جی، آپ اپنی تحریک پیش کریں۔

جان بچانے والی ادویات کی قیمتوں میں بے جا اضافہ

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک رپورٹ کے مطابق فارماسیوٹیکل کمپنیاں جو جان بچانے والی ادویات بناتی ہیں انہوں نے باقاعدہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت، اپنے کاروبار کو عروج دینے اور انسانی جانوں سے کھیلنے کے لئے جان بچانے والی ادویات بنانا بند کر دی ہیں جس کے نتیجے میں دیکھنے میں یہ آ رہا ہے کہ جن میڈیکل سٹورز یا دیگر ذرائع کے پاس جان بچانے والی ادویات ہیں وہ منہ مانگے داموں فروخت کر رہے ہیں۔ لواحقین اور متاثرین اپنے مریضوں کی جان بچانے کے لئے ان مہنگی ادویات کو خریدنے پر مجبور، بے بس اور لاچار دکھائی دینے لگے ہیں۔ ان کمپنیوں نے نہ تو انسانی جانوں کا خیال رکھا اور نہ ہی حکومت پنجاب کے کسی rules اور قانون کو مد نظر رکھ کر ایسا کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کی ہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان کی دسترس بہت دور تک ہے۔ حکومت ان کے مطالبات ماننے پر مجبور ہو جائے گی اور وہ اپنی من مرضی سے کسی بھی دوائی کی قیمت جب چاہیں، جس طرح چاہیں بڑھا سکتے ہیں اور کوئی بھی ان کو گرفت میں نہیں لے سکتا۔ دوسری طرف ان سنگین حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کمپنیوں نے جان بچانے والی ادویات کو مہنگی بنا کر فروخت کرنا شروع کر دیا ہے جس کی وجہ سے میڈیکل سٹور، مریضوں کے لواحقین اور متاثرین مہنگے داموں یہی ادویات خریدنے پر مجبور دکھائی دے رہے ہیں۔ کمپنیاں راتوں رات امیر بننے میں لگی ہوئی ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ حکومت

پنجاب نے پچھلے چند سالوں سے ادویات کی قیمتوں میں اضافہ کے لئے ان کے اس مطالبے کو مسترد اور رد کر دیا تھا کہ ادویات کی قیمتوں میں مزگائی کے تناسب سے اضافہ کیا جائے۔ حکومت نے ایسا کرنے سے معذرت کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فارماسیوٹیکل کمپنیوں نے اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے ایسی راہ اختیار کی کہ جس کے باعث حکومت ادویات کی قیمتوں میں اضافہ کرنے پر مجبور ہو جائے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائٹا اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کا ابھی تک جواب موصول نہیں ہوا اس لئے میں یہ درخواست کروں گا کہ محترمہ کی اس تحریک کو pending فرمایا جائے۔ محترمہ کی اس سے آگے بھی دو تحریک التوائے کار ہیں۔ ان کی بھی ایسی ہی صورت حال ہے اس لئے محترمہ کی یہ تینوں تحریک التوائے کار pending فرمادیں اور اگلی تحریک التوائے کار نمبر 808، محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی طرف سے ہے۔ اس کا جواب موصول ہو گیا ہے لہذا اسے take up کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: محترمہ کی تحریک کو کب تک pending کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائٹا اللہ خان): جناب سپیکر! ان کی تحریک کو next week تک pending کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ محترمہ کی تینوں تحریک 778, 796 اور 798 کو next week تک pending کیا جاتا ہے۔

شیخ علاؤ الدین: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 775 کو آپ نے skip کیا ہے یا اسے pending کیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: یہ تحریک next week کے لئے pending ہو چکی ہے۔

شیخ علاؤ الدین: چلیں، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی تحریک التوائے کار ہے کیا وہ تشریف رکھتی ہیں۔۔۔ وہ موجود نہیں ہیں۔ رانا صاحب! کیا اس کو pending کر لیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائٹا اللہ خان): جناب سپیکر! جیسے آپ مناسب سمجھیں۔

جناب سپیکر: تو محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کی اس تحریک کو next week کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 810 سیدہ ماجدہ زیدی، محترمہ آمنہ الفت اور محترمہ سمیل کامران صاحبہ کی طرف سے ہے۔

کیمپ جیل اور کوٹ لکھپت جیل لاہور کے قیدیوں میں پیمانائٹس کی تشخیص اور مزید پھیلنے کا خدشہ

محترمہ سمیل کامران: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کیمپ جیل لاہور اور کوٹ لکھپت جیل لاہور میں بالترتیب 190 اور 208 قیدی پیمانائٹس کے مرض میں مبتلا ہیں اور ان سے یہ موذی بیماری آگے پھیلنے کا خدشہ ہے جس بناء پر ان جیلوں میں سزا کاٹنے والے قیدی، ان کے عزیز و اقارب میں بالخصوص اور صوبہ پنجاب کے عوام میں بالعموم اضطراب اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ حکومت گئے چھنے افراد کو طبی سہولیات فراہم نہیں کر سکتی تو ان قیدیوں کو بعد از سزا کاٹنے کے کیسے بہتر اور کارآمد شہری بنا سکتی ہے؟ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: کیا اس تحریک کا جواب آگیا ہے؟

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! اس تحریک کا ابھی تک جواب موصول نہیں ہوا اس لئے اس کو next week تک pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اسے next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 811 محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کی ہے۔

صوبہ میں ناقص طبی انتظامات کی وجہ سے بچوں میں پولیو

جیسی مسلک بیماری میں اضافہ

محترمہ نگہت ناصر شیخ: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق "لاہور میں پولیو کے مزید دو کیسز سامنے آگئے" تفصیل کچھ یوں ہے کہ

محکمہ صحت کے ناکافی انتظامات کی وجہ سے ایک بار پھر بچوں میں پولیو کا خطرہ منڈلانے لگا ہے۔ پاکستان میں 2007 میں 32 کیسز، 2008 میں 117 جبکہ 2009 تک 62 کیسز پائے گئے۔ 20 اکتوبر 2008 تک پنجاب میں 31 کیسز سامنے آئے۔ ایڈیشنل ڈائریکٹر ہیلتھ ڈاکٹر اظہر مسعود بھٹی کی رپورٹ کے مطابق 20 اکتوبر 2009 تک صرف پنجاب کے 11 کیسز سامنے آئے ہیں۔ یہ کیسز راجن پور میں 1، ٹوبہ ٹیک سنگھ میں 1، لاہور میں 2، ملتان میں 3 اور دیگر شہروں میں بھی سامنے آئے ہیں۔ یہ تمام معلومات سرکاری ہسپتالوں کے ریکارڈ کے مطابق ہیں مگر محکمہ ہیلتھ کی رپورٹ کے مطابق 65 فیصد افراد پرائیویٹ سیکٹر سے علاج کرواتے ہیں اور صرف 35 فیصد سرکاری ہسپتالوں سے، اگر ان پرائیویٹ ہسپتالوں میں آنے والے کیسز کا data اکٹھا کیا جائے تو یہ تعداد ڈبل ہو سکتی ہے اور اس طرح مجموعی طور پر سال 2008 اور 2009 میں ان بچوں میں پولیو کا وائرس پایا گیا ہے اور ماہرین کا خیال ہے کہ اگر پولیو کی خوراک موثر اور کارگر ثابت نہ ہوئی تو مزید کیسز سامنے آ سکتے ہیں۔ حکومت کو اس اہم مسئلہ پر فوری توجہ دینی چاہئے تاکہ آنے والی نسلوں کو اپناج ہونے سے بچایا جاسکے اور پولیو مہم کے دوران تمام ٹیموں کو خصوصی تربیت دی جائے۔ ان ٹیموں کو monitor کیا جائے اور پولیو کی خوراک کو موثر بنانے کے اقدامات کئے جانے چاہئیں۔ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ پولیو مہم کے دوران ٹیمیں گھر گھر جا کر اور ہر بچے کو ویکسین کی فراہمی کو یقینی بنائیں۔ جو رپورٹ مرتب کی جائے وہ نہ صرف سرکاری ہسپتالوں سے data لے کر بنے بلکہ پرائیویٹ سیکٹر کو بھی شامل کیا جائے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کا جو جواب موصول ہوا ہے اس کے مطابق جو data اس Adjournment Motion میں درج ہے وہ بالکل درست ہے اور محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ نے انتہائی اہم معاملے کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس میں انہوں نے جو تجاویز دی ہیں ان تجاویز پر پہلے سے بھی عمل ہو رہا ہے۔ اس موذی مرض سے پوری سوسائٹی ایک دفعہ تو پوری immune ہو گئی تھی لیکن دوبارہ یہ cases report ہوئے ہیں تو اب اس میں Health Department خصوصی طور پر اس پر efforts کر رہا ہے اور محترمہ نے جو تجاویز دی ہیں انہیں بھی

اس مہم کا حصہ بنایا جائے گا۔ میں اس پر معزز ہاؤس کو یقین دلاتا ہوں کہ اس انتہائی اہمیت کے حامل معاملے کے اوپر محکمہ پوری توجہ دے رہا ہے اور اس کو مزید مؤثر بنانے کی کوشش کی جائے گی۔
جناب سپیکر: محترمہ! میرا خیال ہے کہ اب آپ کی بات مکمل ہو گئی ہے۔ انہوں نے آپ کی تجویز سے اتفاق کیا ہے۔

محترمہ گلہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں اس میں صرف یہ گزارش کروں گی کہ اگر اس تحریک کو ہاؤس میں بحث کے لئے پیش کر دیا جائے۔۔۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس سے پھر آپ کو فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ کی بات ہو گئی ہے آپ کے لئے فائدہ مند ہی ہے۔ Not pressed. Disposed of.

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے لاء منسٹر سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ اسمبلی کے باہر ایپکا کے کلرک کافی تعداد میں اکٹھے ہوئے ہیں، وہاں پر کافی وقت سے Traffic Blocked ہے اور نعرے بازی ہو رہی ہے۔ میں وہیں سے ہو کر آیا ہوں اور میں نے ان سے استدعا کی ہے کہ ان کے جائز مطالبات پر ہماری طرف سے سیاسی مدد کی جائے گی اور ان پر عمل درآمد کرنے کے لئے گورنمنٹ سے request بھی کی جائے گی۔ میری استدعا ہے کہ حکومت کی طرف سے وہاں کوئی نمائندہ چلا جائے یا میں نے انہیں second option یہ کہی ہے کہ آپ کوئی وفد تشکیل دیں اگر لاء منسٹر مناسب سمجھتے ہیں تو ان کو ٹائم دے دیں، ان کی بات سن لیں تاکہ وہاں سے ٹریفک رواں دواں ہو۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم Leader of the Opposition نے جو بات کی ہے میں اس کے لئے بالکل تیار ہوں اگر یہ مناسب ہے کہ یہاں ہاؤس سے کوئی وفد جس میں Treasury Benches اور اپوزیشن سے بھی لوگ شامل ہوں، جا کر ان سے اگر بات کریں تو یہ تجویز بھی مناسب ہے اور اگر مناسب سمجھیں تو وہاں جانے کی بجائے ان کے پانچ، سات، دس نمائندوں کو اگر یہاں پر بلا لیا جائے تو بہتر ماحول میں ان کی بات سنی جاسکے گی اور میں Leader of the Opposition کو یقین دلاتا ہوں کہ جب ہم ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کے مطالبات سنیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ جو ممکن ہو اس پر عمل درآمد بھی کریں گے۔

جناب سپیکر! میں ایک اور گزارش بھی کرنا چاہتا ہوں کہ صبح سے اگر Leader of the Opposition موجود تھے تو محسن لغاری صاحب نہیں تھے، اگر محسن لغاری صاحب آئے تو Leader of the Opposition موجود نہیں تھے۔ آپ کے چیئرمین صبح جو بات ہوئی اس کی بالکل پوری پابندی ہم پر لازم ہے۔۔۔

جناب سپیکر: اتنا کہہ دیں کہ کوئی الفاظ جو ایسے بولے گئے ہیں ہم ان کو واپس لیتے ہیں۔ وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائٹا، اللہ خان): جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ پونے دو سال بھی اور اس سے پہلے 5 سال بھی، میں یہ بات debate کرنے کو تیار ہوں کہ میرے منہ سے نکلا ہو ایک لفظ بھی غلط نہیں ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اس کے دو معنی ہیں، بھئی! جو اچھا معنی ہے میرے ذہن میں تو وہ ہے اس لئے میں اس بات کو contest کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن بہر حال آپ کے چیئرمین جو بات ہوئی میں اس کا مکمل احترام کرتا ہوں لیکن کل چونکہ Leader of the Opposition اور محسن لغاری صاحب نے بھی میری بلڈنگ سے متعلق جو معاملہ اٹھایا تھا اور اس میں انہوں نے ایک انکوائری کمیٹی کا مطالبہ کیا تھا تو وزیر اعلیٰ پنجاب محترم شہباز شریف صاحب سے کل بھی میری بات ہوئی تھی۔ میں نے ان سے request کی تھی کہ rule of law and commitment with rule of law کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اپوزیشن کے اس مطالبے کو منظور کریں اور کمیٹی تشکیل دیں وہ کمیٹی اس علاقے میں تعمیرات کو چیک کرے اور اس کے مطابق اگر میرے ذمے کوئی penalty نکلے، کوئی rectification نکلے، کوئی removal نکلے تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔ میں نے وزیر اعلیٰ پنجاب کو یہ written request کی ہے اور میں اس کی ایک کاپی Leader of the Opposition کی خدمت میں اور محسن لغاری صاحب کی خدمت میں بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ ان کو اس چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ چھوڑیں اس بات کو، رہنے دیں۔ وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائٹا، اللہ خان): جناب سپیکر! انہوں نے کل مطالبہ کیا تھا۔ میں نے یہ application وزیر اعلیٰ پنجاب کو بھیج دی ہے اور اس پر کمیٹی تشکیل ہوگی۔ میں کوئی مذاق سے بات نہیں کر رہا۔

جناب سپیکر: آپ نے اپنے طور پر اگر یہ بات کرنی ہے تو ٹھیک ہے لیکن وہ یہ مطالبہ نہیں کر رہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائثناء اللہ خان): مطالبہ تو انہوں نے کل کیا تھا ناں۔

جناب سپیکر: وہ انہوں نے withdraw کر لیا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائثناء اللہ خان): اگر انہوں نے withdraw کر لیا ہے تو ان کی مرضی ہے۔ میں نے اس کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی ہے۔

(اس مرحلہ پر وزیر قانون کی طرف سے وزیر اعلیٰ پنجاب کو کمیٹی تشکیل دینے

کی application ایوان کی میز پر رکھ دی گئی)

جناب سپیکر: میرے خیال میں، میں نے پہلے جو بات کی تھی وہ مناسب ہے۔ چودھری صاحب!

آپ بھی بھائی کو بتادیں۔ جی، اب آپ نے ان کے لئے کیا کرنا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر یہاں سے وہاں دوست گئے کیونکہ وہاں کم از کم پانچ، سات سو آدمی ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں لاء منسٹر کی قطع کلامی کر رہا ہوں، کسی کی بھی بات کی قطع کلامی کرنا مناسب نہیں۔ انہوں نے پہلے بھی بات کی ہے جو کہ اب repeat کر رہے ہیں۔ میں یہی چیز مد نظر رکھتے ہوئے انہیں دو options دے کر آیا ہوں۔ میں نے کہا ہے کہ آپ اپنا 4 رکنی وفد تیار کر لیں، لاء منسٹر اپنا کوئی ذمہ دار آدمی بھیجیں گے جو اس وفد کو لے آئے گا۔ وہ مان گئے ہیں کہ ہم آنے کے لئے تیار ہیں آپ ان کو بلا لیجئے گا اور اپنی سطح پر وہاں بیٹھ کر ان کی اشک شونی کر دیجئے گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائثناء اللہ خان): جناب سپیکر! آپ سکیورٹی کے عملے میں سے کسی کی ڈیوٹی لگا دیں وہ جا کر ان کو لے آئیں گے، بجائے اس کے کہ آپ معزز ممبران کو بھیجیں۔ یہاں پر آپ ایک کمیٹی تشکیل دے دیں ہم بیٹھ کر ان کی بات سن لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر اسد اشرف، رانا محمد افضل خان، محمد محسن خان لغاری اور حاجی محمد اسحاق، یہ چار آدمیوں کی کمیٹی ہے۔ آپ ان کو اندر بلا کر ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کر لیں اور انہیں assurance کروائیں کہ ان کے جو جائز مطالبات ہوں گے وہ مانے جائیں گے۔

اگلی تحریک التوائے کار نمبر 814 سردار سلیم بھٹی صاحب کی طرف سے ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے اس کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ چودھری ظہیر الدین اور دیگر حضرات کی طرف سے تحریک التوائے کار نمبر 819 ہے۔
محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کروں گی۔
محترمہ نگلت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار نمبر 813 پہلے ہے۔
جناب سپیکر: محترمہ! لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہوگی تو یہ تحریک اس وجہ سے نہیں لی جاسکتی۔ جی، محترمہ آمنہ الفت!

پنجاب میں پانی کے ذخائر کی قلت کی وجہ سے پاکستان کی سلامتی کو مستقبل میں خطرہ

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق پانی کی قلت ملک کی سلامتی کے لئے مستقبل قریب میں سب سے بڑا خطرہ بن سکتی ہے۔ پنجاب میں پانی کے ذخائر تیزی سے کم ہو رہے ہیں اور زیر زمین پانی کی سطح بھی تشویشناک حد تک کم ہو گئی ہے جس سے پانی کا شدید بحران پیدا ہونے والا ہے۔ پنجاب میں پانی کے استعمال کی فی کس شرح 3 ہزار کیوسک میٹر تھی جو کم ہو کر ایک ہزار کیوسک میٹر پر آگئی ہے جبکہ آنے والے دس سالوں میں یہ سطح انتہائی کم ہو جائے گی۔ اس انتہائی اہم معاملے کو فوری طور پر اسمبلی میں زیر بحث لایا جائے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے جو جواب موصول ہوا ہے اس میں ماہرین کے تجزیے کے مطابق دنیا بھر میں پانی کی فراہمی میں کمی ہوتی جا رہی ہے۔ پاکستان میں بھی بڑھتی ہوئی آبادی اور موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے پانی کی قلت ہوتی جا رہی ہے۔ مزید برآں موجودہ آبی ذخائر کی گنجائش میں 26 فیصد تک کمی واقع ہو گئی ہے۔ اس کمی کو نئے ڈیم بنا کر اور آبپاشی کے بہتر طریقہ استعمال سے کسی حد تک پورا کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں مزید عرض ہے کہ زیر زمین

پانی کے ذخائر میں کمی پیشی بارشوں، نہری پانی اور دیگر موسمی اثرات کی وجہ سے ہوتی ہے۔ پنجاب میں زیر زمین پانی کی کوالٹی اور سطح مختلف علاقوں میں مختلف ہے۔ ماہرین کے اندازے کے مطابق پنجاب میں 8 لاکھ سے زائد ٹیوب ویل زیر زمین پانی کو pump کر کے زرعی مقاصد کے لئے استعمال ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے زیر زمین پانی کی سطح میٹھے پانی کے علاقوں میں گرتی جا رہی ہے۔ اگر زیر زمین پانی کی کوالٹی ایک دفعہ خراب ہو جائے تو یہ دوبارہ ٹھیک نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ کے حل کے لئے تمام stake holders کے تعاون سے جامع منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ جس کے تحت پہلے مرحلے میں زیر زمین پانی کی سطح اور کوالٹی کی monitoring کی جا رہی ہے تاکہ مسئلہ کی نوعیت کے مطابق مختلف علاقوں میں کسانوں کی آگاہی اور شرکت سے زیر زمین پانی کے دیرپا استعمال کی منصوبہ بندی کی جائے۔ اس ضمن میں یہ ضروری ہو گا کہ نئے ڈیم بنائے جائیں تاکہ ٹیوب ویلوں پر انحصار کم کر کے زیر زمین پانی کی سطح کو برقرار رکھا جائے۔

جناب سپیکر! یہ تو مجھے کا جواب ہے جو میں نے پڑھ دیا ہے لیکن اپوزیشن کے ان دوستوں نے جس مسئلے کی طرف نشاندہی کی ہے یہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے پہلے غالباً شیخ علاؤ الدین صاحب اور دو تین اراکین نے میرے ساتھ اس مسئلے پر بات کی ہے کہ اس مسئلے پر بحث ہونی چاہئے۔ آپ اس تحریک التوائے کار کو منظور کر کے کسی دن قائد حزب اختلاف اور متعلقہ منسٹر راجہ ریاض صاحب سے مشورہ کر کے دن مقرر کر لیں۔

جناب سپیکر: ہم اس پر اگلے ہفتے میں کوئی دن بحث کے لئے رکھ لیتے ہیں کیونکہ اگر آج اس کو منظور کر لیں تو پھر ہمیں دو دن میں اس پر بحث کرنا ہوگی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائٹا اللہ خان): جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ اس معاملے پر بحث ہونی چاہئے۔ آپ اس کو عام بحث میں رکھ لیں یا اس تحریک التوائے کار کو admit کر کے کر لیں۔ میں اس بات کی اہمیت کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ اس پر ہاؤس میں بحث ہو تاکہ جو بات محکمہ کہہ رہا ہے کہ وہ جامع منصوبہ بندی کر رہا ہے تو اس میں اراکین اسمبلی کی input بھی آنی چاہئے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں شکر یہ ادا کرتا ہوں اور میں وزیر قانون کی بات سے متفق ہوں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر آبپاشی کے ساتھ ساتھ وزیر ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ کو بھی شامل کریں جو WASA اور پینے کے پانی کو deal کرتے ہیں۔ اس میں بہت زیادہ تجاویز اور ٹیکنیکل گفتگو کی ضرورت ہے۔ پاکستان اور پنجاب کی تقریباً

recharging ختم ہو چکی ہے کیونکہ ساری دنیا میں recharging کے دو ہی ذرائع ہیں جو بارش اور سیلابی پانی ہیں۔ بارش اللہ کی طرف سے ہم سے روٹھی ہوئی ہے اور سیلابی پانی اوپر سے روک لیا گیا ہے، جو تھوڑا بہت پانی آتا ہے اسی کو ہم نے سمیٹنا ہے۔ اس کے لئے catchments areas کے بغیر کیسے reservoirs بننے ہیں اس پر سیر حاصل گفتگو کی ضرورت ہے اس لئے آپ کوئی تاریخ رکھ دیں تو ہم بہت مشکور ہوں گے۔ آپ جو بھی وقت مقرر کریں گے اس کے لئے اپوزیشن تیار ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی رائے سے ہم آپاشی پر بحث کے لئے اگلے ہفتے میں کسی دن کو مقرر کر لیں گے۔ آپ کی یہ تحریک ویسے تو منظور ہے لیکن قانونی طور پر اگر ہم اس کو admit کریں گے تو پھر وقت پر کام مکمل نہیں ہوگا۔ اس طرح کوئی lacuna رہ جائے گا۔

محترمہ گلت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار نمبر 813 لاء اینڈ آرڈر سے متعلقہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! اس کو اگلے ہفتے تک pending کرتے ہیں۔ اب چودھری محمد اشرف چوہان صاحب کی تحریک التوائے کار ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے اس کو اگلے ہفتے کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد رانا بابر صاحب کی تحریک التوائے کار ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے یہ بھی اگلے ہفتے کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار بھی رانا بابر صاحب کی ہے، اس سے آگے بھی رانا بابر صاحب کی ہیں۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے یہ اگلے ہفتے کے لئے pending کی جاتی ہیں۔ اب تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

مسودہ قانون

(جو متعارف ہوا)

مسودہ قانون (ترمیم) پنجاب پبلک سروس کمیشن مصدرہ 2010

جناب سپیکر: اب غیر سرکاری ارکان کی کارروائی شروع کی جاتی ہے۔

The Punjab Public Service Commission (Amendment)

Bill, 2010 (Bill No. 1 of 2010). Ch. Zahir-ud-Din Khan

may move the Punjab Public Service Commission
(Amendment) Bill, 2010.

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں move کروں گی۔
جناب سپیکر: جی، کریں۔

DR SAMIA AMJAD: Sir, I move:-

“That leave be granted to introduce the Punjab Public
Service Commission (Amendment) Bill, 2010.”

MR SPEAKER: The motion moved:-

“That leave be granted to introduce the Punjab Public
Service Commission (Amendment) Bill, 2010.”

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS

(Rana Sana Ullah Khan): Sir, I oppose.

جناب سپیکر: رانا صاحب نے اسے oppose کیا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ اگر یہ Chair کی ruling کو oppose کر رہے ہیں تو مجھے بڑی حیرت ہوئی ہے کیونکہ اُس وقت ڈپٹی سپیکر صاحب موجود تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ یہ amendment لانے کی ضرورت ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ لاء منسٹر صاحب آج ڈپٹی سپیکر صاحب کی ruling کو oppose کر رہے ہیں۔ اس amendment کی ضرورت صرف اس لئے پیش آئی تھی کہ گزشتہ ریکارڈ اٹھا کر دیکھیں تو کم از کم پانچ یا سات تجارتی استحقاق اسی topic پر آئی تھیں کہ گورنمنٹ کی کارکردگی کی جو رپورٹیں ہاؤس میں lay ہونی ہوتی ہیں اس میں delay ہوتی ہے اور اس میں delay اس لئے ہوتی ہے کہ اس میں ایک مبہم سا clause as early as possible ہے اور اس حوالے سے ہاؤس میں رانا صاحب سے میری بات بھی ہوئی تھی کہ as early as possible کا کیا مطلب ہے؟

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسیِ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں خوش ہوں کہ آپ اللہ کی طرف سے خود ہی یہاں تشریف لے آئے ہیں اور موقع بھی ایسا تھا کہ آپ کی ضرورت تھی۔ ہم Punjab Public Service Commission (Amendment) Bill, 2010 کی بات کر رہے ہیں جس میں آپ نے ruling دی تھی کہ اس قسم کی amendment کی واقعی ضرورت ہے۔ آج لاء منسٹر صاحب نے اٹھ کر اسے oppose کیا ہے۔ اس کا مطلب تو یہی ہے کہ انہوں نے آپ کی ruling کو oppose کیا ہے۔ مجھے کہنا صرف یہ ہے کہ اگر آپ نے انتہائی زیرک اور ایمانداری سے اپنی Chair کی اتھارٹی کو استعمال کرنے کے بعد حزب اختلاف کی طرف سے بار بار لائی گئی تحریک استحقاق کانوٹس لیتے ہوئے ایک کام کیا تھا تو پھر لاء منسٹر صاحب کے اس attitude پر مجھے نہایت افسوس ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ کئی مرتبہ یہ بحث ہوئی کہ as early as possible کا کیا مطلب ہے؟ تین تین سال تک محکموں کی کارروائیاں floor پر پیش نہیں کی جاتیں جس کی وجہ سے محکمے بالکل ہی بے لگام ہو گئے ہیں۔ مثلاً اگر صحت کے حوالے سے ایک میڈیکل کالج کی رپورٹ یہاں پیش ہوئی تو کہا گیا کہ دو سال کے بعد 2006 کی رپورٹ اب آئی ہے۔ اس کے بعد اگر ہم نے بیت المال کی رپورٹ کا پوچھا تو انہوں نے کہا کہ گورنر صاحب کے پاس گئی ہے ان کو ہم چٹھی لکھ دیں گے، کبھی کچھ، کبھی کچھ کہہ دیا جاتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ یہ کام نہیں ہوتا لیکن اگر ہم اس کو time bar کریں یا ہم اس میں یہ amendment لائیں کہ فلاں تاریخ تک یہ رپورٹیں ایوان میں lay کر دی جائیں تو تب ہی اس صوبے کا کچھ نہ کچھ بھلا ہو جائے گا۔ اگر ایک سوال یہاں پوچھا جاتا ہے یا ایک rule بنایا جاتا ہے کہ فلاں محکمہ اس چیز کا پابند ہے کہ وہ سالانہ رپورٹ ایوان میں پیش کرے پھر اس میں ایک چھوٹا سا lacuna as soon as possible جو کہ ایک vague term ہے اس کو تبدیل کرنے کے لئے بار بار تحریک استحقاق لانے کے نتیجے میں Chair یعنی آپ نے خود یہ ruling دی کہ یہ ہونا چاہئے تو پھر آج آپ ہی کے لاء منسٹر صاحب کی اس "ناں" کا کیا مطلب ہے؟ میں آپ سے التماس کرتی ہوں کہ آپ اس کو accept کریں کیونکہ یہ نہایت ضروری ہے۔ یہاں پر کسی بات کا کوئی حساب کتاب ہی نہیں ہے۔ محکمہ بیت المال، محتسب، پبلک سروس کمیشن، صحت یا کوئی بھی محکمہ جب تک اپنے آپ کو اس ہاؤس کے جوابدہ نہیں ہونے دے گا تو ان باتوں کو "ناں" کرنے سے ہماری کمزوری میں مزید اضافہ ہوگا۔ یہ rules کوئی حرفِ آخر نہیں ہوتے، وقت کے ساتھ ساتھ ان کی amendment کرنا ہی وقت کی ضرورت ہے۔ اب اگر اتنی بڑی اسمبلی اور اتنے بڑے محکمے ہوتے ہوئے بھی یہ رپورٹیں اسمبلی تک نہ آئیں، ممبران اس

پر سحر انگیز گفتگو کر کے اس پر غور و خوض نہ کریں، صرف بحث جاتا رہے اور جواب کوئی نہ آئے، کارکردگی کا پتہ نہ چل سکے اور اس پر بار بار اپوزیشن یا دیگر ممبران کی طرف سے تحریک استحقاق آتی رہیں اور Chair اس کو recognize کرے تو پھر لاء منسٹر صاحب کی بات کا کیا جواز ہے کہ وہ اس بات پر کھڑے ہو کر oppose کر رہے ہیں، کیا وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ کوئی بھی bill حزب اختلاف کی طرف سے نہ آئے اور کوئی بھی ایسی credible چیز ہماری طرف سے نہ آئے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! اس پر آپ نے اپنا point ر جسٹر کروالیا ہے۔ لاء منسٹر صاحب! کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثنا اللہ خان): جناب سپیکر! اگر میں اس بات کی پہلے ہی وضاحت کر دیتا تو شاید محترمہ کو اتنی زیادہ لمبی بحث کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ اس amendment سے مجھے کوئی انکار نہیں ہے لیکن ان کی یہ amendment قانون کے مطابق decision of the Cabinet is required as per sub rule 2 of rule 32 of Punjab Government Rules of Business 1974. یعنی اس میں کابینہ کی approval کی ضرورت ہے۔ اگر محترمہ اس کو اپنے طور پر کابینہ کی منظوری کے لئے move کریں تو پھر بھی consider ہو سکتا ہے یا متعلقہ محکمہ کر سکتا ہے لیکن until and unless that approval accept کو amendment نہیں کیا جاسکتا۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے کابینہ کے لئے اس کو اپنے نام سے move کر دیتی ہوں لیکن اس کی approval ضرور کریں۔ بے شک یہ قانون ہے لیکن قانون میں amendment کی ہی بات کی گئی ہے اور یہ public interest میں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ نے بڑی اہم amendment move کی ہے اور اس پر ہمیں ان محکموں کو بالکل ایک specific time دینا چاہئے جس پر وہ اسمبلی کو جوابدہ ہوں۔ چونکہ یہ آپ کی طرف سے آئی ہے لہذا آپ بالکل کابینہ کو move کریں اور جب آپ move کریں گی تو ہم لاء منسٹر صاحب سے بھی درخواست کریں گے کہ وہ اس کو فوراً کابینہ کی میٹنگ میں رکھیں تاکہ یہ enactment ہو سکے۔ اب اس پر میرے خیال میں ووٹنگ کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ! آپ اس کو فوراً move کر دیں۔ بہت شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ڈاکٹر سامیہ امجد: بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: اس پر legal requirement یہ ہے کہ چونکہ اب یہ amendment پیش ہوئی ہے اس لئے ہاؤس کے سامنے present کرنا بھی لازمی ہے۔ اگر یہ lost بھی ہوتی ہے تو then you can move a new one

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس assurance پر یہ withdraw بھی کر سکتی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ اس کو اس assurance کے ساتھ withdraw کر لیں کہ آپ اس کو کابینہ کے لئے move کر دیں گی۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں یہی گزارش کرنے والا تھا کہ یہ lost ہونے کی صورت میں محترمہ نئی amendment کابینہ کو پیش کر دیں گی اور ہم اس کو اس بات پر withdraw کر لیتے ہیں کہ ہماری آپ کے ساتھ اس پر discussion ہوئی ہے اور آپ کے حکم اور ruling کے مطابق اس پر عمل ہوگا۔ بہت شکر یہ جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ! آپ اسے withdraw کر لیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! آپ کی ruling کے پیش نظر ہم اس کو withdraw کرتے ہیں کہ آپ کی ruling کو obey کیا جائے اور کابینہ میں پیش کیا جائے۔ یہ بھی assurance دی جائے کہ کابینہ کی میٹنگ جلد ہوگی اور اگر یہ کابینہ کی آئندہ میٹنگ میں ہی اسے پیش کر دیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں اللہ کے فضل و کرم سے اس Chair کی ruling چلے گی، آپ بے فکر رہیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: انشاء اللہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلی amendment کو بھی اسی spirit پر withdraw کر لیا جائے؟ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کی بھی same position ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اسے بھی withdraw کر لیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اس کے بعد مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں ہیں۔

(اذان ظہر)

پوائنٹ آف آرڈر

پی پی۔ 181 (قصور) میں تیزاب سے جلنے والی خاتون کا حکومتی

وعدہ کے مطابق علاج کروانے کا مطالبہ

شیخ علاؤ الدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر! آپ کو یاد ہو گا کہ میرے حلقے کی ایک لڑکی نسیم بی بی جس کا چہرہ تیزاب سے جلایا گیا تھا۔ جب وہ معاملہ میں ایوان کے علم میں لایا تو وزیر قانون نے یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ اس بچی کا علاج حکومت کرائے گی۔ اب معاملہ یہ ہے کہ وہ بچی جس طرح میں اس کو وہاں سے یہاں منگواتا رہا وہ ایک pathetic story ہے لیکن میں جو آج آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ یہ ایک غریب بچی کا معاملہ ہے بلکہ پنجاب کی ان بے شمار بچیوں کا معاملہ ہے جن کو پلاسٹک سرجنری اور Dermatologist جنہوں نے تباہی مچائی ہوئی ہے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ میو ہسپتال میں پروفیسر فرید احمد نے اس بچی کو چھ مہینے چکر لگوائے۔ جب میں نے ان سے بات کی اور میں نے اپنے ایک میٹجر کو بھیجا کہ جا کر ان سے بات کرو تو پروفیسر فرید احمد نے کہا کہ اس کو جناح ہسپتال لے جاؤ۔ اب اس بچی کا حال یہ ہے کہ اس کے چہرے کی جلد اس کے کندھوں سے ملی ہوئی ہے۔ اس کا اتنا بُرا حال ہے۔ اس طرح کی بے شمار نوجوان بچیوں کے cases ہیں۔ میری آپ سے استدعا ہے کہ وزیر قانون سے کہیں کہ اس پروفیسر فرید احمد کو یہاں پر بلائیں اور یہاں پر کمیٹی مقرر کریں۔ میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ چھ ماہ چکر لگوانے کے بعد اگر وہ بچی اس قابل ہوتی کہ وہ ان کو pay کر سکتی اور میں نے ان سے پوچھا۔ میں ہاؤس کے سامنے یہ بات کہہ رہا ہوں اور میں اس کی گارنٹی دوں گا جب وہ آئیں گے۔ میں نے کہا کہ آپ نے جتنے پیسے لینے ہیں لے لیں لیکن اس کا علاج کر دیں۔ جب اس کو پتا چلا کہ اس کے علاقے کا، اس کے حلقہ کا ایم پی اے اس میں involve ہے اور وہ اپنے بندوں کو بھیج کر ساتھ اس کو گاڑی میں بھیجتا ہے تو اس آدمی نے، اس پروفیسر نے، میں اس کو پروفیسر تو کیا کچھ اور کہوں اس نے اس case سے جان چھڑائی اور اس کو جناح ہسپتال میں بھجوا۔ تمام ہسپتالوں میں یہی حال ہے

جب ان پروفیسروں کو پتا چلتا ہے کہ ان کو کوئی watch کر رہا ہے یا کوئی monitoring authority کے پیچھے دیکھ رہی ہے تو وہ مریضوں سے جان چھڑاتے ہیں۔ پرائیویٹ کلینکوں میں ان کو welcome کیا جاتا ہے اور پرائیویٹ کلینکوں میں ان کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے وہ سب کے علم میں ہے۔ میری درخواست ہے کہ اس پروفیسر فرید احمد کو ایک test case بنایا جائے۔ اس کو یہاں بلا یا جائے تاکہ میں اس سے بات کر سکوں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! شیخ صاحب نے یہ بڑی دل ہلا دینے والی بات کی ہے۔ میں اپنی طرف سے offer کرتا ہوں کہ اس پر بحث کرنے کی بجائے یا کوئی اور بات کرنے کی بجائے پروفیسر فرید احمد اس کا علاج کریں۔ وہ پروفیشنل ڈاکٹر ہیں اور قابل احترام بھی ہیں۔ اس کے علاج پر جو بھی اخراجات ہوں گے وہ میں اپنی ذاتی جیب سے دینے کے لئے تیار ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ۔۔۔

شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ، ایک منٹ۔

شیخ علاؤ الدین: جناب! میری عرض سنیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری عرض تو سنیں۔

شیخ علاؤ الدین: نہیں۔ جناب! میری عرض سنیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے میری عرض سن لیں ناں! میری معزز ممبران سے اتنی گزارش ہے کہ جب چیئر بول رہی ہو تو کم از کم سن لیا کریں اس کے بعد وقت سب کو ملے گا۔ آپ نے جو یہ بات کی ہے آپ نے اس وقت بھی on the floor of the House کی تھی اور اس پر وزیر قانون صاحب نے باقاعدہ طور پر کہا تھا کہ ہم اس بچی کا علاج کروائیں گے۔ اس پر وزیر قانون صاحب اگر وہ بچی آئی ہے اور اس کا علاج اگر نہیں ہو تو on the floor of the House یہ بات ہوئی، on the floor of the House یہ commitment ہوئی تو اس پر میرا خیال ہے کہ یا تو شیخ صاحب نے اس کے بعد

آپ کو apprise نہیں کیا کہ وہ بچی آرہی ہے اور آپ کو اس مسئلے کا پتا نہیں ہے۔ آپ اس بارے میں بتادیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس دن کے بعد یہ پہلی مرتبہ ہے کہ شیخ صاحب نے یہ بات کی ہے اور میں نے سنی ہے۔ اگر اس سے پہلے میرے نوٹس میں لاتے تو میں اس کے متعلق update حاصل کر لیتا لیکن اب بھی اگر کوئی ایسا مسئلہ ہے تو بالکل حکومت بھی اس کا علاج کروانے کے لئے تیار ہے اور ویسے محترم شیخ صاحب کا مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ اس قسم کے معاملات اور اپنے حلقے میں یہ لوگوں کی بہت مدد کرتے ہیں۔ اس میں دیکھ لیں گے کہ حکومت کا جو حصہ ہے وہ بھی ڈالنے کے لئے تیار ہیں اور اس کا علاج بھی مجھے identify کروادیں تو جس طرح سے یہ فرما رہے ہیں انشاء اللہ اسی طرح سے ہوگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں political point scoring نہیں ہونی چاہئے۔ ایک بچی کی زندگی کا مسئلہ ہے اس میں حکومت پنجاب جو کر سکتی ہے، اگر اپوزیشن کی طرف سے بھی آتا ہے تو بے شک شیخ صاحب اپنے حلقے میں جو کچھ کرتے ہیں تو مل ملا کر یہ مسئلہ حل ہونا چاہئے۔ شیخ صاحب! آپ وزیر قانون صاحب کو اس پر پورا apprise کریں اور اس کے بعد کل وزیر قانون صاحب ہاؤس کو بتادیں گے کیونکہ یہ بات ہاؤس میں ہوئی تھی۔ ابھی ان کے پاس چونکہ تفصیل نہیں ہے تو Let him get the details وہ کل اس بارے میں ہاؤس کو apprise کر دیں گے۔

شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر! اس معاملے کو کل تک کے لئے pending کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بالکل اس معاملے کو کل تک کے لئے pending ہی کیا ہے۔

محترمہ عائشہ جاوید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کے بعد میں آپ کو وقت دے دوں گا۔

شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر! اس بات سے related کوئی بات نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بالکل اس سے related کوئی بات نہ ہو۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! کیوں نہ ہو؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے متعلق تو فیصلہ ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں صرف ایک۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے پہلے بھی کہہ دیا ہے کہ اس میں کوئی political point scoring

نہیں ہے اور اس میں قائد حزب اختلاف نے already اپنا version دیا ہے۔ چلیں، آپ ایک بات کر لیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ شیخ علاؤ الدین صاحب کو یہ غلطی لگ رہی ہے کہ یہ

politically scoring ہوگی۔ جو کریڈٹ ہے انہی کا ہوگا۔ میں لکھ دیتی ہوں، خون سے لکھ دیتی

ہوں۔

شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر! اگر انہوں نے ڈاکٹروں کو defend کرنا ہے تو پھر بات نہ کریں۔ مجھے

پتا ہے کہ انہوں نے پروفیسر کو defend کرنا ہے تو پھر اس کے بعد میں بات کروں گا۔ جب آپ نے

ایک بات کو pending کر دیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس پر بات کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! میرے خیال میں آپ بیٹھ جائیں۔ یہ بات ہو گئی ہے۔ جی، عائشہ

جاوید صاحبہ!

دوران اجلاس جی پی او سے گورنر ہاؤس تک جلسے جلوس پر پابندی کا مطالبہ

محترمہ عائشہ جاوید: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں پورے ہاؤس سے معذرت چاہتی ہوں کہ میں تھوڑی

دیر سے آئی ہوں۔ اس تاخیر کی وجہ آپ کو بھی معلوم ہو گا کہ جو یہاں باہر جلوس نکلا ہوا ہے اور جو

protest ہو رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے۔ میں یہ بات کرنا چاہتی ہوں کہ وزیر قانون صاحب یہاں پر

موجود ہیں، kindly ان تک میں یہ بات پہنچاؤں گی کیونکہ ہم یہاں پر بیٹھ کر آنکھیں بند نہیں کر

سکتے۔ تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے سے باہر جلوس کی وجہ سے ٹریفک کے معاملے میں افراتفری مچی ہوئی ہے کہ

لوگ جو ایمر جنسی میں ہیں، جو بیمار ہیں وہ گزر نہیں سکتے۔ لوگ پولیس کو، حکومت وقت کو بدعائیں دے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! میں آپ کو بتا دوں کہ اس حوالے سے delegation آیا ہوا ہے۔ انتظامیہ ان کے ساتھ بیٹھی ہے۔۔۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! میری بات کو ختم ہونے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! میں صرف یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ کچھ ماہ پہلے بھی جب امن وامان کے حوالے سے بات ہوئی تھی اور میری تجویز تھی اور شاید اس پر اس وجہ سے توجہ نہیں دی گئی کہ میرا تعلق اپوزیشن سے تھا۔ (قطع کلام)

MR. DEPUTY SPEAKER: No cross talk, no cross talk. Let him talk.

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! میں نے آپ سے یہ درخواست کی تھی کہ ایک area جو کہ پنجاب اسمبلی سے پہلے شروع ہوتا ہے جسے آپ جی پی او سے لے لیں اور اسے گورنر ہاؤس تک لے جاتے ہیں تو اس میں protest کرنے کی اجازت نہ دی جائے کیونکہ یہ ہماری main entry ہے اور یہاں سے بہت اہم آفیسرز نکلتے ہیں، پوری زندگی مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے۔ آپ دفاتروں میں کام کے لئے آسکتے ہیں اور نہ ہی واپس جاسکتے ہیں۔ یہاں پر سکول، کالج ہیں، یونیورسٹیاں ہیں اور سب پر بہت برا اثر ہوتا ہے لہذا براہ مہربانی اس کو دیکھا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ آرام سے اپنا پوائنٹ آف آرڈر بتائیں اور انہوں نے بات کی ہے۔ اب آپ بتائیں کہ کیا کہنا چاہتی ہیں؟

پارٹی کی مختص نشستوں کے علاوہ پارٹی ممبر کا دوسری نشست

سے بات کرنے پر رولنگ کا مطالبہ

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اگر ہم دروازے سے باہر جائیں تو آپ کی طرف سے ایک چارٹ بنایا گیا ہے جس میں seating کی بات ہے۔ میں نے آپ سے یہ رولنگ لینے سے کہ کیا ایک پارٹی کا شخص دوسرے کی سیٹ پر کھڑے ہو کر representation یا بات کر سکتا ہے؟ یہ ناجائز تجاوزات، یہ ایک پلازی جو وہاں کھڑی ہے، آپ پھر کہیں گے کہ ذاتی بات نہ کریں۔ میں پالیسی کی بات کر رہی ہوں۔ آپ مجھے رولنگ دیں کہ کیا ایک ناجائز سیٹ پر، ناجائز تجاوزات کی یہ جو پلازیاں بنی ہیں یہ وہاں سے بول سکتی ہیں؟ مجھے اس بارے میں رولنگ دیں۔ وہ اپنی سیٹ سے بات کریں، اپنی representation سے بات کریں۔ آپ اس بارے میں رولنگ دیں ورنہ باہر والا seating plan پھاڑ دیں۔ کل میں بھی اس طرف بیٹھوں یا جہاں مرضی بیٹھوں۔ جب seats allocated ہیں تو اگر کوئی ممبر اپنے استحقاق سے ادھر سے ادھر جو کچھ بھی، بھلے میں وہ الفاظ نہیں بولوں گی۔ آپ اس بارے میں ruling دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی بات ہو گئی ہے تو اس پر cross talk نہ کی جائے بلکہ اس سے relevant Law دیکھ کر ابھی تھوڑی دیر بعد میں اپنی ruling بھی دوں گا اور ہم اس ایوان کو قانون کے مطابق چلائیں گے۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔

محترمہ سیمیل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سیمیل کامران: جناب سپیکر! میں نے بھی کل سے وزیر قانون کی سیٹ پر بیٹھنا ہے۔ (قہقہے) وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانثناء اللہ خان): جناب سپیکر! آج سپیکر صاحب کے چیمبر میں ہونے والی میٹنگ میں قائد حزب اختلاف بھی موجود تھے تو ان کا بھی اور آپ کا بھی مجھ سے تقاضا تھا تو اب دیکھیں انہوں نے بات کی ہے اور اسی طرح سے بات شروع ہوتی ہے اور میری طرف سے کبھی شروع نہیں ہوئی لیکن میں جواب نہیں دے رہا۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

(۔۔ جاری)

قراردادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب سپیکر: پہلے میری بات سنیں اور تشریف رکھیں۔ آج صبح جب بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ ہوگی، آپ قائد حزب اختلاف سے بات کر لیں وہ آپ کو apprise بھی کر دیں گے اور میرا خیال ہے کہ ہمیں ایوان کو اچھے طریقے سے چلانے دیں۔ بہت شکریہ۔ اب ہم پہلی قرارداد لیتے ہیں اور آج کے ایجنڈے کی پہلی قرارداد جناب محمد یار ہراج کی ہے۔ جی، پیش کریں۔

مستحقین / غرباء کو بلا معاوضہ پانچ مرلہ کاپلاٹ دینے

اور گھر بنانے کے لئے بلا سود قرضہ کی سہولت کا مطالبہ

جناب محمد یار ہراج: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:-

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت صوبہ پنجاب میں پانچ مرلہ سکیم کے تحت

مستحقین / غرباء میں بغیر کسی معاوضہ کے رہائشی پلاٹ الاٹ کرے اور گھر

بنانے کے لئے آسان شرائط پر بغیر سود کے قرضہ کی سہولت بھی دے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت صوبہ پنجاب میں پانچ مرلہ سکیم کے تحت

مستحقین / غرباء میں بغیر کسی معاوضہ کے رہائشی پلاٹ الاٹ کرے اور گھر

بنانے کے لئے آسان شرائط پر بغیر سود کے قرضہ کی سہولت بھی دے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثا اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس انتہائی مفاد عامہ کی قرارداد کو

oppose نہیں کرنا چاہتا چونکہ تین مرلہ سکیم بھی اس وقت کافی زیادہ popular ہو رہی ہے اور

comparatively سستی بھی ہے تو اس میں پانچ مرلہ اور تین مرلہ اگر شامل کر لیں تو بہتر ہوگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ یہ مفاد عامہ کی بات ہے تو ایسے کر لینا چاہئے۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ اس طرح ہو گیا کہ یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت صوبہ پنجاب میں تین مرلہ اور پانچ مرلہ سکیم کے تحت مستحقین / غرباء میں بغیر کسی معاوضہ کے رہائشی پلاٹ الاٹ کرے اور گھر بنانے کے لئے آسان شرائط پر بغیر سود کے قرضہ کی سہولت بھی دے۔"

کیوں جی، لائسنس صاحب! آپ اس طرح کہہ رہے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائثناء اللہ خان): جی، جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چونکہ اس قرارداد کی کسی نے مخالفت نہیں کی اور consensus ہو گیا ہے تو یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت صوبہ پنجاب میں تین مرلہ اور پانچ مرلہ سکیم کے تحت مستحقین / غرباء میں بغیر کسی معاوضہ کے رہائشی پلاٹ الاٹ کرے اور گھر بنانے کے لئے آسان شرائط پر بغیر سود کے قرضہ کی سہولت بھی دے۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: دوسری قرارداد حاجی ذوالفقار علی صاحب کی ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، dispose of کی جاتی ہے۔ تیسری قرارداد محترمہ نسیم لودھی صاحبہ کی ہے۔ جی۔

سرکاری و غیر سرکاری سکولوں میں N.C.C کی ٹریننگ

شروع کرنے کا مطالبہ

محترمہ نسیم لودھی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ حالات و واقعات کے پیش نظر سرکاری اور غیر سرکاری سکولوں میں N.C.C کی ٹریننگ فوری طور پر شروع کرنے کے اقدامات کرے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ حالات و واقعات کے پیش نظر سرکاری اور غیر سرکاری سکولوں میں N.C.C کی ٹریننگ فوری طور پر شروع کرنے کے اقدامات کرے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانثناء اللہ خان): جناب سپیکر! معاملہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں صوبائی حکومت نے پہلے ہی وفاقی حکومت سے رابطہ کیا ہوا ہے کیونکہ این سی سی کی ٹریننگ Ministry of Defence کے تحت پہلے جاری تھی جو بعد میں تعطل کا شکار ہو گئی۔ اگر محترمہ صوبائی کی جگہ وفاقی کا لفظ کر لیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ! بات تو ٹھیک ہے کیونکہ ہم اس کی وفاقی حکومت سے ہی سفارش کریں گے تو اگر صوبائی کی جگہ وفاقی حکومت کا لفظ تبدیل کر لیں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟ محترمہ نسیم لودھی: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جناب ڈپٹی سپیکر: یہ پھر اس طرح بن گئی کہ یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ حالات و واقعات کے پیش نظر سرکاری اور غیر سرکاری سکولوں میں N.C.C کی ٹریننگ فوری طور پر شروع کرنے کے اقدامات کرے۔"

کیونکہ اس قرارداد کی کسی نے مخالفت نہیں کی اس لئے اب سوال یہ ہے کہ: "یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ حالات و واقعات کے پیش نظر سرکاری اور غیر سرکاری سکولوں میں N.C.C کی ٹریننگ فوری طور پر شروع کرنے کے اقدامات کرے۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: ویسے یہ ایک اچھی spirit ہے کہ اسمبلی کے اندر سارا کام اچھے ماحول میں ہو رہا ہے۔ یہ قرارداد چودھری مونس الہی صاحب کی ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! انہوں نے تحریری طور پر کہا ہے کہ اسے لغاری صاحب پیش کر دیں گے لیکن وہ بھی ایک مینٹنگ کے سلسلے میں گئے ہیں تو اگر آپ مجھے اجازت دے دیں تو میں پیش کر دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تحریری طور پر محسن لغاری صاحب کا نام ہے۔ آپ اسے نہیں پڑھ سکتے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ ہم اسے دوبارہ پیش کر لیں گے۔ آپ اسے dispose of کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ dispose of کی جاتی ہے۔ پانچویں قرارداد چودھری محمد اسد اللہ صاحب کی ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے تو dispose of کی جاتی ہے۔ لاء منسٹر صاحب! شیخ علاؤ الدین صاحب کی ایک تحریک آئی ہے تو انہوں نے اس سلسلے میں آپ سے discuss کیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائشاہ اللہ خان): جی، بالکل discuss کیا ہے اور اگر آپ اجازت دیں تو یہ پیش کر دیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! آپ نے اس کی کاپی لاء منسٹر صاحب کو دے دی ہے؟

شیخ علاؤ الدین: جی، اس کی کاپی انہیں دے دی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ علاؤ الدین صاحب ایم پی اے نے قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے ہندوستان کو واپگ سے طور خم تجارتی راہداری دینے کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔ محرک اپنی تحریک پیش کریں۔

قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک

شیخ علاؤ الدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت

قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے ہندوستان کو واپگ سے طور خم

تجارتی راہداری دینے کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی

جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت
قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے ہندوستان کو واہگہ سے طور خم
تجارتی راہداری دینے کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی
جائے۔"

چونکہ لاء منسٹر صاحب نے اس پر پہلے ہی اپنی consent دے دی ہے اس لئے یہ تحریک پیش کی گئی
ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت
قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے ہندوستان کو واہگہ سے طور خم
تجارتی راہداری دینے کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی
جائے۔"

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! آپ اپنا course of process جاری رکھیں میں نے صرف ایک گزارش کرنی تھی کہ واہگہ اور طور خم 60 سال سے بھی پرانی چلی آرہی ہے۔ ایمر جنسی میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہ practice آئندہ جو genuinely ادھر بیٹھے ہوئے لوگ ہیں ان پر بھی درخور اعتنا سمجھی جائے۔
جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، نہیں۔۔۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): یہ abruptly اٹھنے والا قصہ نہیں ہے کہ صبح ہو اور اس کے لئے تحریک پیش کرنی ہے۔ ہم نے صرف اپنی معروضات آپ کے حضور پیش کرنی ہوتی ہیں۔ ہمارا کسی سے تنازع مقصد نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلی بات تو یہ ہے کہ جب قرارداد آتی ہے تو ضروری نہیں ہے کہ کسی منسٹر نے ہی objection کرنا ہے اس میں کوئی بھی رکن اسمبلی کر سکتا ہے۔ آپ کی بات بالکل رجسٹرڈ ہو گئی ہے۔ اب ہم ووٹنگ کرتے ہیں۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب محرک اپنی قرارداد پیش کریں۔

شیخ علاؤ الدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس قرارداد کا پس منظر یہ ہے اور میں صرف دو فقروں میں عرض کروں گا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! آپ نے اسے پڑھنا ہے اور دوسری بات میں اپنے لئے پوچھ رہا ہوں کہ "تور خم" کے spelling کیا اس میں صحیح ہیں، کیا یہ "ط" سے نہیں ہوتا؟
 شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر! "تور خم" اردو میں لکھا ہوا ہے۔
 جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ یہ "ط" سے ہوتا ہے۔ چلیں، اس کو ٹھیک کر لیں گے۔ آپ پڑھیں۔

قرارداد

کشمیر میں حق رائے دہی دینے اور پانی کا مسئلہ حل ہونے تک

ہندوستان کو تجارتی راہداری نہ دینے کا مطالبہ

شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہندوستان کو تجارتی راہ داری دینے پر کسی بھی قسم کا کوئی معاہدہ یا مفاہمت اس وقت تک نہ کرے جب تک ہندوستان مقبوضہ کشمیر میں حق رائے دہی دینے کا اعلان نہ کرے، دریاؤں کے پانی کا گھمبیر مسئلہ حل نہ کرے۔ فوری طور پر تمام ہندوستانی چینلز کو بند کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ تمام ہندوستانی مصنوعات جو بلا واسطہ یا بلا واسطہ ملک میں درآمد کی جا رہی ہیں پر پابندی لگائی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہندوستان کو تجارتی راہ داری دینے پر کسی بھی قسم کا کوئی معاہدہ یا مفاہمت اس وقت تک نہ کرے جب تک ہندوستان مقبوضہ کشمیر میں حق رائے دہی دینے کا اعلان نہ کرے، دریاؤں کے پانی کا گھمبیر مسئلہ حل نہ کرے۔ فوری طور پر تمام ہندوستانی چینلز کو بند کیا

جائے اور اس کے ساتھ ساتھ تمام ہندوستانی مصنوعات جو بلا واسطہ یا بلا واسطہ
ملک میں درآمد کی جا رہی ہیں پر پابندی لگائی جائے۔"

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! I oppose it!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر! لیڈر آف دی اپوزیشن نے جو اس کی مخالفت کی ہے بہر حال وہ ان کا حق ہے لیکن میں اس معرزا یوان کے سامنے صرف دو تین باتیں کروں گا۔ اس کے بعد ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ دیکھ لے کہ ہمارے ضمیر کیا کہتے ہیں۔ پچھلے دنوں جب امریکی وزیر خارجہ یہاں آئیں اور میں یہ بات ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں، انہوں نے یہاں پاکستان میں پریس کانفرنس میں یہ کہا کہ ہم نے حکومت پاکستان سے بات کر لی ہے۔ بہت جلد حکومت پاکستان بھارت کو تمام commercial activities کے لئے افغانستان تک اور Central Asian States تک transit facility دے گی۔ میں یہ دوبارہ repeat کرتا ہوں کہ حکومت پاکستان transit facility دے گی۔ میں یہاں تاریخی بات کروں گا۔ میں اس کو repeat بھی نہیں کروں گا لیکن میں اس کا نام نہیں لے رہا ہوں کہ جب محمد علی جناح نے پاکستان بننے کے بعد ہندوستان سے یہ استدعا کی تھی کہ آپ ہمیں مشرقی پاکستان تک ریلوے track دے دیں تو مجھے آج بھی اس بات پر اتنی تکلیف ہوتی ہے جب میں اسے یاد کرتا ہوں۔ [*****] مگر آج ہم ان کو یہ facility دے رہے ہیں۔ میں یہ بات اس لئے اپنی پنجاب اسمبلی سے پاس کروانا چاہتا ہوں تاکہ یہ پتا لگے کہ پاکستان کے جو حالات ہیں اس کے پیش نظر الحمد للہ ابھی ہم اتنے کمزور نہیں ہیں کہ ان کو transit facility دیں۔ وہ کروڑوں اربوں روپے کا بزنس کرے اور پاکستان کے ساتھ دشمنی کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دریائے چناب میں اس وقت 6 ہزار کیوسک پانی رہ گیا ہے اور یہ بات internationally مان لی گئی ہے کہ جموں کے علاقے میں گورنمنٹ خود پانی چوری کروا رہی ہے۔ جو پاکستان کے حالات ہیں Government of Pakistan نے خود accept کر لیا کہ 34 فیصد پانی کم کر دیا گیا ہے۔ یہاں کیا حال ہو گا اگر ہمیں آج بھی احساس نہ ہو۔ میں آج بھی کہتا ہوں کہ اس ایوان میں بہت سے خواتین و حضرات موجود ہیں جن کو پتا ہے کہ ہندوستان سے جتنی تجارت ہو

* حکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

رہی ہے وہ direct بھی ہو رہی ہے اور through بھی ہو رہی ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کے اندر سامان تعیش آ رہا ہے، میک اپ آ رہا ہے، جیولری آٹھمیں آ رہی ہیں، بتلے سرنگی آ رہی ہیں، گوشت آ رہا ہے اور 4۔ ارب روپے کے ٹائٹل آئے ہیں۔ جب تک ہم ان چیزوں کے بغیر زندہ رہنا نہیں سیکھیں گے پاکستان کا جو اصل مقصد تھا، جو میرے اور آپ کے بزرگوں نے لیا تھا اس کے لئے 10 لاکھ لوگوں نے شہادت قبول کی تھی وہ حل نہیں ہوگا۔ اس کے channels، آج میں on the floor of the House بات کر رہا ہوں کہ ہندوستان کے channels کے ساتھ PEMRA ملا ہوا ہے۔ جتنے camera operators ہیں وہ illegally دکھا رہے ہیں۔ میرے پاس ثبوت موجود ہیں PEMRA بالکل ان سے پیسے لے رہا ہے۔ حالات یہ ہیں کہ قوم کو Indian commodities، انڈین چیزوں کا ایک طرح سے غلام بنایا جا رہا ہے۔ یہ بات ثابت کی جا رہی ہے جو آج سے دو سال پہلے سونیا نے کہا تھا۔ میں یہ بات خدا نخواستہ کر کے کہہ رہا ہوں۔ اس نے کہا تھا کہ ہمارا میڈیا اتنا strong ہے کہ بہت جلد پاکستان میں ٹی وی کی شکل میں ہر وقت ایک بھگوان ہوگا۔ آج ہمیں سوچنا چاہئے اور آپ کو بھی شاید تجربہ ہو کہ جب کوئی ڈرامہ انڈین چینل سے چلایا جاتا ہے اگلے دن اس ڈرامے میں جو dresses ہوتے ہیں، جو چیزیں استعمال ہوتی ہیں اور جو کچھ ہوتا ہے ہم ان کی تقلید میں آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ ہندوستان ہمارا بدترین دشمن ہے، میرے علم میں ہے کہ transit facility کا مسئلہ بہت advance stage پر جا چکا ہے۔ ہمیں آج پورے دل سے اس قرارداد کو پاس کرنا چاہئے اور ہندوستان کو بتانا چاہئے کہ ہم اس کے عزائم کو جانتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان قیامت تک قائم رہے گا۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان کو وہ سبق سکھائیں گے کہ وہ یاد کرے گا۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چودھری صاحب!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! ممبر موصوف نے جو یہ قرارداد پیش کی ہے اگر اس میں صرف یہ کہتے کہ ہندوستان کے ساتھ ہم اپنی trade بند کر دیں تو میں اس کی مخالفت نہ کرتا۔ میری مخالفت کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ طور خم افغانستان سے جو چیزیں آتی ہیں اس میں دو ممالک involve ہو جاتے ہیں۔ افغانستان ہمارا ایک برادر اسلامی ملک ہے اور اس کے ساتھ ہمارے معاملات جیسے بھی رہے، ہم نے ان کے 80 لاکھ مہاجرین رکھے حالانکہ ان کی حکومت بعض اوقات ہمارے خلاف ووٹ بھی دیتی رہی ہے لیکن ہم نے کبھی اس امید نہیں توڑی، diplomatically ہم نے اسلامی برادر ممالک کے ساتھ کبھی بھی دروازے بند نہیں کئے۔ اس

قرارداد کے پاس ہونے سے مجھے خدشہ ہے کہ یہ قرارداد افغانستان کے ساتھ ہمارے تعلقات خراب سے خراب تر ہونے میں معاون ہوگی۔ ہم یہ کبھی نہیں چاہتے کہ یہ معزز ایوان جو 9 کروڑ عوام کا ہاؤس ہے جو 60 فیصد پاکستانیوں کی نمائندگی کرتا ہے وہاں سے ایسی قرارداد جائے جو نام تو صرف طورخم واہگہ کا ہو لیکن افغانستان کی trade کا اور ان کی مصنوعات کا گلہ دبایا جا رہا ہو۔ ہم افغانیوں کی trade پر پابندی لگا رہے ہوں۔ یہ ملفوف طریقے کی قرارداد کو amend کر کے ہم اپنی trade جس پر میں متفق ہوں کہ ہمیں انڈیا سے گوشت، ٹماٹر، سامان، تعمیر اور فلمیں آتی ہیں ان کو وہاں سے بند کریں کیونکہ وہ ہماری طرف سے تو کچھ لیتے ہی نہیں ہیں۔ طورخم سے واہگہ کا لفظ جو اس کے اندر ہے میں اور میری پارٹی اپنی policy matter سمجھتے ہوئے کہ ہم ہندوستان کے ساتھ تو daggers at drawn ہیں اور اس لئے ہم نے ان کو ٹریڈ نہیں دی کیونکہ انہوں نے صرف Pakistan East کا کہا ہے جب دکن جو ناگڑھ کے لئے بھی ہم نے ایک ہزار میل کا corridor مانگا تھا وہ بھی ہمیں نہیں دیا گیا تھا اور ساٹھ سال کی ایک بڑی کرنک تاریخ ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے diplomatic corps نے کبھی کوئی ایسا coarse of action اختیار نہیں کیا جس سے ہمارے diplomatic بات کرنے کے دروازے بھی بند ہو جائیں خواہ کشمیر کی بات ہو یا پانی کی بات ہو، جب دروازے بند کر دیئے جائیں لیکن اس پر بھی میں کہتا ہوں کہ صرف ہندوستان کے ساتھ پاکستان کی ٹریڈ بند کرنے کی قرارداد ہو تو ہم اس کے حق میں ووٹ دیں گے لیکن اگر اس میں افغانستان کا نام آئے گا تو ہم افغانستان کے ساتھ کسی قسم کی ٹریڈ یا جو ہم افغانستان کی مدد کر سکتے ہیں اس پر اگر قدغن لگے گا تو میں افغانستان پر کسی قسم کی بھی قدغن لگانے والی قرارداد چاہے وہ کسی طرف سے بھی آئے حمایت نہیں کریں گے۔ ہم ان چیزوں کو دیکھ رہے ہیں، ان نظروں کو بھانپ رہے ہیں جو ہمیں افغانستان کے ساتھ لڑانا اور head on کرنا چاہتے ہیں لیکن افغانستان کی جو بھی facility ہوگی وہ خواہ پاکستان میں آئے یا پاکستان کے through ہو ہم افغانستان کے against بالکل نہیں جائیں گے اور یہ میں اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ میری oppose کرنے کی صرف یہی ایک وجہ ہے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، خواجہ صاحب!

خواجہ محمد اسلام: جناب سپیکر! میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ شاید ہمارے اپوزیشن لیڈر کے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ افغانستان میں کوئی مصنوعات نہیں بنتیں، وہ trade country ہے اور وہاں پر ہر چیز باہر سے جاتی ہے۔ افغانستان کی کوئی بھی مصنوعات انڈیا اور پاکستان میں نہیں آتیں اور اب اگر

انہوں نے بحث برائے بحث کرنی ہے تو کئے جائیں۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ ہم نے انڈیا کو ہر حال میں condemn کرنا ہے جو شیخ علاؤ الدین صاحب کی بات کرنے کی روح تھی وہ یہ تھی۔ شکریہ شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر! جو میرے بھائی چودھری ظہیر الدین صاحب نے کہا ہے میں اس کا مختصر جواب دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس میں، میں ذرا آپ کو بات بتاؤں کہ قواعد کے اندر بڑا واضح ہے کہ آپ کو ٹائم دیا گیا جس میں آپ نے اپنی بات کرنی ہے اس پر باقی جو معزز ممبران ہیں بات کر سکتے ہیں آپ کی قرار داد ہے۔۔۔

شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر! صرف ایک فقرہ کہنے دیں۔
جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر! میں صرف آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان کو trade transit کا پتہ ہی نہیں ہے 80۔ ارب روپے کا نقصان صرف چائے پر پاکستان میں ہو رہا ہے اور میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہندوستان Central State and Afghanistan کی سرزمین استعمال نہ کرے اور وہ transit trade پر میرے ساتھ بات کر لیں اور کوئی شرط لگالیں میں چھوٹا سا تھا جب سے transit trade کو سمجھتا ہوں۔ What is transit اس transit نے میرے ملک کو تباہ کر دیا ہے۔ ہم مجبوری میں دے رہے ہیں صرف پانچ سیکٹر ہیں، چائے، چھالیہ اور کتھے میں، پوری دنیا ہمارے خلاف ہوتی ہے اور ہم خود بھی اپنے خلاف ہیں اور میں transit کو نہیں سمجھوں گا؟
جناب شیر علی خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چودھری صاحب!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے شیخ صاحب سے گزارش ہے کہ عقل کل ہونے کا دعویٰ نہیں کرنا چاہئے اور یہاں پر بیٹھے تمام معزز ممبران سب کچھ سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں اس طرح جذباتی ہونے سے اور غلط رنگ دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ انہوں نے کسی کو misquote کیا ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح کے بارے میں انڈین نے کچھ کہا تھا تو ریفرنس کے ساتھ اگر کسی سے بات کرتے تو بہتر تھا۔ اس طرح سے قائد اعظم کے متعلق ایک sweeping

statement دے دینا میرے خیال میں غیر مذہب اور غیر مناسب ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ اس کو کارروائی سے حذف کر دیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جو remarks تھے بے شک کسی کی طرف سے تھے لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے قائد ہیں اور وہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر! آپ کو حذف کرنے کا اختیار ہے لیکن میں نے ایک تاریخی بات کی ہے اور لاء منسٹر صاحب کو بھی یاد ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ انہوں نے ہمیں belt تک نہیں دی اور چودھری ظہیر صاحب نے بھی کہا ہے کہ ہاں انہوں نے ہمیں راستہ نہیں دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! میری معزز ممبران سے بار بار یہ گزارش ہوتی ہے کہ جب Chair بات کر رہی ہو تو سن لیا کریں اور اس کے اندر میں صرف یہ کہتا ہوں کہ ہمیں بھی معلوم ہے لیکن ہم کیوں ایسی چیز کو اپنی اسمبلی کے ریکارڈ کا حصہ بنائیں، ہم ان کی عقیدت میں بالکل اس کو expunge کرتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے بہت اچھا کیا اور آج یاد دلادیا کہ rules کے مطابق ایک دفعہ ہی بات کرنی ہوتی ہے اس پر kindly عملدرآمد کجے گا۔ باقی شیخ صاحب نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب میں چھوٹا سا تھا اور اب ہم توقع کرتے ہیں کہ یہ بڑے ہو گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، احمد خان بلوچ صاحب!

جناب احمد خان بلوچ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! اس قرارداد پر کسی کو اعتراض کرنے والی بات نہیں ہے لیکن اس میں صرف ایک چیز جو چودھری صاحب نے کہی ہے اس کو حزب اختلاف کی سمجھ کر رد نہ کیا جائے بلکہ اس پر تھوڑا سا سوچا جائے۔ یہ قرارداد جو اسمبلی میں آئی ہے کہ انڈیا اور افغانستان سے تجارتی تعلقات ختم کر دیئے جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے افغانستان کا لفظ نکال دیا جائے تاکہ میڈیا میں افغانستان سے تعلقات ختم کرنے کی سرخیاں نہ لگیں کیونکہ ہمارے افغانستان سے تعلقات اچھے ہیں۔ وہاں کوئی چیز پیدا ہوتی ہے یا نہیں ہوتی اگر نہیں بھی ہوتی تو ضرور اس میں افغانستان کو شامل کرنا ہے اور پھر انڈیا تک رہنے دیں کیونکہ تمام چیزیں انڈیا سے آتی ہیں۔ میری درخواست ہے

کہ افغانستان کو شامل نہ کریں۔ میڈیا والے صبح اتنی سرخیاں لگائیں گے کہ پھر ہمارے سفارتی تعلقات پر اثر پڑے گا۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہاں پر ایک بات کہوں گا کہ جو اس کے قرارداد کے اندر شیخ صاحب نے دریاؤں کے پانی کی بات کی ہے میرے خیال میں آج یہ ہماری پاکستانی قوم کی criminal negligence ہے کہ ہم اپنے حق کے لئے بول نہیں رہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ تو ایک بڑی نرم قرارداد ہے ہم بچپن سے سنتے آئے ہیں کہ ”بغل میں چھری منہ میں رام رام“ آج اس کا ثبوت بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے دریاؤں کا پانی بند کیا جا رہا ہے۔ ہمارے ہی ساتھ ظلم کیا جا رہا ہے اور ہم کہہ رہے ہیں کہ ان کو concession دی جائیں۔ آج ہم نے زندہ قوم ہونے کا ثبوت دینا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب سے بہترین forum ہے۔ میں کسی سیاست سے ہٹ کر بات کر رہا ہوں کہ آج ہمیں یہ پیغام دینا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قرارداد پر جتنی بات ہو گئی ہے کافی ہے اب ہم اس پر voting کروا لیتے ہیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میاں صاحب!

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! یہ جو قرارداد پیش کی گئی ہے میں اس حوالے سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک پاکستان جیسا ملک جس کے اپنے معاشی اور سماجی مسائل آپ کے سامنے ہیں اور اس طرح کی قرارداد جس میں یقیناً ہمارے معاشی مسائل بھی ہیں ان کو جذبات کی رو میں اس طرح سے پاس کرنا یا comments دینا مناسب نہیں اور ایسی تجارت جو ہو سکتا ہے کہ پاکستان کے فائدے میں ہو اس کو بالکل مد نظر رکھنا چاہئے۔ ابھی یہاں پر آپ نے بات کی کہ ہم نے زندہ قوم ہونے کا پیغام دینا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں پر بار بار بات انڈین چینلز کی ہوئی ہے تو یہاں کوئی انڈین یا کوئی ایسی ایجنسی یا فورس نہیں جو پاکستانیوں کے گھروں میں اس چیز پر اصرار کرے کہ انڈین چینلز چلائے جائیں۔

جناب والا! اگر یہ قوم امریکہ سے ڈیڑھ ارب ڈالر لے کر یورپ سے اربوں ڈالر کی بھیک مانگ سکتی ہے تو تجارت کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی قرارداد کو پاس کرنے سے پہلے عقل سے بھی کام لینا چاہئے اور یہ سوچنا چاہئے کہ پاکستان کے جو معاشی مسائل ہیں کیا اس طرح کی قرارداد سے حل ہو سکتے ہیں؟ اس لئے اس کو پاس کرنے سے پہلے اس چیز کو ضرور مد نظر رکھنا چاہئے اور اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو جو حکومت بھی آئی ہے اس نے ہمیشہ اس بات

پر زور دیا ہے کہ ہمیں اپنے ہمسایہ ممالک سے وہ تجارت جو پاکستان کے فائدے میں ہے اس کو ضرور کرنا چاہئے رہی بات جو آپ نے ہماری negligence کی ہے تو ہمیں ضرور اس پر سوچنا چاہئے کہ ہماری negligence جہاں جہاں پر ہوئی اس کو دور کیا جائے نہ کہ direct تجارت بند کرنے کی بات کی جائے۔ شکریہ

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر!۔۔۔
جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چودھری صاحب!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جو اس بحث سے متعلقہ نہیں ہے کہ لاء منسٹر صاحب کی اس میں opinion لے لی جائے یا پھر ایسے کیا جائے کہ اس کو اگر well worded کرنے کے لئے جس میں کچھ خدشات ہیں اور ایک دوست ملک کے بارے میں کچھ خدشات ہیں، میں نہیں سمجھتا اور ہو سکتا ہے کہ مجھے کچھ سمجھ نہ ہو یا We are open to the reasons. ہم سیکھنے کے لئے بھی تیار ہیں لیکن اس کی اگر ترتیب و ترمیم کر کے قرارداد کو بہتر کر لیا جائے تو پھر آپ ہاؤس سے رائے لے لیں تو شاید ہم اپنی رائے تبدیل کر سکیں۔

شیخ علاؤ الدین: جناب سپیکر! میں اس پر بولوں گا اور آپ مہربانی کر کے مجھے اجازت دیں۔ اس کو بلاوجہ controversial بنایا جا رہا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ شیخ صاحب! Let me hear out! میں آپ کی بات بالکل سمجھتا ہوں۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہمیں اس پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر بڑے ہی ہوش و حواس کے ساتھ ایک ایک لفظ نپٹا بولنا چاہئے اور قرارداد میں کوئی بھی ایسی چیز شامل نہیں ہونی چاہئے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے، اس سے ہمارے برادر اسلامی ملک کے ساتھ معاملات خراب ہونے کا ذرا سا بھی کوئی شک و شبہ ہو۔ جہاں تک سوال ہے انڈیا کے ساتھ تعلقات یا اس کے ساتھ ٹریڈ بند کرنے کے حوالے سے تو میں اس کی پر زور تائید بھی کروں گی اور میں یہ بھی کہوں گی کہ:

خُدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال اپنی حالت کے بدلنے کا

یہاں پر میڈیا کے ذریعے ہم پر انڈیا کے کلچر کی یلغار ہو رہی ہے اور جو یہ ایک ٹریڈ کاراستہ کھلا ہوا ہے اس کی بھی میں پُر زور مذمت کرتی ہوں۔ یہاں پر چینلز میں "من کی آشا" آشا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ اُردو زبان کا لفظ نہیں ہے یہاں پر ہندی زبان کی یلغار ہو چکی ہے۔ ہم ان چیزوں کو condemn کرتے ہیں اور اس سلسلے میں تمام پاکستانیوں کی زبان ایک ہی ہے لیکن کوئی بھی ایسا لفظ جو ذرا سا بھی ٹکرا پیدا کرتا ہو ہمیں اسے بھی ختم کر دینا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناشاہ اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں میری محترم شیخ صاحب سے بات ہوئی ہے جس طرح سے لیڈر آف دی اپوزیشن اور دوسرے اپوزیشن ممبران نے concern show کیا ہے تو وہ اس بات پر agree ہیں کہ اس قرارداد کو اس طرح کر لیں کہ یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہندوستان کو تجارتی راہداری یعنی یہ واگہ سے طور خم کا لفظ جو ہے اس کو exclude کر دیں۔

جناب اعجاز احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ تمام معزز ممبران تشریف رکھیں کیونکہ اب ہاؤس کا consensus develop ہو گیا ہے تو اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ اب مجھے اس کو ووٹنگ میں لانے دیں۔ آپ کا بہت شکریہ

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! مجھے ایک منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! پھر ایک منٹ میں wind up کر لیں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! جہاں پر پاکستان کے مفادات کے تحفظ کی بات ہو رہی ہے، انڈیا کے غیر اخلاقی، غیر قانونی اور پاکستان سے دشمنانہ کارروائی کو condemn کرنے کی بات ہو رہی ہے وہاں پر اس قسم کی قرارداد میں یہ spirit بھی ہے کہ جب ہم اپنے ملک کے اندر already جو practices ہیں اور جب آپ transit کی بات کرتے ہیں تو یہ انڈیا سے افغانستان کے پاس transit کا ایک راستہ کراچی سے طور خم موجود ہے۔ واگہ سے طور خم کی جو بات کی گئی ہے تو already اس پر ایک

access موجود ہے۔ اس پر تو یہ Hon'able House کوئی objection نہیں کر رہا ایک second transit exit پر objection کر رہا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے اس ہاؤس کو اعتماد میں لانا چاہوں گا کہ آپ اس بات پر بھی غور کیجئے کہ کیا پہلے ہی ایک اور transit موجود نہیں ہے؟ کراچی سے طورخم transit تو موجود ہے۔ اب ایک زمینی راستہ واہگہ سے طورخم ہے اس پر ہم اعتراض کر رہے ہیں ہمیں ایک جامع پالیسی کی طرف بڑھنا چاہئے۔ ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ یہاں پر ہمارے پیر جماعت علی شاہ اخباری بیانات کے ساتھ پاکستان کے پانی کا تحفظ کرنے چلے ہیں جو نہیں ہو گا۔ ورلڈ بینک نے dispute کی صورت میں جو اصول طے کیا ہے وہ راستہ adopt کرنے پر ہو گا۔ ہمیں قومی سطح پر یہ یقین کر لینا چاہئے کہ ہم نے اپنے پانی کے تحفظ کے لئے اپنے مقدمے کو بہتر انداز میں لڑا ہے اور نہ لڑنے جا رہے ہیں۔ وہ پانی بند کرتا ہے ہم کہتے ہیں کہ ہمیں اعتماد میں لو، ہمیں اس کی وضاحت دو۔ اس میں بھی دورائے نہیں ہیں کہ گلچرل بلغار ہے لیکن transit کے معاملے میں اگر آپ نے اصل حقائق سے ہٹ کر آج پنجاب اسمبلی میں کوئی قرارداد پاس کی تو اس طرح ہماری کم علمی اور issues پر کمزور گرفت کا reflection سامنے آئے گا۔ لاء منسٹر صاحب نے جو ترمیم کی ہے میں اس ترمیم کے باوجود یہ گزارش کرتا ہوں کہ transit کو deal کرنے کا اختیار پاکستان کی وفاقی حکومت کا issue ہے اس پر ہم ایک رائے دے سکتے ہیں اور رائے دینے وقت اس بات کو مد نظر رکھنا چاہئے کہ کراچی سے طورخم کا زمینی راستہ انڈیا کے پاس پہلے سے ہی موجود ہے جس پر ہم سب خاموش ہیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، رانا صاحب!

رانا محمد افضل: جناب سپیکر! میں اس غلطی کی نشاندہی کرنا چاہ رہا ہوں کہ United Nations Charter کے تحت land lock countries کو حق ہے کہ وہ کسی بھی nearest port کے through اپنے لئے مال منگوا سکتی ہیں۔ افغانستان ایک land lock country ہے یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے ہمارے کسی زمیندار کے کھیت کسی سڑک پر واقع نہ ہوں تو اپنے کھیتوں تک پہنچنا اس کا right ہے۔ اگر ہم قرارداد میں یہ تبدیلی لانا چاہتے ہیں کہ کراچی کے ذریعے بھی وہ مال نہیں منگوا سکتے، وہ لاہور کے ذریعے بھی مال نہیں منگوا سکتے ہیں تو یہ implementable نہیں ہے، یہ implement ہو ہی نہیں سکے گا کیونکہ ہم United Nations Charter کے signatories ہیں اور land lock countries کے حقوق ہیں۔ اب رہی بات کہ کیا واہگہ سے طورخم بھی ان کو ایک اور land route دینا ہے تو اس پر بحث ہو سکتی ہے۔

دوسری چیز جس کی میں نشاندہی کرنا چاہتا ہوں کہ چینلز کو بند کر دیا جائے۔ جو چیز بند ہو ہی نہیں سکتی اس پر قرارداد بے سود ہوگی۔ آج satellite کادور ہے، satellite beaming ہوتی ہے اور نہ صرف پاکستان میں انڈین چینلز آتے ہیں، دنیا بھر میں انڈین چینلز چل رہے ہیں۔ اگر ان چینلز کو آپ نے بند کرنا ہے تو آپ کو electronic equipment نصب کرنا ہوگا کہ آپ Indian beams کو واپس بھیج دیں یا ان کو یہاں پر وصول نہ ہونے دیں یا آپ further distribution کو منع کر دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم انڈین چینلز کو بند نہیں کر سکتے اس لئے یہ قرارداد لے کر آنا ہمارے لئے ایک مذاق بے گاور ہم کچھ نہیں سکیں گے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، کلو صاحب!

ملک محمد وارث کلو: شکریہ۔ جناب سپیکر! شیخ صاحب جو قرارداد لے کر آئے ہیں اس میں amendments کی تو گنجائش ہے کہ اس کو تھوڑا سا amend کر لیا جائے لیکن مجھے اپنے دونوں دوستوں کے arguments سن کر حیرانی ہوئی۔ بات یہ ہے کہ کسی بھی قبیلے، شخص یا ملک کے تعلقات certain اصولوں پر مبنی ہونے چاہئیں اور اس میں انصاف بنیادی چیز ہوتی ہے۔ میں اس ہاؤس کو یہ بتانا چاہوں گا کہ سب سے پہلے ریڈ کلف ایوارڈ کے بعد ہمارا disputel شروع ہوا، 1948 کی جنگ کے بعد اس وقت UNO نے step in کیا، بھاگ کر انڈیا گیا اور اس وقت تین چار قراردادیں آئیں جن پر آج تک استصواب رائے نہیں ہو سکا جس کا اس نے وعدہ کیا تھا۔ اس وجہ سے اب تک ہمارے ستر، پچھتر لاکھ کشمیری بھائی شہید ہو چکے ہیں اور آج تک اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں تو یہ ہمارے انڈیا کے ساتھ تعلقات ہیں۔ اس کے بعد میں اپنے بھائیوں کو یاد کراؤں گا کہ 1960 میں اسی UNO کے کہنے پر جو world consortium تھا جس نے Water and Indus basin treaty بھی بنائی، apportionment of water accord بھی بنا۔ اس accord کے تحت پاکستان کے تین دریا surrender کر دیئے گئے۔ اسی قسم کے خیر سگالی کے جو خیالات تھے جو آج میرے بھائی خیر سگالی کے جذبات میں بھرپور اور محمور ہیں ان خیالات کے تحت یہ تین دریا انڈیا کے سپرد کر دیئے گئے اور اس خیر سگالی کے عوض World Bank consortium نے کہا کہ ہم آپ کی کمی پوری کر دیں گے۔ ہم منگلا ڈیم بنائیں گے، ہم چشمہ بیراج بنائیں گے، ہم تربیلا ڈیم بنائیں گے اور انڈیا جو ہے ہمیں uninterrupted دریا ئے جہلم اور سندھ کا پانی دے گا، uninterrupted کا لفظ اس accord میں لکھا ہوا ہے لیکن حالت آج یہ ہے کہ بے شمار ڈیم بنائے جا رہے ہیں۔ دریا ئے چناب اور جہلم پر تو

ان کا کچھ حصہ بنتا تھا لیکن آج وہ ہمارے دریائے سندھ کے اوپر بھی ڈیم بنا رہا ہے۔ میں اپنے بھائیوں سے صرف یہ عرض کروں گا کہ خدار! یہ جو محبت اور پیار کی باتیں ہو رہی ہیں، انڈیا ہمارا دشمن ہے جب تک ہمارے dispute اس کے ساتھ settle down نہیں ہو جاتے اس وقت تک یہ محبت، یہ پیار اور مزید یہ کہ ان کو اپنے سروں پر سے گزارنے کے لئے راستے مت دیں۔ ہماری یہ قرارداد ایک valid قرارداد ہے اس کو منظور کیا جائے۔ ٹھیک ہے جو on air چیز ہے اس کو آپ نکال دیں، اس کو ہم خود کر سکتے ہیں۔ آپ ان کے چینلز نہ دیکھیں لیکن جب تک ہمارا Kashmir issue resolve نہیں ہوتا، جب تک ہمارا water issue resolve نہیں ہوتا اس وقت تک انڈیا کو مزید کسی بھی قسم کی facility دینا وہ اسی طرح ہے جس طرح آپ خود کشی کر رہے ہیں۔ میری تمام دوستوں اور پورے پاکستان کی عوام سے یہ استدعا ہے کہ وہ جب تک پوری طرح تیار نہیں ہوں گے، یہ جنگیں تعداد کے ساتھ نہیں لڑی جاتیں، یہ جنگیں قوت ایمانی سے لڑی جاتی ہیں اور جب تک قوت ایمانی آپ نہیں لائیں گے اس وقت تک انڈیا آپ کو dominate کرے گا اور اگر آپ نے انڈیا کی dominance تسلیم کرنی ہے تو پھر اس قسم کی تقاریر فرمائیں! شکر یہ (قطع کلام)

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے تو میں معزز ممبران سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ میں سب کو ٹائم دوں گا۔ جب ایک معزز ممبر بات کر رہا ہو تو اس کو interrupt نہ کریں۔ مجھے بتائیں میں آپ سب کو ٹائم دوں گا۔ جناب معین وٹو صاحب!

محترمہ ساجدہ میر: جناب والا! ملک محمد وارث کلو صاحب یہ وضاحت کریں گے کہ یہ معاہدہ 1960 میں کس نے کیا تھا؟

ملک محمد وارث کلو: پاکستان کے ڈکٹیٹر ایوب خان اس وقت صدر تھے اور ورلڈ بینک نے یو این او کے pressure کے نیچے اس وقت یہ accord کروایا تھا۔ اس وقت دو accord ہوئے تھے ایک apportionment of Water Treaty accord تھا اور دوسرا یہ ہوا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب وٹو صاحب!

جناب محمد معین وٹو: جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو قرارداد شیخ صاحب نے پیش کی ہے وہ ایک انتہائی اہم قرارداد ہے اور جس معاملے کی طرف انہوں نے نشاندہی کی ہے اس کی آج کے دور میں فوری طور پر ضرورت بھی ہے کیونکہ جس طرح سے ہندوستان کو facilitate کیا جا رہا ہے یقیناً اس

facilitation سے جو ان کو ایک تجارتی راہداری دی جا رہی ہے اگر ہمارے ملک کو اس سے نقصان ہے، ہماری تجارت کو اس سے نقصان ہے اور ہم وہ غیر مشروط طور پر، اگر تو وہ کسی شرط کے تحت ہے تو وہ پھر ایک علیحدہ معاملہ ہے غیر مشروط طور پر اپنے ملک کو نقصان پہنچا کر اگر ہم ان کو تجارتی راہداری کی اجازت دے رہے ہیں تو یہ جو شیخ صاحب کی قرارداد ہے اس پر مزید کسی بحث کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ وزیر قانون صاحب نے اس میں ضروری ترمیم بھی کر دی ہے۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ یہ قرارداد صرف اس لئے ہے کہ ہم اپنے جذبات کے طور پر اور بطور نمائندہ کے طور پر پنجاب اسمبلی میں جتنے ممبران بیٹھے ہیں ہم اپنے خیالات سے، اپنے جذبات سے اس قرارداد کے ذریعے وفاقی حکومت کو یہ realize کروائیں کہ اس مسئلے کو فوری طور پر take up کیا جانا چاہئے۔ جیسا کہ کلو صاحب نے یہ فرمایا کہ پانی کا جو مسئلہ ہے جس کی اس وقت اشد ضرورت ہے اس کو بھی فوری طور پر اٹھایا جانا چاہئے اور اس قرارداد کو پاس کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ جو ترمیم تھی وہ ہم نے کر لی ہے اب اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ طیبہ ضمیر صاحبہ! ایک منٹ میں اپنی بات مکمل کر لیں۔ ہاؤس کی رائے سامنے آچکی ہے۔ اب میں ووٹنگ کروانا چاہتا ہوں۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ آپ بات نہ کریں لیکن میری یہ گزارش ہوگی کہ مختصر کریں۔

محترمہ طیبہ ضمیر: آپ نے دو منٹ لے لئے ہیں، مجھے ایک منٹ دے دیجئے۔ آج کی جو قرارداد ہے شیخ علاؤ الدین صاحب نے پیش کی ہے یہ ایک انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ جیسا کہ وزیر قانون صاحب نے فرمایا ہے کہ اس میں ترمیم ہونی چاہئے جو کہ ضروری ہے۔ ثقافتی حالات کو دیکھتے ہوئے میں ایک بات عرض کروں گی کہ ہم نے نصابوں میں پڑھا تھا کہ قائد اعظم کو کہا جاتا تھا کہ پاکستان بنا ایک دیوانے کا خواب ہے لیکن قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کو جو ناممکن تھا ممکن کیسے بنایا؟ ہم برصغیر میں دو قومیں ہیں اور اس برصغیر میں ہمارا وجود علیحدہ ہے، ہمارا اسلامی تشخص، ہمارا تمدن اور ہمارا کلچر بھی ان سے علیحدہ ہے۔ آج ہمارے 75 فیصد جو مسائل ہیں جو اندھیر نگری اور چوپٹ راج ہو چکا ہے اس میں انڈین کلچر کی یلغار بھی شامل ہے۔ یقیناً ہم تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ ایڈین چینلز، انڈین فلمیں، انڈین ڈرامے اور کلچر ہماری زبان کو بھی تبدیل کر رہے ہیں۔ مثلاً آج کل عام بولا جاتا ہے آئیر باد حاصل ہے، اشنان کرنا ہے۔ اس قسم کے جو الفاظ ہیں آئندہ ہماری نئی نسل کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ جب ہمارا کلچر ہی مسخ ہو جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب والا! میں دوسری بات یہ عرض کروں گی کہ ہم انڈیا سے آلو، پیاز اور ٹماٹر بھی منگواتے ہیں، ہمارا مقابلہ انڈیا کے ساتھ ہے۔ ہم بھی ایٹمی طاقت ہیں جب ہم ان سے آلو پیاز ٹماٹر خریدتے ہیں یا جو جیولری وہاں سے آتی ہے یا اس قسم کی اور چیزیں وہاں سے آتی ہیں تو ہمارا image کیا بنتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میرا خیال ہے اس پر کافی بات ہو چکی ہے۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب والا! اس سلسلے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! پھر ایک منٹ بات کر لیں۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب والا! اس میں کوئی دو آراء نہیں ہیں۔ ہندوستان ہمارا بہت بڑا دشمن ہے لیکن میرے خیال میں ہم جذبات میں یہ بھول رہے ہیں کہ آج آپ میڈیا پر بند نہیں باندھ سکتے۔ اگر آپ چینلز کو بند کر دیں گے تو انٹرنیٹ پر بھی ہر چینل موجود ہے، ہم اپنے کلچر کو elevate نہیں کر سکتے، ہم اپنی بجلی نہیں بنا سکتے اور ہم اپنا trade اوپر نہیں کر سکتے تو انڈیا کی trade بند کر کے ہم کوئی فائدہ نہیں لیں گے۔ ہمیں اپنے آپ کو اوپر اٹھانا چاہئے، ہم سنٹرل گورنمنٹ کو یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ بجلی بنائیں، trade بنائیں۔ ایک طرف تو آپ انڈیا کو گیس پائپ لائن دے رہے ہیں جو کہ ایران سے انڈیا تک جائے گی تو دوسری طرف اس طرح کی قرارداد لارہے ہیں۔ اس طرح تو ہم ایک طرح سے ایک شرمندگی کا سامنا کریں گے۔ ہمیں گورنمنٹ کو کہنا چاہئے کہ ہم اوپر آئیں ہمارا culture develop ہو اور ہماری trade develop ہو۔ آج آپ دیکھیں فرانس کی انگلینڈ سے دشمنی ہے لیکن تمام فرانس کے راستے سے جاتی ہے، کبھی وہاں تو ایسی قرارداد نہیں آئی کہ یہ trade بند کر دیں۔ میرے خیال میں یہ بالکل depressive attitude ہے اس طرح کی قرارداد کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ آپ اس پر یہ قرارداد بنائیں کہ سنٹرل گورنمنٹ ہندوستان کے ساتھ پانی کا مسئلہ حل کرے، سنٹرل گورنمنٹ بجلی بنائے اور سنٹرل گورنمنٹ اپنے مسائل حل کرے۔ آپ کس طرح کی قرارداد کی بات کر رہے ہیں، آج کون سا زمانہ ہے کہ آپ میڈیا کو بند کر لیں گے؟ انٹرنیٹ کھولیں ہر چینل موجود ہے آپ ہر تیسرے دن کہہ دیتے ہیں کہ انڈین چینلز بند کریں۔ جب آپ کے لوگ دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ کس طرح بند کر سکتے ہیں؟ جب آپ کے لوگوں کو وہ ڈرامے پسند ہیں، فلمیں پسند ہیں

تو آپ اپنے لوگوں کے حقوق کو کیسے بند کر سکتے ہیں یہ بالکل غیر مناسب بات ہے کہ آپ کہیں کہ چینلز کو بند کر دیں۔ آپ اپنے آپ کو اوپر کیوں نہیں لے کر آتے، اپنی ڈویلپمنٹ کیوں نہیں کرتے؟
شیخ علاؤ الدین: جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس پر دوبارہ بات نہیں ہو سکتی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! میں نے بھی کچھ عرض کرنا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سید حسن مرتضیٰ صاحب! یہ بالکل آخری بات ہے اس کے بعد میں اس پروٹوٹنگ کروانے لگا ہوں۔

شیخ علاؤ الدین: جناب والا! میں اس قرارداد کا محرک ہوں۔ مجھے یہ بتایا جائے کہ جو میرے بھائی نے ابھی کہا ہے۔ کیا فرانس اور انگلینڈ کا آپس میں کوئی جھگڑا ہے؟ مجھے کوئی ایک آدمی بتائے جس کے اندر کوئی تھوڑی سی بھی قومی حس ہو، یہ بڑی زیادتی ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب والا! مجھے آپ یہ بتائیں کہ کیا انڈیا میں کوئی ایک پاکستانی ٹی وی چینل چل رہا ہے؟ جیونے اتنی کوشش کی ہے لیکن ابھی تک نہیں چل سکا۔ بات یہ ہے کہ یہ اس قوم کے لئے شرمندگی کا باعث ہے جو میرے ایک بھائی نے ابھی ایک فقرہ بولا ہے کہ ہماری قوم انڈین چینلز دیکھنا چاہتی ہے۔ میں کہتا ہوں نہیں چاہتی۔ ابھی ہمارے انتہائی معزز جرنلسٹ انڈیا گئے ان کو دہلی میں جس طرح سے ذلیل و خوار کیا گیا، ہماری پاکستانی ٹیم کے ساتھ intentionally زیادتی کی گئی اور پھر بھی ہم انڈیا انڈیا کرتے ہیں۔ [*****] (قطع کلامیاں)

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میری استدعا ہے کہ جیسے لاء منسٹر صاحب نے کہا ہے amended قرارداد put کر دی جائے۔ ویسے میں اپنی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ میرے گھر میں انڈین چینل بالکل نہیں دیکھتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! شیخ صاحب نے جو ان کے متعلق الفاظ کہے ہیں۔ میری استدعا ہے کہ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر کہا ہے تو میں وہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

شیخ علاؤ الدین: میں نے کہا ہے کہ جو انڈیا کی favour کرتے ہیں وہ غدار ہیں۔

جناب شیر علی خان: یہ غداروں کا سرٹیکٹ دینے والے کون ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ شیر علی صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔

میں نے وہ الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے ہیں۔ جو قرارداد سامنے آئی ہے میں اس پر صرف اتنی

بات کروں گا کہ ”ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاعیات“

یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

”یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہندوستان کو تجارتی راہداری

دینے پر کسی بھی قسم کا کوئی معاہدہ یا مفاہمت اس وقت تک نہ کرے جب تک

ہندوستان مقبوضہ کشمیر میں حق رائے دہی دینے کا اعلان نہ کرے، دریاؤں

کے پانی کا گھمبیر مسئلہ حل نہ کرے، فوری طور پر تمام ہندوستانی چینلز کو بند کیا

جائے اور اس کے ساتھ ساتھ تمام ہندوستانی مصنوعات جو بالواسطہ یا بلاواسطہ

ملک میں درآمد کی جا رہی ہیں پر پابندی لگائی جائے۔“

(قرارداد منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: کامران بائیکل صاحب صوبائی وزیر اقلیتی امور، خلیل طاہر سندھو صاحب، جو نیل

عامر سموترا صاحب، محترمہ نجمی سلیم صاحبہ، رانا آصف محمود صاحب اور طاہر نوید چودھری کی طرف

سے قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر

متعلقہ قواعد کو معطل کر کے شازیہ کیس کے حوالے سے ایک قرارداد پیش کرنے کی اجازت طلب کی

ہے۔ محرک اپنی تحریک پیش کریں۔

قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک

وزیر انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب کامران مائیکل): میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

”قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت

قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے شازیہ کیس کے حوالے

سے مذمتی قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔“

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

”قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت

قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے شازیہ کیس کے حوالے

سے مذمتی قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔“

میرے خیال میں اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے اس لئے یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

”قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت

قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے شازیہ کیس کے حوالے

سے مذمتی قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔“

(تحریک متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: محرک اپنی قرارداد پیش کریں۔

قرارداد

لاہور میں شازیہ مسیح کے پُر تشدد قتل کی مذمت

اور لواحقین سے اظہار ہمدردی

وزیر انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں

کہ:

”پنجاب اسمبلی کا یہ معزز ایوان معصوم شازیہ دختر بشیر مسیح کے پُر تشدد قتل کی

پر زور مذمت کرتا ہے اور شازیہ کے لواحقین سے اظہار تکجہتی اور ہمدردی رکھتا

ہے اور یہ سفارش کرتا ہے کہ شازیہ کے قتل کے ملزمان کو قرار واقعی سزا دی

جائے تاکہ معصوم بچوں کو قتل کرنے والے ایسے درندہ صفت افراد کے خلاف سخت عبرت ناک سزا عمل میں لائی جائے تاکہ آئندہ کسی کو پاکستان کی بیٹی کے ساتھ تشدد اور ظلم کرنے کی جرأت نہ ہو۔ یہ ایوان شازیہ قتل کیس کا فوری نوٹس لینے پر شازیہ کے لواحقین کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے ان کی مالی معاونت کرنے پر صدر پاکستان، وزیر اعظم پاکستان، بالخصوص وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی طرف سے بروقت قانونی کارروائی عمل میں لا کر مجرمان کو گرفتار کرنے اور خود شازیہ کے گھر جا کر اس کے لواحقین کو تسلی دینے اور انصاف فراہم کرنے کا وعدہ اور ہم خادم اعلیٰ پنجاب اور قائد پاکستان مسلم لیگ (ن) میاں نواز شریف کے ان اقدامات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

نیز یہ ایوان سفارش کرتا ہے کہ باہمی والا، سمبڑیال، کوریاں اور سانحہ گوجرہ کے ملزمان کو فوری گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے اور سانحہ گوجرہ کے تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کی روشنی میں جن سرکاری حکام کے خلاف کارروائی کی سفارش کمیشن کی طرف سے کی گئی ہے فوری کارروائی عمل میں لاتے ہوئے ان افسران کے خلاف انضباطی کارروائی عمل میں لائی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"پنجاب اسمبلی کا یہ معزز ایوان معصوم شازیہ دختر بشیر مسیح کے پر تشدد قتل کی پر زور مذمت کرتا ہے اور شازیہ کے لواحقین سے اظہار یکجہتی اور ہمدردی رکھتا ہے اور یہ سفارش کرتا ہے کہ شازیہ کے قتل کے ملزمان کو قرار واقعی سزا دی جائے تاکہ معصوم بچوں کو قتل کرنے والے ایسے درندہ صفت افراد کے خلاف سخت عبرت ناک سزا عمل میں لائی جائے تاکہ آئندہ کسی کو پاکستان کی بیٹی کے ساتھ تشدد اور ظلم کرنے کی جرأت نہ ہو۔ یہ ایوان شازیہ قتل کیس کا فوری نوٹس لینے پر شازیہ کے لواحقین کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے ان کی مالی معاونت کرنے پر صدر پاکستان، وزیر اعظم پاکستان، بالخصوص وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی طرف سے بروقت قانونی کارروائی عمل میں لا کر مجرمان کو گرفتار کرنے اور خود شازیہ کے گھر جا کر اس کے لواحقین کو تسلی دینے

اور انصاف فراہم کرنے کا وعدہ اور ہم خادم اعلیٰ پنجاب اور قائد پاکستان مسلم لیگ (ن) میاں نواز شریف کے ان اقدامات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ نیز یہ ایوان سفارش کرتا ہے کہ باہمی والا، سمبڑیال، کوریاں اور سانحہ گوجرہ کے ملزمان کو فوری گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے اور سانحہ گوجرہ کے تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کی روشنی میں جن سرکاری حکام کے خلاف کارروائی کی سفارش کمیشن کی طرف سے کی گئی ہے فوری کارروائی عمل میں لاتے ہوئے ان افسران کے خلاف انضباطی کارروائی عمل میں لائی جائے۔"

MS. SEEMAL KAMRAN: I oppose it, sir.

MR. MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: Sir, I oppose the wording of the spirit.

جناب ڈپٹی سپیکر: چونکہ اسے oppose کیا گیا ہے اس لئے پہلے اس پر قرارداد کے محرک بات کر لیں اس کے بعد آپ کو floor دیتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائٹا اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانائٹا اللہ خان): جناب سپیکر! میرے خیال میں اگر اس پر دونوں اطراف سے تقاریر ہوں تو اس کا کوئی اچھا impression نہیں ہوگا۔ محترم محسن لغاری صاحب کو جس wording پر اعتراض ہے وہ فرمادیں تو اسے دیکھ کر قرارداد amend کر لیتے ہیں بجائے اس کے کہ اسے oppose کیا جائے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! جس طرح اسے word کیا گیا ہے اس سے یہ ایک minorities کا issue بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ بد قسمتی سے ایسے واقعات ہر مذہب اور لاہور کے علاوہ بھی ہو رہے ہیں لیکن اس میں سمبڑیال، گوجرہ اور کوریاں کو tie up کر کے باقاعدہ اس minorities issue کا voice دیا گیا ہے جو کہ یہ نہیں ہے۔ میں اس لئے اسے oppose کر رہا تھا۔ وہ بھی ایک genuine issue ہے اس کے لئے کوئی اور چیز لاتے ہیں لیکن ان دو issues کو آپس میں merge کرنے پر مجھے اعتراض ہے۔ دوسرا مجھے اس کی wording پر اعتراض ہے کہ یہ واقعہ میڈیا کی وجہ سے حکومت کے notice میں آیا لیکن اس سے governance کے سسٹم کا failure

expose ہوا ہے۔ یہ تو میڈیا نے highlight کیا اور یہ چیزیں وہاں سے آئیں۔ یہ بڑا genuine issue ہے and I really supported the issue اور اس خاندان کے ساتھ میری ہمدردیاں ہیں لیکن بد قسمتی سے شازیہ کا کیس ایک واحد کیس نہیں ہے۔ بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں ایسے واقعات ہو رہے ہیں لیکن وہ میڈیا پر highlight نہیں ہو رہے اور یہ واقعہ میڈیا پر highlight ہو گیا لہذا governance کی failure پر کسی کو appreciate کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم ان کے ساتھ اظہار ہمدردی ضرور کریں۔ مجھے اسے minorities کا issue بنانے اور کسی کو خراج تحسین پیش کرنے پر اعتراض ہے چونکہ This is failure of the governance اور failure of the governance پر کسی کو بھی خراج تحسین پیش نہیں کرنا چاہئے۔ لہذا مہربانی کر کے اسے سیاسی issue نہ بنائیں۔ یہ ہمدردانہ ہے اور اسے ہمدردانہ ہی رہنے دیں۔ میری یہی گزارش تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، کامران مائیکل صاحب!

وزیر انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب کامران مائیکل): جناب سپیکر! محسن لغاری صاحب نے جو اعتراض کیا ہے میں اس ضمن میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ اس کو minority issue نہیں بنایا گیا بلکہ اس میں جو wording use کی گئی ہے اس کے مطابق شازیہ کو پاکستان کی بیٹی کہا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ ان ملزمان کو قرار واقعی سزا دی جائے تاکہ یہ عبرت کا نشان بنیں اور آئندہ پاکستان کی بیٹی کے ساتھ کوئی ایسا mishap دوبارہ نہ ہو۔ اس میں پاکستان کی بیٹی کا لفظ استعمال کیا گیا وہ سب کے لئے ہے۔ اس میں use minority word نہیں کیا گیا۔ جو سانحہ جو جرہ کی بات کی گئی ہے میں اس سلسلے میں عرض کرتا ہوں کہ جب یہ incident ہوا تو اس وقت وہاں جتنے لوگ تھے ان کی طرف سے یہ بات آئی تھی اور کسی نے یہ تاثر دیا تھا لیکن ہم نے فوری اسے condemn کیا اور ہم نے اس چیز کی عکاسی کی کہ یہ انسانیت کے خلاف سازش ہے اور یہ انسانیت سوز سلوک کیا گیا ہے۔ یہ کسی مسیح کی بیٹی نہیں بلکہ پاکستان کی بیٹی تھی اور آج پوری قوم چاہے وہ کسی بھی مذہب اور فرقے سے تعلق رکھتی ہے سب اس پر سوز واقعہ کے خلاف سراپا احتجاج ہیں۔ لغاری صاحب نے جو governance کی بات کی ہے ہم نے دیکھا ہے کہ یہاں بہت سارے واقعات ہوتے ہیں لیکن بروقت قانونی کارروائی عمل میں لائی گئی اور جو 24 گھنٹوں کا ultimatum دیا گیا تھا اس کے اندر اندر ملزمان کی گرفتاری عمل میں لائی گئی۔ ہم نے پورے media کو بھی سراہا ہے، media کے اس عملی اقدام کو بھی سراہا ہے۔ جب میڈیا کسی چیز کو

highlight کرتا ہے اور اس پر فوری عمل کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ good governance کی نشانی ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: اس قرارداد کے اندر بالکل پاکستان کی بیٹی لکھا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس پر بحث کی بجائے ہاؤس کی sense لے لیتے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! بولنے کا موقع تو دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں، آپ نے اپنی بات کر لی ہے۔ اب دوبارہ آپ نہیں بول سکتے۔ اگر آپ کی طرف سے کوئی اور بولنا چاہتا ہے تو وہ بات کرے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! قرارداد کی کاپی تو ہمیں ابھی ملی ہے۔ اب اسے دیکھ کر ہی میں نے بات کرنی تھی۔ پہلے تو صرف سنی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اچھا اب آپ اسے دیکھ کر کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اس قرارداد کا جو پہلا پیرا گراف ہے اس کو وہیں تک رکھا جائے اور باقی حصوں کو چھوڑ دیا جائے۔ سمبرٹیل اور گوجرہ کے واقعے کا جو issue ہے اور آخر میں مبارک باد اور خراج تحسین پیش کیا گیا ہے ان حصوں کو رہنے دیا جائے۔ اگر خراج تحسین پیش کرنا ہے تو پھر media والوں کو پیش کریں جنہوں نے اس معاملے کو highlight کیا اور ہم سب کے سامنے لائے ہیں۔ میرے خیال میں دوسرے والے دو پیرا گراف خواہ خواہ اس کے ساتھ add کئے گئے ہیں۔ صرف پہلے والے پیرا گراف تک رہیں تو بہتر ہوگا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! میں ذاتی طور پر اپنے اپوزیشن کے بھائیوں اور بہن کی طرف سے اپنائے جانے والے رویہ سے

پریشان ہوں۔ I could not understand, what is the mysterious mystery?

میں سمجھ نہیں سکا کہ آج اس قرارداد کو کیوں oppose کیا گیا ہے؟ ہم نے تمام channels پر ان کا شکریہ بھی ادا کیا ہے۔ ابھی میں ایک جگہ پر انٹرویو دے کر آ رہا ہوں ادھر بھی میں نے یہی کہا ہے کہ یہ پاکستان کی بیٹی ہے۔ انہوں نے مجھ سے بڑا گھما پھرا کر پوچھا اور اس کو monitory issue بنانے کی کوشش کی لیکن ہم نے کہا کہ نہیں، اگر شازیہ کی جگہ کوئی دوسری بچی ہوتی تو پھر بھی ہمارا یہی رویہ ہوتا۔ وہ ایک درندہ صفت آدمی ہے۔ ہم پاکستانی ہیں، ہمارا یہاں پر پورا حق ہے اور شازیہ پاکستان کی بیٹی

ہے۔ باقی جہاں تک دوسرے پے در پے واقعات ہوئے ہیں ہم ان کی بھی مذمت کر رہے ہیں۔ جہاں تک خراج تحسین پیش کرنے کا تعلق ہے تو اس حوالے سے میں یہ عرض کروں گا کہ پہلے یہ ہوتا تھا کہ جب ایسے واقعات ہوتے تھے تو ان پر بہت جلدی کوئی action نہیں ہوتا تھا، بہت ساری شاز یہ مرجاتی تھیں لیکن کبھی اس طرح تیزی سے action نہیں ہوا۔ Media جو کہ ہماری آنکھیں، چہرہ اور ہاتھ ہیں ہم نے ان کو ہر جگہ پر خراج تحسین پیش کیا ہے۔ صدر پاکستان، وزیر اعظم صاحب، وزیر اعلیٰ صاحب اور قائد پاکستان میاں محمد نواز شریف صاحب نے وہاں پر اس خاندان کی مالی معاونت کی ہے۔ ان کو گھر لے کر دیا ہے اور دوسرے بہت سارے کام بھی کئے ہیں تو اس لئے ذاتی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ ایسے واقعات میں ان کو خراج تحسین ضرور پیش کرنا چاہئے۔ اس میں کوئی عار نہیں ہے تو میں اپنی بہنوں اور بھائی محسن لغاری صاحب سے گزارش کرنا چاہتا ہوں، جو کہ بڑے human rights activists ہیں کہ اس قرارداد کو as it is پاس ہونے دیں۔ میں نے اپنی (ق) لیگ کی بہنوں کو وہاں پر جا کر افسوس کرتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے اس معاملے کو بحث میں نہ ڈالا جائے۔ میری ان سب سے گزارش ہوگی کہ اس کو unanimously pass کیا جائے تاکہ ہم بین الاقوامی طور پر ایک صحت مند message دے سکیں۔ بہت شکریہ

محترمہ سیمیل کامران: جناب سپیکر! میں نے اس قرارداد کو oppose کیا تھا اس لئے مجھے بات کرنے کا موقع دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سیمیل کامران: جناب سپیکر! اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ شاز یہ حوا کی بیٹی ہے۔ وہ صرف ان کی نہیں بلکہ ہماری بھی بیٹی ہے۔ میں نے اس قرارداد کو اس لئے oppose کیا ہے کہ صرف اسی طریقے سے ہی میں اس بارے میں اپنی reservations کو بیان کر سکتی ہوں۔ Sir, I need your kind attention please.

جناب سپیکر! جیسا کہ میرے بھائی نے ابھی ذکر کیا ہے کہ ہم لوگ خود وہاں پر گئے تھے۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ صرف specific incident نہیں ہے اور دوسرا یہ credit media کو جاتا ہے۔ چونکہ یہ media میں report ہو گیا اس لئے وہاں پر ہر بندہ point scoring کرنے کے لئے چلا گیا۔ میں سب سے یہ درخواست کرنا چاہتی ہوں کہ آج پہلی دفعہ اگر کسی male

member کی طرف سے ایک بچی کے لئے، ایک خاتون کے لئے بات ہوئی ہے تو ممبرانی کر کے اس معاملے کو point scoring یا اپنی سیاست کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر! جس وقت اپوزیشن بات کرتی ہے تو شاید یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان میں عقل نہیں ہے اور یہ ایسے ہی بات کرتے ہیں۔ شازیہ کا یہ واقعہ تو اب ہوا۔ ہم نے اسی issue کے حوالے سے بہت عرصہ پہلے in house working Women Protection Bill کہاں اسی اسمبلی میں جمع کروایا تھا جو کہ انہی workers کو protection دینے کے لئے تھا۔ میں نے متعدد مرتبہ اسمبلی سیکرٹریٹ کو درخواست کی، وزیر قانون صاحب کو بھی ذاتی طور پر جا کر ملی کہ اس bill کو ہاؤس میں لایا جائے۔ مجھے اس پر کوئی Gold Medal نہیں لینا تھا۔ میں بحیثیت عورت اس اسمبلی کا حصہ بنی ہوں اور اگر میں محروم طبقے کے لئے کچھ کر سکتی ہوں تو میں سمجھتی ہوں کہ یہی میری contribution ہوگی۔ آج ہم یہاں پر قرارداد پیش کر رہے ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ یہ نوبت ہی کیوں پیش آتی ہے؟ ہم issues کو پہلے ہی کیوں address نہیں کرتے، ان کو پہلے resolve کیوں نہیں کرتے؟ یہ صرف ایک شازیہ نہیں ہے۔ بہت ساری ایسی بچیاں ہیں کہ جہاں پر وہ ملازمت کرتی ہیں وہاں پر نہ صرف وہ تشدد کا شکار ہوتی ہیں بلکہ انہیں ان کی مناسب اجرت بھی نہیں ملتی۔ جب وہ نوکری چھوڑنے کی بات کرتی ہیں تو within no time ان پر چوری کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔ ہم اس specific incident کو مثال بنائیں۔ میں اپنے بھائی کا مران مائیکل صاحب سے یہ درخواست کرتی ہوں کہ اگر وہ یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور کرانا چاہتے ہیں تو شازیہ کو پاکستان کی بیٹی، حوا کی بیٹی اور ہم سب کی بیٹی بنا کر پیش کریں۔ اس پر اپوزیشن کا بھی consensus لینا چاہئے کیونکہ اس issue پر ہم ان کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ ہماری طرف سے بھی یہی بات ہے۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! جس طرح کہ میرے ساتھیوں نے پہلے کہا ہے کہ ہمیں اس کی spirit سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہمیں اس کی wordings پر اعتراض ہے۔ ایک بہت clear technical issue ہے۔ آپ Rules of Procedure کا rule-116 دیکھیں۔ قرارداد جو ہوتی ہے وہ one issue پر ہوتی ہے۔ One clear definite issue ہونا چاہئے۔ آپ rule-116 کا sub section (4) دیکھیں، میں اسے quote کرتا ہوں کہ:

116(4) It shall be clearly and precisely expressed and shall raise substantially one definite issue.

جبکہ اس میں مجھے تین قراردادیں نظر آ رہی ہیں، تین issue نظر آ رہے ہیں۔ ایک قرارداد ہمدردی ہے، دوسری قرارداد خوشامد ہے اور تیسری قرارداد سمبر ڈیال کے واقعے کے بارے میں ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ ان کو تین قراردادوں کے طور پر پیش کیا جائے۔ اگر رولز کے مطابق ان تینوں issues کو تین قراردادوں کے مطابق پیش کیا جاتا ہے تو پھر ہم اپنی voting اس کے مطابق کر لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! اس میں الفاظ کے بارے میں میری reservation یہ ہے کہ لفظ "پاکستانی لڑکی" نہ لکھا جائے کیونکہ جب آپ "پاکستانی لڑکی" لکھتے ہیں تو بین الاقوامی طور پر اس سے image کا exploitation جاتا ہے کہ "پاکستان کی بچی" کے ساتھ ایسا ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس بچی کا ہمارے پاکستان سے ہی تعلق ہے اور وہ ایک مظلوم بچی ہے۔ اس میں مظلوم لڑکی لکھ لیں، ایک مظلوم بچی یا اس علاقے کی بچی کر لیں۔ ہزاروں ایسی بچیاں ہیں جو کہ عزت سے کام کرتی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): نہیں، وہ پاکستانی بچی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہراج صاحب نے جو point اٹھایا ہے میں اس حوالے سے عرض کرتا ہوں کہ rule-116 کے اندر جو form and contents of resolution ہے اس میں بڑا clear ہے کہ:

116. Form and contents of resolution.(1) A resolution may be in the form of a declaration of opinion or a recommendation, or convey a message, or commend, urge or request an action, or call attention to a matter or situation for

consideration by the Government, or in such other form as the Speaker may consider appropriate.

Now this is the total ambit of the Speaker.

اور اب میں آپ کو بتاؤں کہ اس وقت consent of the House یعنی ہے اور جو voting ہوتی ہے وہ consent of the House ہی ہوتی ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں ایک بات on record لانا چاہتا ہوں کہ ہم اس قرارداد کے حق میں ہیں۔ یہ بالکل clear بات ہے۔ شازیہ بچی کا جو واقعہ ہوا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری پوری سوسائٹی کے اوپر ایک question mark ہے۔ اس طرح کے اندوہناک واقعے کے ساتھ اگر کسی کی خراج تحسین یا مدح سرائی کو club کیا جائے تو یہ مناسب نہیں ہے۔ اس قرارداد کے ساتھ کسی ایک ایسے act کو club کیا جائے جو کہ ان کی duty بنتی ہے، فرائض ہیں تو یہ صحیح نہیں ہے۔ لہذا میں یہی کہوں گا کہ اس خراج تحسین کو اس کے ساتھ club نہ کیا جائے۔ ان کے خراج تحسین کے لئے آپ کوئی علیحدہ قرارداد لے آئیں۔ یہ اچھا نہیں لگتا کہ ایک بہت ہی اندوہناک واقعے کے ساتھ خراج تحسین چل رہا ہو۔ ہمارا اتنا ہی اعتراض ہے ورنہ ہم اس قرارداد کے حق میں ہیں اور ان کے ساتھ ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اب ہم consent of the House لیتے ہیں۔

یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

”پنجاب اسمبلی کا یہ معزز ایوان معصوم شازیہ دختر بشیر مسیح کے پُر تشدد قتل کی پُر زور مذمت کرتا ہے اور شازیہ کے لواحقین سے اظہارِ بیچہتی اور ہمدردی رکھتا ہے اور یہ سفارش کرتا ہے کہ شازیہ کے قتل کے ملزمان کو قرار واقعی سزا دی جائے تاکہ معصوم بچوں کو قتل کرنے والے ایسے درندہ صفت افراد کے خلاف سخت عبرت ناک سزا عمل میں لائی جائے تاکہ آئندہ کسی کو پاکستان کی بیٹی کے ساتھ تشدد اور ظلم کرنے کی جرأت نہ ہو۔“

یہ ایوان شازیہ قتل کیس کا فوری نوٹس لینے، شازیہ کے لواحقین کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرتے ہوئے ان کی مالی معاونت کرنے پر صدر پاکستان، وزیر اعظم پاکستان بالخصوص وزیر اعلیٰ پنجاب، میاں شہباز شریف صاحب کی طرف سے

بروقت قانونی کارروائی عمل میں لا کر مجرمان کو گرفتار کرنے اور خود شہزیہ کے گھر جا کر اس کے لواحقین کو تسلی دینے اور انصاف فراہم کرنے کا وعدہ کرنے پر ہم خادم اعلیٰ پنجاب اور قائد پاکستان مسلم لیگ (ن) میاں نواز شریف صاحب کے ان اقدامات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

نیز یہ ایوان سفارش کرتا ہے کہ باہمی والا سمبڑیال، کوریاں اور سانحہ گوجرہ کے ملزمان کو فوری گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے اور سانحہ گوجرہ کے تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کی روشنی میں جن سرکاری احکام کے خلاف کارروائی کی سفارش کمیشن کی طرف سے کی گئی ہے، فوری کارروائی عمل میں لاتے ہوئے ان افسران کے خلاف انضباطی کارروائی عمل میں لائی جائے۔

(قرارداد منفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب مورخہ 01-22-2010 کو بروز جمعہ المبارک کے اجلاس میں امن عامہ پر بحث کا دن مقرر تھا۔ جناب وزیر قانون نے امن عامہ کے متعلق بحث کا آغاز کر دیا تھا۔ چودھری ظہیر الدین، Leader of the Opposition اور محترمہ آمنہ الفت نے بحث میں حصہ لیا لیکن وقت کی قلت کی بنا پر تمام معزز ممبران بحث میں حصہ نہ لے سکے۔ وزیر قانون اور Leader of the Opposition کے درمیان طے پایا تھا کہ جن اراکین کے نام بحث میں حصہ لینے کے لئے جناب سپیکر کے پاس پہنچ چکے تھے وہ اراکین منگل مورخہ 01-26-2010 کے اجلاس میں غیر سرکاری اراکان کی کارروائی مکمل ہو جانے کے بعد امن عامہ پر بحث میں حصہ لے سکیں گے۔ اس حوالے سے لسٹ آچکی ہوئی ہے تو سب سے پہلے میں جناب محمد محسن خان لغاری سے کہوں گا کہ وہ اپنی بحث کا آغاز کریں۔ لغاری صاحب! ایک منٹ، میں پہلے لاء منسٹر کی بات سن لوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن تشریف فرما ہیں یہ points note کر لیں گے، باہر جو احتجاج ہو رہا تھا ان کا وفد جناب سپیکر کے چیمبر میں بیٹھا ہوا ہے، اگر مجھے اجازت دیں تو میں ان سے بات کر لوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بالکل ٹھیک ہے۔ مجتبیٰ صاحب note کرتے جائیں اور اس دوران آپ جا کر ان سے بات کر لیں۔

تعزیت

اسمبلی فوٹو گرافر آغا رب نواز (مرحوم) کے لئے دعائے مغفرت

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں نے آغا جی کے بارے میں بات کرنی ہے۔ آغا جی ہمارے فوٹو گرافر تھے جنہوں نے اس اسمبلی میں سالہا سال فوٹو گرافی کی اور اس ہاؤس کی official coverage دیتے رہے۔ پانچ، چھ دن پہلے وہ وفات پا گئے لیکن کسی کی نظر نہ پڑی کہ ایک اتنے اہم اور ہم میں چلنے پھرنے والے ایک پیارے اور معصوم سے آغا جی چلے گئے اس ہاؤس کے اراکین اور servants ایک family ہیں لہذا میں پورے ہاؤس سے استدعا کروں گی کہ ان کے لئے دعائے مغفرت فرمادی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں یہاں پر آغا صاحب کا بڑا لمبا period گزرا ہے تو ہاؤس سے گزارش ہے کہ ان کے لئے دعائے مغفرت فرمادیں۔

(اس مرحلہ پر آغا رب نواز (مرحوم) فوٹو گرافر کے لئے دعائے مغفرت کی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں اس وقت تھوڑا سا اس لئے confuse ہوں کہ نہ Officers Gallery میں مجھے Home Department کا کوئی نمائندہ نظر آ رہا ہے اور نہ ہی پولیس کا کوئی نمائندہ نظر آ رہا ہے۔ لاء منسٹر بھی کسی ضروری کام کا سامنا بنا کر یہاں سے چلے گئے ہیں تو یہ ساری بات کرنے کا کیا فائدہ؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں گورنمنٹ کی نمائندگی موجود ہے، منسٹر صاحب بیٹھے ہیں وہ notes بھی لیں گے اور یہاں اسی floor پر بات ہوئی تھی، دیکھیں ministers یہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ خود اس کو handle کر سکتے ہیں تو انہوں نے تو اپنی سہولت کے لئے انہیں بلانا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! تو مجتبیٰ شجاع الرحمن اپنی پانچ وزارتوں کے علاوہ اس چھٹی وزارت کے بھی ماہر ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے، آپ بات کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ کہتے ہیں تو مان لیتے ہیں۔ میں پھر ان سے اپنے علاقے کے law and order کے حوالے سے سوال پوچھ لیتا ہوں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اپنے بھائی لغاری صاحب سے کہتا ہوں کہ وہ law and order پر بحث کریں، یہاں پر ایسی باتیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! میں یہ سمجھتا ہوں کہ لاء منسٹر نے بے شک ہمارے Honourable Minister کی ذمہ داری لگا دی ہے لیکن اس House کی sanctity یہ ہے کہ جس issue پر بحث ہو، اس matter سے related officers یہاں پر موجود ہونے چاہئیں۔ منسٹر صاحب! آپ ذرا یہ فرمادیں، میرا خیال ہے کہ ہمیں یہ بحث ان کی غیر موجودگی میں نہیں کرنی چاہئے، جس دن وہ یہاں موجود ہوں تو اس کے اوپر وہ دن رکھ لیا جائے۔

وزیر تعلیم/آرکائی و محصولات (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب اس پر بہتر بات کر سکتے تھے مگر چونکہ یہ آپ کی discretion ہے اگر آج ہی ہم نے law and order پر بات کرنی ہے تو میرا بھی خیال ہے کہ یہاں پر آئی جی اور Home Secretary کو ہونا چاہئے اگر آج نہیں ہو سکتا تو اس بحث کو کل پر رکھ لیجئے۔

(اس مرحلہ پر سیکرٹری ٹو چیف منسٹر اور آئی جی پنجاب
Officers Gallery میں تشریف لے آئے)

عام بحث

امن و امان پر عام بحث

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! دیکھیں وہ آگے آگے ہیں آپ بحث کا آغاز کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں efficiency of the system سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ ہم نے ابھی یہ بات کی اور ابھی وہ آگے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے اس کو good governance کہتے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اللہ کرے یہ good governance باقی جگہوں پر بھی نظر آئے۔ آج ہمارا موضوع law and order کی situation پر debate کرنے کا تھا۔ میں law and order کی situation پر بہت محدود حد تک بات کروں گا اور اپنے ڈیرہ غازی خان کے علاقے کے بارے میں بات کروں گا تاکہ میں جو بات کروں وہ مصدقہ ہو اور first hand

knowledge کے ساتھ بات کی جاسکے۔ ہمارا ضلع ڈیرہ غازی خان پنجاب کا بارڈر ہے، وہ gateway to Punjab ہے۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! آج کی بحث میں حصہ لینے والے معزز ممبران کے نام کی لسٹ پڑھ دیں گے تو disturbance نہیں ہوگی اور سب کو اپنی اپنی باری کا پتہ چل جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس دن جو نام مانگے گئے تھے اس لسٹ کے مطابق محسن خان لغاری، شیر علی خان، رانا محمد افضل خان، رائے محمد شاہجہاں خان کھول، سید حسن مرتضیٰ، یہاں تک چلیں اس کے بعد باقی لسٹ دیکھ لیں گے۔ اس دن یہ فیصلہ ہوا تھا کہ اس دن جو نام ممبران دے دیں گے وہی نام ہوں گے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): اس دن آمنہ الفت کی speech ہوگئی تھی لیکن سیمبل کامران کی باری start کرنے کے بعد اس کو discontinue کر دیا گیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، اگر سیمبل کامران discontinue ہوئی تھیں تو اس کے اندر ان کو adjust کر دیں گے باقی پہلے والی لسٹ ہی چلے گی، جو نام آئے ہوئے ہیں انہی ناموں کو follow کیا جائے گا۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئر مین خواجہ محمد اسلام کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): خواجہ صاحب! آپ کو یہاں پر سپیکر بننے کی مبارکباد ہو۔

جناب چیئر مین: جی، لغاری صاحب! آپ اپنی بحث کا آغاز کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب چیئر مین! میں آپ کو یہ کرسی سنبھالنے پر مبارکباد دیتا ہوں اور انشاء اللہ ہم آپ کے ساتھ بہت تعاون کریں گے اور کوئی چیز out of order نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ یہاں پر ممبران کے ساتھ آئی جی صاحب کا interaction کرنے کی اجازت نہیں۔ آپ اس کا مہربانی کر کے notice لیں۔

جناب چیئر مین: جناب اعجاز خان صاحب! آپ اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں۔ آج کا issue بہت اہم ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں ایک دفعہ پھر شروع کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اب کوئی disturbance نہیں ہوگی۔

جناب سپیکر! میں اپنی تقریر کو صرف اپنے چھوٹے سے ڈیرہ غازی خان کے علاقے کے ساتھ restrict کرتے ہوئے آپ کے توسط سے ہوم سیکرٹری اور آئی جی صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارا ضلع ڈیرہ غازی خان gateway to Punjab ہے۔ ہمارے ضلع کے ساتھ NWFP اور بلوچستان کے ساتھ بارڈر ملتے ہیں اور 80 فیصد inter provincial تجارت اسی ضلع سے ہوتی ہے اس لئے آج ہمارے ملک اور صوبے کے اندر جو ہشتنگردی کی بد قسمتی سے واپس پھیلی ہوئی ہے اس کو counter کرنے کے لئے بھی ہمیں ضلع ڈیرہ غازی خان اور border areas کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ جس طرح ہم اپنے گھر کے دفاع کے لئے اپنے گھر کے gate پر چوکیدار بٹھاتے ہیں اور اپنے گھر کی دیواروں کو اونچا کرتے ہیں نہ کہ ہر کمرے کے آگے چوکیدار بٹھاتے ہیں۔ اسی طرح پنجاب کا دروازہ ضلع ڈیرہ غازی خان ہے۔ ہمیں وہاں پر Law Enforcement Agencies کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ آج صورتحال یہ ہے کہ ہماری front line forces بارڈر ملٹری پولیس اور بلوچ لیوی ہیں۔ ان میں آدھے سے زیادہ اسامیاں خالی ہیں۔ میں پچھلے ایک سال سے یہ بات حکومت کے notice میں لارہا ہوں اور ان پر بھرتی کے لئے اشتہار بھی چھپ گیا ہے لیکن ابھی تک بھرتیاں نہیں ہوئیں۔ اس کے علاوہ وہاں پر جو ترقیاں ہو رہی ہیں وہ بھی میرٹ پر نہیں ہو رہی ہیں اور صاحب اقتدار لوگوں کی مرضی سے جو نئیر لوگوں کو ترقی دے کر اوپر لایا جا رہا ہے اور بد قسمتی سے بھرتیوں کے لئے بھی مارکیٹ کے اندر ایک قیمت announce کر دی گئی ہے کہ اتنے پیسوں سے یہ والی سیٹ ملے گی اور اتنے پیسوں سے یہ والی سیٹ ملے گی۔ میں آپ کے توسط سے ہوم سیکرٹری صاحب کے notice میں یہ بات لانا چاہتا ہوں۔۔۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! یہ لابی میں بیٹھے ہوئے کسی آفیسر کو مخاطب نہیں کر سکتے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! مجھے بھٹی صاحب سے اس معاملے میں تھوڑا سا زیادہ پتا ہے۔ میں نے آپ کے توسط سے ان کے notice میں لانے کی بات کی ہے۔ بھٹی صاحب شاید یہ چیز بھول گئے ہیں۔

جناب چیئر مین: بھٹی صاحب! لغاری صاحب کا valid point ہے۔ انہیں بات کرنے دیں۔ جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے کہ ہماری بارڈر ملٹری فورس اور بلوچ لیوی کی فورسز کے لئے خصوصی اقدامات کئے جائیں۔ ان کو جدید سہولیات فراہم کی جائیں، ان کو سواریاں دی جائیں، ان کو اسلحہ دیا جائے اور ان کی ٹریننگ کی جائے۔ ان کی بھرتیوں کو مکمل کیا جائے اور میں اس ایوان سے یہ مطالبہ بھی کروں گا کہ یہ فورس جو کہ تقریباً ایک سو سال سے پہلے بنی تھی اب اس کی نفری کو بڑھایا جائے کیونکہ جس حساب سے آبادی بڑھ رہی ہے اس حساب سے فورس میں بھی اضافہ ہونا چاہئے۔ ہماری یہ فورس تین ساڑھے تین سو کلومیٹر بارڈر کو patrolling کرتی ہے اور یہ ہماری پہلی front line force ہے جو بلوچستان اور NWFP سے آنے والوں کے لئے ہے۔ ہم بار بار دیکھ رہے ہیں کہ وہاں پر بارود پکڑا جا رہا ہے، وہاں پر detonators پکڑے جا رہے ہیں، وہاں پر دہشت گرد پکڑے جا رہے ہیں تو اپنے محدود وسائل کے ساتھ ایک فورس کام کر رہی ہے۔ ان کی تنخواہ بھی بہت کم تھی اور میرے بار بار یہ issue raise کرنے سے ان کی تنخواہ بڑھ گئی۔ اس پر میں حکومت پنجاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ وہاں پر دس روپے گھوڑا الاؤنس آج تک ملتا ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ دس روپے میں آج کوئی کیسے گھوڑا رکھ سکتا ہے اور اس بہاڑی علاقے کی کس طرح patrolling کی جاسکتی ہے اس لئے میں نے آپ کے توسط سے اس ایوان سے، ہوم سیکرٹری صاحب سے یہ گزارش کی تھی کہ بارڈر ملٹری پولیس اور بلوچ لیوی جو کہ پنجاب کی front line forces ہیں ان کو مضبوط کیا جائے۔ ہم سن رہے ہیں کہ scanners آرہے ہیں جو اسلام آباد میں لگائے جائیں گے، راوی کے پل پر لگائیں گے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ ان کو بارڈرز پر لگائیں، ترمن چیک پوسٹ سے جو ٹریفک آ رہی ہے وہاں پر scanners لگائیں۔ لاہور کا دفاع بہت ضروری ہے لیکن لاہور کا دفاع وہاں سے ہی شروع ہوگا۔ اگر کسی چیز کو شروع سے ہی پکڑ لیں گے تو ہمارا لاہور تک نہیں آئے گی جس سے لاہور بھی محفوظ رہے گا۔ ہمیں پورے صوبے کی فکر کرنی ہے۔ اگر لاہور کے دفاع کے لئے ہم لاہور کے اندر ہی scanners لگائیں گے تو کیا ملتان ہمارے لئے اہم نہیں ہے، کیا اٹک ہمارے لئے اہم نہیں ہے، کیا ہم نے اس کا دفاع نہیں کرنا اور کیا ہم نے بہاولپور کا دفاع نہیں کرنا؟ اس لئے پنجاب کے اندر داخلے کے مقامات پر scanners لگائے جائیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ دوسری بات جو مجھے بہت زیادہ کھٹکتی ہے اور میں جس سے بہت irritate ہوتا ہوں وہ یہ بات ہے کہ ہم جہاں پر بھی جاتے ہیں تو ہمارے وزراء صاحبان اور جو VIPs ہیں ان کے لئے آدھ آدھ گھنٹہ، گھنٹہ گھنٹہ ٹریفک بند کر کے پچاس پچاس گاڑیوں کے

cavalcade میں آتے ہیں جس سے سب لوگوں کے لئے انتہائی دشواری ہوتی ہے اور ان میں سے زیادہ لوگ ان dignitaries کے لئے کچھ اچھے الفاظ استعمال نہیں کرتے جو یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم دس گاڑیوں کے convoy کے ساتھ جا رہے ہیں تو ہمارا رعب پڑتا ہے یا آج ہمارے ساتھ بارہ پندرہ گاڑیاں ہیں۔

جناب چیئر مین! ایک دن اخبار میں ایک فہرست چھپی کہ ایلینٹ فورس کی گاڑیاں کس کس کو ملی ہوئی ہیں تو مہربانی کر کے اسے ختم کیا جائے۔ میرے خیال میں 90 فیصد ایلینٹ فورس VIP ڈیوٹی کے لئے لگی ہوئی ہے۔ آپ VIP ڈیوٹی کے لئے کوئی سپیشل فورس بنا دیں اور ایلینٹ فورس کو اپنا کام کرنے دیا جائے۔

جناب چیئر مین! ہم کس قسم کے culture کی طرف جا رہے ہیں کہ جہاں پر عوام اور حکمران کے درمیان خلیج بڑھ رہی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہم چھوٹے تھے تو یہاں مال روڈ کے دونوں طرف کھڑے ہو کر ہم جھنڈیاں لہراتے تھے اور نعرے لگاتے تھے کہ پاک چین دوستی زندہ باد۔ میں ایوب خان اور انڈیا کے وزیر اعظم کی ایک پرانی تصویر دیکھ رہا تھا کہ وہ open convertable کے اندر اسی لاہور کی سڑکوں سے گزر رہے ہوتے تھے۔ اس وقت عوام اور حکمران کے درمیان رابطہ تھا۔ اب بد قسمتی سے ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ عوام کو حکمرانوں سے دھکے دے کر دور کیا جا رہا ہے اور انہیں قریب ہی نہیں آنے دیا جا رہا۔

جناب چیئر مین: لغاری صاحب! آپ کے points وزیر صاحب note کر رہے ہیں۔ آپ نے بڑی relevant باتیں کی ہیں۔ اب آپ اپنی بات کو wind up کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جی، میں اپنی بات کو wind up کرتا ہوں۔

جناب چیئر مین! میری پھوٹی سی گزارش ہے کہ ڈیرہ غازی خان اور راجن پور کے اضلاع میں front line forces پر خصوصی توجہ دی جائے۔ یہ دہشتگردی کے خلاف مہم میں سب سے آگے ہیں۔ ان لوگوں کی تنخواہیں بہتر کی جائیں، ان کو ٹریننگ دی جائے اور ان کو اسلحہ دیا جائے۔

سردار شیر علی خان گورچانی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، گورچانی صاحب!

سردار شیر علی خان گورچانی: جناب سپیکر! میرے بڑے بھائی قابل احترام سردار محسن خان لغاری صاحب نے بارڈر ملٹری پولیس کے حوالے سے بات کی ہے۔ میں اس کمیٹی کا ممبر ہوں۔

جناب چیئر مین: گورچانی صاحب! آپ لغاری صاحب کو بات مکمل کر لینے دیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب چیئر مین! شیر علی خان میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ میں ان کو قواعد کا تھوڑا سا بتا دوں کہ انہوں نے میری بات کا جواب نہیں دینا۔ میری بات کا جواب متعلقہ وزیر نے دینا ہے۔ مجھے interrupt کر کے، میری بات کو روک کر جواب دینا طریق کار اور روایات کے مطابق نہیں ہے۔

جناب چیئر مین: آپ دونوں بھائی ہیں، باقی ہاؤس بھی چاہتا ہے کہ آپ ان کو بھی اپنا بھائی بنا لیں۔

سردار شیر علی خان گورچانی: جناب چیئر مین! میں سردار صاحب کی معلومات کے لئے کہنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک کمیٹی بارڈر ملٹری پولیس کے حوالے سے بنائی ہے۔ میرا تعلق بھی اسی علاقے سے ہے، انہیں بہتر پتا ہے۔ میں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب گورنمنٹ کی کوئی بات تو اچھی مانی ہے۔ بارڈر ملٹری پولیس 1904 میں بنی تھی۔ پہلی دفعہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ان لوگوں کی تنخواہیں double کی ہیں۔ میں وزیر اعلیٰ صاحب کا بھی شکر گزار ہوں۔ اس کے علاوہ میں دوسری گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے گورچانی قبائل میں ایک ایک تھانے کے لئے 80/80 اکر روپے کی وزیر اعلیٰ صاحب نے approval دی ہے۔ وہاں پر کام شروع ہو گئے ہیں۔

جناب چیئر مین: آپ باقی بات اپنے وقت پر کر لیجئے گا۔ جناب شیر علی خان صاحب!

جناب شیر علی خان: شکریہ۔ جناب چیئر مین! سب سے پہلے ہمیں جو غیر سرکاری ارکان کی کارروائی کا کاغذ دیا گیا تھا اس میں لکھا ہے۔۔۔

جناب چیئر مین: چونکہ ہاؤس کا وقت پورا ہو چکا ہے لہذا ہاؤس کا وقت مزید ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔ میرے خیال میں جتنے بھی مقرر ہیں ان سے درخواست ہے کہ وہ تین تین منٹ کے لئے بات کر لیں۔ جناب شیر علی خان: جناب چیئر مین! کم از کم پانچ منٹ تو دیں۔ لاء اینڈ آرڈر پر بحث کرنی ہے، تین منٹ میں کیسے ہو پائے گی؟

جناب چیئر مین: جی، بات کریں۔

جناب شیر علی خان: جناب چیئرمین! غیر سرکاری کارروائی کا جو کاغذ دیا گیا ہے اس میں لکھا ہے کہ امن وامان پر بحث جبکہ انگریزی والی سائڈ پر لکھا ہوا ہے کہ general discussion of law and order تو میرے ناقص علم کے مطابق law کا مطلب قانون ہوتا ہے اور order کا مطلب حکم ہوتا ہے، اسی طرح امن کا مطلب انگریزی میں peace ہوتا ہے اور امن کا مطلب protection ہوتا ہے، ان کا آپس میں تو کوئی connection بنتا نہیں ہے لہذا میں لاء اینڈ آرڈر کی بات یہاں سے شروع کروں گا کہ پنجاب میں law بنانے کا سب سے بڑا ادارہ پنجاب اسمبلی ہے اور پنجاب اسمبلی ہی پنجاب کی حکومت بناتی ہے۔ ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہو گا کہ قوانین میں جو جرمانے انگریز نے اپنے زمانے میں بنائے تھے، کیا اس پنجاب اسمبلی نے ان کو rationalize کیا؟ میں دو چار تجاویز دوں گا اور irrelevant چیزوں کی نشاندہی نہیں کروں گا۔ میری اس میں تجویز یہ ہے کہ جرمانوں کو سونے کی price index یا CPI جو حکومت ہر سال جاری کرتی ہے اس سے منسلک کر دیا جائے تاکہ آنے والے وقتوں میں with inflation خود ہی بڑھتے رہیں۔ جب قانون بن جاتا ہے تو وہ قانون جتنا بھی بُرا ہو اس پر عمل کرنا حکومت وقت کا کام ہے۔ جو بھی قانون نافذ ہوتا ہے اس کے تحت اگر کوئی جرم سرزد ہو جائے تو Judiciary کا کام ہے کہ سزا دے۔ اس تمام process میں اگر قانون بنانے میں، حکومت کے عمل کرنے میں اور Judiciary اس کے تحت فیصلے کرنے میں ناکام رہے تو میرے خیال میں اس سے لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال پیدا ہوتی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ موجودہ تقاضوں اور 21st century کی requirement کے مطابق قوانین میں ترامیم کی جائیں اور نئے قوانین کی اگر ضرورت ہو تو وہ قوانین بنائے جائیں۔ ہم قانون سازی میں بہت زیادہ lack کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ لوگ قانون کو سنجیدگی سے لیتے ہی نہیں ہیں کہ کوئی بات نہیں پانچ سو روپے دے دیں گے اور جان چھوٹ جائے گی۔ لہذا یہ رویہ تب ہی ٹھیک ہو سکتا ہے جب قوانین صحیح اور سخت ہوں۔

قانون پر عمل کرنے کے لئے ہم سب سے زیادہ انحصار پولیس پر کرتے ہیں۔ میں یہاں پر یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ پولیس کو اپنا رویہ بدلنا ہو گا۔ اگر پولیس کو عوام کی حمایت کی ضرورت ہے تو پرانا تھانہ کلچر بدلنا ہو گا، یہ نہ ہو کہ آدمی تھانے ڈرتے ہوئے جائے۔ اگر عوام کا تعاون پولیس کو حاصل نہ ہو تو اس موجودہ صورت حال پر پولیس قابو نہیں پاسکے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ اُس پولیس والے کی حالت زار پر بھی نظر رکھی جائے کہ جب آپ اور میں سنگھ کی نیند سو رہے ہوتے ہیں تو پولیس والا جو رات کو گشت کر رہا ہوتا ہے اُسی کو آپ صبح کسی عدالت کے برآمدے میں پائیں گے

کہ وہ ملزمان کا چالان یا ریمانڈ لینے گیا ہو گا۔ وہی پولیس والا وہاں سے واپس آ کر دوپہر کو نئے crimes کی reporting کرتا ہے، شام کو تفتیش کرتا ہے اور پھر رات کو دوبارہ گشت شروع کر دیتا ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ جس طرح پٹرولنگ پولیس اور موٹروے پولیس والوں کے working hours مقرر کئے گئے ہیں اسی طرح پنجاب پولیس کے بھی working hours مقرر کئے جائیں اور ان کے لئے مناسب رہائش کا بھی بندوبست کیا جائے۔ ہم پنجاب کے آخری bordering area ضلع انک سے تعلق رکھتے ہیں وہاں پر تھانوں میں جب ایس ایچ او کی posting ہوتی ہے تو وہ سب سے پہلے رہائش ڈھونڈنا شروع کر دیتا ہے۔

جناب چیئر مین: شیر علی صاحب! Please wind up! کریں۔

جناب شیر علی خان: جناب چیئر مین! میں صرف ایک point گوش گزار کر کے ختم کروں گا کہ جب تک ان کو مناسب رہائش، میڈیکل کی سہولیات اور باقی تمام سہولیات نہیں دی جاتیں تب تک ان سے مناسب توقع نہیں رکھی جاسکتی۔ پولیس والوں کے رویوں کو تبدیل کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ حکومت کی طرف سے جو پولیس کی shortfalls ہیں وہ بھی پوری کرنی چاہئیں۔ ہمارے نئے تھانے بنادیئے جاتے ہیں جیسے نیو اسلام آباد ایئر پورٹ تھانہ بنا ہے جو ضلع انک میں آتا ہے، اس کی کوئی بلڈنگ ہی نہیں ہے اور میں نے کسی سے مانگ کر انہیں بلڈنگ لے کر دی ہے۔ پچھلے سال بھی میں نے امن وامان پر گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایک تھانے کی بلڈنگ ہی نہیں ہے اور ان بے چاروں کو پتہ ہی نہیں ہے کہ ہم نے کہاں جانا ہے؟ اُس تھانے کے تحت تین دیہات ڈال دیئے گئے ہیں اور لوگوں کو تین تھانوں میں سے گزر کر اُس تھانہ میں جانا پڑتا ہے۔

جناب چیئر مین: بہت شکریہ۔ رانا محمد افضل خان!

راجہ شوکت عزیز بھٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، فرمائیں!

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب چیئر مین! جس دن یہ سلسلہ discontinue ہوا تھا اُس دن لسٹ میں شیر علی خان صاحب کے بعد میرا نمبر تھا جس کا مجھے بتایا بھی گیا تھا۔ آج میرے خیال میں print ہونے میں کہیں میرا نام بدل گیا ہے۔

جناب چیئر مین: مجھے جو printed لسٹ ملی ہے میں اس کو انشاء اللہ پور follow کروں گا۔ جی، رانا افضل خان صاحب!

رانا محمد افضل خان: جناب چیئر مین! میں آپ کو اس کرسی پر تشریف آوری پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ وقت کی کمی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں صرف ایک موضوع منشیات پر بات کرنا چاہوں گا۔ میرے علم میں یہ بات ہے کہ پولیس آرڈر 2010 کے لئے بھرپور محنت کی گئی ہے، جس کمیٹی میں مجھے بھی شامل ہونے کا موقع ملا ہے۔ میں وہاں اس موضوع پر شاید پورا اثر انداز نہیں ہو سکا۔ امن و امان پر تقریر کا افتتاح کرتے ہوئے لاء منسٹر صاحب نے کہا کہ 2000 کے قریب قتل کے مقدمات درج ہوئے۔ میں بتاتا ہوں کہ میرے ایک حلقے میں 2000 سے زیادہ لوگ منشیات کے عادی ہو گئے ہیں۔ قتل اور دوسرے جرائم سے کہیں زیادہ اہم جرم منشیات کا ہے۔ میں آپ کے توسط سے وزیر اعلیٰ پنجاب، آئی جی پنجاب اور ہوم سیکرٹری پنجاب کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اس معاملے پر پولیس نے ہاتھ کھڑے کئے ہوئے ہیں۔ پہلے تو چھوٹے ملازمین کہا کرتے تھے کہ ہم ان کو کہاں رکھیں، ان کو جب سے روٹی کھلانی پڑتی ہے، ان کے اڈوں پر ہم جاتے ہیں تو سیاسی پریشر پڑ جاتا ہے، ہمارے پاس اسلحہ نہیں ہے اور اب بڑے افسران نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا ہے۔ اب یہ free for all ہو گیا ہے۔ میرے دل پر یہ بوجھ رہے گا کہ میں اس طرح کے ایک واقعہ کا ذکر نہ کروں اور اس موقع پر مجھے بڑی خوشی ہوتی کہ آج سینئر منسٹر راجہ ریاض صاحب یہاں تشریف فرما ہوتے۔ واقعہ یہ ہے کہ میرا ایک کزن جو سب انسپکٹر پولیس تھا، 44 سال اُس کی عمر تھی، اُس کو call آئی کہ منشیات کے اڈے پر فائرنگ ہو رہی ہے۔ وہ call پر جب وہاں پہنچا تو وہاں شہید ہو گیا۔ جب اُس کی dead body کو ہسپتال شفٹ کیا گیا تو اُس کی جیب کاٹ لی گئی اور اس کے بعد اُس کے قاتلوں نے راجہ ریاض صاحب کے پاس پناہ لے لی اور مجھے پولیس کے افسران نے بتایا کہ وہ پیش کر دانا چاہتے ہیں۔ پھر اس قاتل، اس ملزم، اس منشیات کے اڈے کو چلانے والے کو تھانہ غلام محمد آباد میں پیش کیا گیا اور پولیس کے حوالے کیا گیا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ اتنے طاقتور ہو چکے ہیں کہ یہ ہماری صفوں میں داخل ہو چکے ہیں اور اس حوالے سے میں تجویز دینا چاہوں گا کہ ہمیں چھوٹا سا سیل بنانا پڑے گا۔ ایک ایس پی سول کپڑوں میں ہو، دو تین ٹیم کے ممبران ہوں جو کہ خفیہ طریقے سے تحقیقات کرتے رہیں اور موجودہ تھانوں کو ہی استعمال کریں۔ ہمیں قانون میں تبدیلی بھی لانی ہوگی۔ جب سے خواتین کی گرفتاری کے قانون میں نرمی لائی گئی ہے آج اس کام میں فرنٹ وین ہیں اور پولیس ان کو ہاتھ نہیں ڈالتی۔ اس معاملے میں

جن گھرانوں کے بچے منشیات کے عادی ہو چکے ہیں، یہاں پر دکھ کے ساتھ اگر میں یہ نہ بتاؤں تو میرا بوجھ ہلکا نہیں ہو گا اور آپ بھی جانتے ہیں کہ میرے بہت بڑے کاروباری دوست کا بچہ منشیات کا عادی ہو گیا۔ میں نے اس شخص کو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے دیکھا کہ یا اللہ یا مجھے اٹھالے یا میرے بچے کو اٹھالے۔ آج وہ دونوں فوت ہو گئے ہیں۔ یہ جو زہر قاتل ہمارے معاشرے میں پھیلتی جا رہی ہے۔ پیپائٹس سے کم لوگ مر رہے ہیں، ہارٹ اٹیک سے کم لوگ مر رہے ہیں، روڈ ایکسیڈنٹ سے کم لوگ مر رہے ہیں، منشیات کے ذریعے گھروں کے گھرتا ہورہے ہیں اور اس پر کچھ بھی نہیں ہو رہا ہے۔

جناب چیئر مین: رانا صاحب! ایک منٹ میں wind up کریں۔

رانا محمد افضل خان: جناب! میں نے آپ سے ایک ہی پوائنٹ کا ذکر کیا تھا اور اسی پر میں اپنی تجویز کو مکمل کرتا ہوں۔ جہاں میں نے کہا کہ ایک چھوٹا سا سیل بنا دیا جائے اور اس کے ساتھ یہ supply and demand ہے۔ سپلائی سائڈ کی طرف انٹی نارکوٹکس فورس جو کہ مرکزی حکومت کی ہے ان کا اور پنجاب پولیس کا کوئی کوآرڈینیشن نہیں ہے۔ آپ نے خود نوٹس لیا ہو گا کہ فیصل آباد موٹر وے کا جہاں گیٹ کھلتا ہے وہاں انٹی نارکوٹکس فورس کے تین چار سپاہی سوائے بھتا اکٹھا کرنے کے آپ کے شرفیصل آباد میں کچھ نہیں کرتے۔ منشیات آج گلی گلی فروخت ہو رہی ہے، میں حلقے میں جایا کرتا تھا تو لوگ مجھ سے development کی بات کرتے تھے، لوگ مجھ سے کسی اور معاملے پر بات کرتے تھے، آج وہ ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں کہ ہماری ہر گلی کے موٹر پر منشیات فروخت ہو رہی ہے جناب ایم پی اے صاحب! آپ کچھ کریں۔ اس بات کو ختم کرتے ہوئے ایک آخری بات اسمبلی کے حوالے سے کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے آج سے ڈیڑھ سال پہلے ایک سوال دیا جس کے جواب میں کہا گیا کہ میرے حلقے میں کوئی narcotic den نہیں ہے کیونکہ اگر فیصل آباد کا آرپی او یہ جواب دے کہ وہاں narcotic dens ہیں تو پھر سوال یہ اٹھتا ہے کہ ان کے لئے آپ نے کیا کیا؟ اس کا یہ جواب آیا کہ وہاں narcotic dens ہی نہیں ہیں۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ کئی برسوں تک لوگ کہتے تھے کہ دنیا میں چین ہی نہیں ہے اور آج دنیا میں چین، فورس بن کر سامنے آگیا۔ آج نارکوٹکس ہمارے ملک کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ بہت شکریہ

جناب چیئر مین: رائے محمد شاہ جہان۔ میں حسن مرتضیٰ صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ محترمہ رفعت سلطانہ ڈار صاحبہ جو کہ واک آؤٹ کر گئی ہیں ان کو مناکر لائیں۔ جی، رائے صاحب!

رائے محمد شاہجہاں خان: شکریہ۔ جناب چیئرمین! امن و امان کے حوالے سے آج ہم جس نازک دور سے گزر رہے ہیں پوری قوم کو دہشت گردی کا سامنا ہے۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی پولیس فورس کے نوجوانوں کو خراج تحسین بھی پیش کریں، ان کا حوصلہ بھی بڑھائیں۔ مسائل اپنی جگہ ہیں، مشکلات اپنی جگہ ہیں بہر حال ہمارے جوانوں نے بہت بڑی جنگ لڑی ہے اور اپنی جانوں کا نذرانہ دیا ہے۔ آج ہم جتنے محفوظ ہیں اس میں بے شک ہمارے صوبہ کی پولیس کا بڑا عمل دخل ہے۔ بہت ساری گزارشات ہمارے بھائیوں نے کی ہیں۔ سب سے پہلے تو ہمیں اپنی پولیس کو uplift کرنا چاہئے۔ ان کے تھانے اچھے بننے چاہئیں، ان کی رہائشیں اچھی ہونی چاہئیں، ان کے لئے ہاؤسنگ کالونیاں بننی چاہئیں اور ان کے risk allowance میں جو اضافہ کیا گیا ہے وہ بھی قابل ستائش ہے۔

جناب والا! میرے علاقہ تھانہ لنڈیاں والا کا یہ حال ہے کہ وہاں پر رہنے کے لئے کوئی جگہ ہی نہیں ہے، سپاہیوں کے رہنے کے لئے، ان کی رات بسر کرنے کے لئے جو کوارٹرز ہیں وہاں پر چوہے دوڑ رہے ہیں۔ تھانہ صدر جڑانوالہ کی عمارت تو نئی بن گئی ہے مگر وہاں پر چوکیاں موجود ہیں اور نہ ہی کوئی عملہ لگایا گیا ہے۔ ہمارے ڈی ایس پی صاحب نے ہمیں اسلحے کی کمی کا بھی کہا ہے کہ وہاں پر اسلحہ کی بہت کمی ہے۔

جناب والا! جڑانوالہ میں سب سے زیادہ عذاب جو ہم بھگت رہے ہیں وہ یہ ہے کہ House robberies میں بے حد اضافہ ہو گیا ہے اور اس کی وجہ میں یہ سمجھتا ہوں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ پولیس کے افسران کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ اپنی مرضی سے ایس ایچ اوز تعینات کریں، وہ اپنی مرضی سے انوسٹی گیشن کا عملہ تعینات کریں۔ مگر آج ہم جس نازک دور سے گزر رہے ہیں، دہشت گردوں کا مقصد ہماری affiliations اور governance کم کرنا اور ان پر عدم اعتماد کے اظہار کو بڑھانا ہے۔ یہی کام اس آڑ میں ہو رہا ہے کہ جتنے آفیسرز تعینات کئے جاتے ہیں ان میں ایم پی اے صاحبان، عوامی نمائندوں کی رائے نہیں لی جاتی جس کے نتیجے میں تھانہ کلچر develop ہو رہا ہے اور جس کا انحصار tourism پر ہے۔ جب ہم اپنے متعلقہ افسران سے پوچھتے ہیں تو اتنا گوارا بھی نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر جڑانوالہ میں دن دہاڑے ڈکیتی ہوئی اور دو آدمی مارے گئے، عوام الناس کا ایک mob باہر نکلا اور انہوں نے ہسپتال میں توڑ پھوڑ کی۔ پولیس اس وقت عاجز تھی کہ اس mob کو کنٹرول کرے۔ وہاں کے عوامی نمائندے جن میں ہمارے ایم این اے صاحبان اور متعلقہ ایم پی اے صاحبان وہاں پر گئے اور ہم نے اس mob کو settle کیا۔ اس بچے کا پوسٹ مارٹم ہوا اور ابھی تک اس کے پورے ملزمان

گرفتار نہیں ہو سکے۔ ہم پر یہ جو مصیبت اتر آئی ہے کہ ہمارے گھروں کے اندر گھس کر جو house robberies شروع ہو گئی ہیں۔ میں نے پچھلی دفعہ امن وامان کی بحث کے دوران بھی یہ کہا تھا کہ یہ اوڈکینگز ہیں جنہوں نے نہ صرف ہمارے علاقوں کے اندر بلکہ پورے پنجاب کے اندر گینگ بنایا ہوا ہے اور انہوں نے بہت شریف آدمیوں کو لوٹا ہے اور جڑاوالہ میں بھی ایسی واردات ہوئی ہے۔ ہمارے ارد گرد کے تھانوں میں بھی میں نے دیکھی ہے۔

جناب چیئر مین: رائے صاحب! اپنی بات کو wind up کریں۔

رائے محمد شاہ جہاں خان: جناب والا! میں ایک منٹ میں conclude کر رہا ہوں۔ یہ بڑے organized gangs ہیں۔ آپ کے توسط سے میں آئی جی پنجاب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان کے پیچھے جو بڑے افسران ہیں، جو قبضہ مافیا کی پشت پناہی کرتے ہیں، جو پولیس افسران ذاتی دشمنی میں ملوث ہیں وہ ان کو back up کرتے ہیں ایسے افسران کو screen out کیا جائے، جڑاوالہ اور پنجاب میں بھی اس بلا سے نجات دلانی جائے۔ شکریہ

جناب چیئر مین: اب سید حسن مرتضیٰ کی باری ہے لیکن میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ یہ وقت اپنی بہن محترمہ ڈار صاحبہ کو دے دیں۔ جی، محترمہ ڈار صاحبہ! (نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: شکریہ۔ جناب چیئر مین! میں سب سے پہلے حسن مرتضیٰ کی شکر گزار ہوں کہ یہ آڑے وقت میں کام آئے۔ (تقمیہ)

آپ کو مبارکباد پیش کرتی ہوں اور آپ کو خراج تحسین بھی پیش کرتی ہوں کیونکہ بڑی دیر کے بعد فیصل آباد آپ کی صورت میں یہاں چیئر پر جلوہ افروز ہوا۔ میں اپنا رونا تو رو سکتی ہوں اور عوام کے لئے تو آپ لوگوں نے ہماری زبان بند کروادی ہے۔ ہم جو بولنا چاہتے ہیں، ہمیں پوائنٹ آف آرڈر نہیں دیا جاتا، ہمیں یہاں پر بات نہیں کرنے دی جاتی، عوام کی عکاسی نہیں کرنے دی جاتی۔ میں آج اپنی بات ہاؤس کے سامنے رکھتی ہوں اور میرے ساتھ پورا انصاف کیا جائے۔ ایک ماہ پہلے میرے بیٹے کی دکان پر ڈکیتی ہوئی، ایس ایچ او، ڈی ایس پی اور ڈی آئی جی نے مجھ سے فون پر بات کی اور کہا کہ trace کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس سے ایک سال پہلے بھی ڈکیتی ہوئی اور کہنے لگے کہ کوشش کریں گے۔ مجھے یہ بتایا جائے کہ یہ کس قسم کی کوشش ہے جو سالہا سال ہی چلتی رہتی ہے۔ کوشش کا لفظ ان کی زبان سے بالکل ختم کروادیا جائے۔ یہ تو جھوٹے دلا سے دینے والی بات ہے۔ مجھے بتایا جائے کہ میں

کہاں جاؤں اور کس سے فریاد کروں؟ یہ پولیس والے کیا ہر ایم پی اے کو سمگلر سمجھتے ہیں کہ ہماری بات ہی نہیں سنی جاتی۔ ڈکیتی پر ڈکیتی ہو رہی ہے انہوں نے ہمیں بالکل کنگال کر دیا ہے۔

جناب چیئرمین: آئی جی صاحب یہاں پر تشریف فرما ہیں وہ آپ کی بات کانٹس لیں گے۔ جی، سید حسن مرتضیٰ صاحب!

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب والا! میری بات ابھی تک ختم نہیں ہوئی، ابھی میری ایک بات رہتی ہے سوائے آپ کے، سوائے اس ایوان کے، سوائے جناب سپیکر کے، سوائے وزیر اعلیٰ اور سوائے سینئر وزیر کے میرا حال سنا تو میرے ساتھ یہ گلیاں رو پڑیں۔ آپ نے کیا ہمارا حال سننا ہے، آپ نے ہمیں بٹھا دیا ہے تو میں بیٹھ جاتی ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: سید حسن مرتضیٰ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہماری بہن رفعت سلطانہ ڈار صاحبہ ابھی کہہ رہی تھیں کہ ان کے ہاں ڈکیتی ہوئی اور میں کہاں جاؤں اور میرا کون پرسان حال ہے تو میں ان کی نذر ایک شعر کرتا ہوں کہ:

میں کس کے ہاتھوں پہ اپنا لو تلاش کروں
سارے شہر نے پہن رکھے ہیں دستانے

جناب چیئرمین! آج جس موضوع پر مجھے بات کرنے کا موقع ملا ہے وہ نہایت اہم موضوع ہے اور میں یہاں سب سے پہلے پنجاب پولیس کے ان جوانوں اور افسروں کو سلام پیش کرتا ہوں جنہوں نے ہمارے امن کو بچانے اور ہمارے بچوں کے مستقبل کو محفوظ بنانے کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ میں یہاں پر ان اچھے افسران کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جنہوں نے ہمارے مسائل کے حل کے لئے وقت بھی دیا اور گرمیوں کی تپتی دوپہر ہو یا سردیوں کے تیج بستہ دن وہ اپنے دفاتر کے باہر برآمدوں میں کھڑے عوام کے مسائل سن رہے ہوتے ہیں، وہ بھی قابل تعریف ہیں۔ میں ان کالی بھیرٹوں کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے ہمارے اس معاشرے کو بری طرح لوٹا ہے اور ہمارے مسائل میں کمی کی بجائے ایک مظلوم کی دادرسی نہ کر کے ان کے مسائل میں اضافہ کیا ہے۔

جناب چیئرمین! امن و امان کا مسئلہ پولیس کی ذمہ داری ضرور ہے لیکن حکومت کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کیونکہ کوئی بھی آدمی ماں کی گود سے بُرا پیدا نہیں ہوتا۔ اسی معاشرے میں اور انہی حالات میں رہ کر ان کے اثرات اس پر مرتب ہوتے ہیں تو وہ برائی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ہماری حکومت یا ہم سے پہلی حکومت نے امن و امان کو بہتر بنانے کے لئے پولیس کی نفری میں اضافہ ضرور کیا، پولیس کو جدید اسلحہ بھی دیا ہوگا، انہیں گاڑیاں بھی دی ہوں گی اور ہر قسم کے وسائل سے انہیں لیس کیا ہوگا لیکن یہاں ضرورت ایجوکیشن کی تھی کیونکہ آپ ہماری شرح خواندگی دیکھیں کہ وہ کیا ہے؟ اگر ہمارے معاشرے میں ایجوکیشن آجاتی تو شاید لوگ برائی کی طرف مائل نہ ہوتے۔ آج پڑھائی سے فارغ ہو کر نوجوان نسل منشیات اور ڈکیتوں کی طرف جا رہی ہے تو اگر ان کے پاس ٹیکنیکل ایجوکیشن ہوتی اور کوئی ہنر ہوتا تو وہ اپنی دکان چلا سکتے، کوئی کارخانہ چلا سکتے یا کہیں مزدوری کر کے اپنا بیٹ پال سکتے لیکن ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ ہمارے طبقاتی نظام تعلیم کے حامل یہ کالج اور سکول شاید بیوروکریٹ پیدا کرنے کے لئے بنے ہیں۔ یہ titanium ہماری طرح ہیں جنہوں نے ٹائٹل پر بیٹھ کر پڑھنا ہے ان کا طبقہ اور ہے جس سے محرومیاں پیدا ہوتی ہیں۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! آپ کا وقت پورا ہو گیا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین! ٹھیک ہے میں بیٹھ جاتا ہوں۔

جناب چیئرمین: محترمہ آصفہ فاروقی صاحبہ!

محترمہ آصفہ فاروقی: شکریہ۔ جناب سپیکر! مجھے خوشی ہوئی ہے کہ آج امن و امان کی صورت حال پر بھی کچھ یہاں اظہار خیال کروں۔ جب سے ہمارے محنتی، ایماندار، قابل آئی جی پنجاب طارق سلیم ڈوگر پنجاب میں تعینات کئے گئے ہیں تو میں سمجھتی ہوں کہ معاشرے میں بہت سدھار آئی ہے۔ میرا علاقہ ضلع جھنگ جو کہ دہشت گردی اور جرائم میں سب سے آگے تھا۔ طارق سلیم ڈوگر صاحب نے آئی جی کا عہدہ سنبھالنے ہی انہیں ایسی نکیل ڈال دی جیسے جانور کو پکڑ کر سیدھے راستے پر چلایا جاتا ہے۔ میں مشکور ہوں وزیر اعلیٰ پنجاب کی کہ انہوں نے ایک ایسے ایماندار شخص کو آئی جی پنجاب بنایا جسے پورا صوبہ ماننا اور تسلیم کرتا ہے کہ واقعی ایک صحیح شخص کو ایک صحیح عہدے پر تعینات کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! دہشت گردی، چوریاں اور ڈاکے جب سے انسان پیدا ہوا ہے اور جب سے آدم اور حوا علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں اس وقت سے یہ قتل و غارت ہو رہی ہے اور ایک اکیلا آئی جی یا سیکرٹری پولیس کچھ نہیں کر سکتی بلکہ ہمیں مل کر اس معاشرے کو سدھارنا ہے پھر ہی یہ معاشرہ اچھا ثابت ہو

سکتا ہے۔ مجھے خوشی ہے اور میں آئی جی صاحب کی مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنا عمدہ سنبھالتے ہی 1122 کی سہولت ہمارے ضلع جھنگ کو بھی دی جس سے وہاں پر دن رات پولیس پھرتی ہے تاکہ کوئی جرائم پیشہ طبقہ اور گینگ اس علاقے میں واردات نہ کر سکے۔

جناب چیئر مین! جہاں تک جرائم کا تعلق ہے تو عوام کو اگر ہم صحیح شعور اور تعلیم نہیں دیں گے تو یہ معاشرہ کبھی نہیں سدھر سکتا۔ جب تک اس معاشرے میں امیر اور غریب کا فرق قائم رہے گا یہاں چوریاں بھی ہوں گی، ڈاکے بھی پڑیں گے اور قتل و غارت کا بازار بھی گرم ہوگا۔ شیخ سعدیؒ کا فرمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی علاقے، ملک یا کسی خطے پر مہربان ہوتا ہے تو اسے ایک اچھا حکمران دے دیتا ہے تو ہم خوش نصیب ہیں کہ پنجاب میں ہمیں ایک اچھے حکمران نے ایک اچھا آئی جی پنجاب دیا ہے۔۔۔

جناب چیئر مین: ایک دو لفظوں میں اپنی بات مکمل کر لیں۔

محترمہ آصفہ فاروقی: جناب چیئر مین! میں یہی کہنا چاہتی تھی کہ یہاں ہمارے امن و امان کی صورت حال بہتر ہو رہی ہے۔ شکریہ

جناب چیئر مین: نظراقبال ناگرہ صاحب!

چودھری نظراقبال ناگرہ: شکریہ۔ جناب چیئر مین! میں آج اس ایوان میں آئی جی صاحب کی موجودگی میں فیصل آباد کے مسئلہ پر چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے تمام افسران CPO فیصل آباد، پبلے RPO فیصل آباد تھے، تمام ایس پی صاحبان کہتے ہیں کہ ہم میرٹ پر کام کرتے ہیں اور میرا حلقہ پی پی۔64 فیصل آباد، جس طرح محترم رانا افضل صاحب نے بتایا ہے کہ چک نمبر 217 اچکیرہ اور چک نمبر 100 کراڑی والا میں چوبیس گھنٹے کھلے عام منشیات فروخت ہوتی ہے۔ میں نے اس بارے میں CPO صاحب اور RPO صاحب سے بھی کہا لیکن اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا اس لئے آئی جی صاحب اس حوالے سے ابھی کمیٹی بنا کر بھیج دیں تاکہ وہ دیکھ سکے۔

جناب چیئر مین! میں آپ کے حلقہ میں بستی عیسائیاں کی بھی نشاندہی کرتا ہوں کہ جہاں پر سرعام منشیات فروخت ہوتی ہے اور پتا نہیں کہ آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ نہیں؟ ہوتی ہے کہ نہیں؟ میں یہ گزارش کروں گا کہ منشیات فروخت ہوتی ہے اور میڈیکل سٹوروں پر ہوتی ہے۔ ایک نشے کا syrup ہے جو تمام میڈیکل سٹوروں پر سرعام فروخت ہو رہا ہے۔ ہمارے labours وہاں جا کر شیشی لیتے ہیں، ان کو وہیں پانی فراہم کیا جاتا ہے وہ اس کو پی کر اپنے کاروبار پر آجاتے ہیں۔ یہ کیسے

میرٹ پرافسر ہیں جو کنٹرول نہیں کرتے؟ میرے حلقے میں آئی جی صاحب نے ایک ڈی ایس پی قیصر مشتاق کو shoulder promotion دے کر لگایا ہے۔ جب ہم سی پی او صاحب کو جا کر کہتے ہیں کہ یہ اچھا فسر ہے اس کو میرٹ پر لگادیں تو کہتے ہیں کہ نہیں۔ ڈی ایس پی صاحب نے اس کو کنٹرول کرنا ہے، ان کی proposal آئی ہے کہ اس چوک پر یہ انچارج لگے گا۔ میں نے کہا کہ آپ جس مرضی کو میرٹ پر لگائیں لیکن منشیات تو بند کروائیں۔ میں آئی جی صاحب سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اگر آپ افسران کے ماتحتوں کا نام صیغہ راز میں رکھیں تو میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ ہر افسر چوکی انچارج سے 20 ہزار روپے ماہانہ لیتا ہے اور میں یہ ثابت کر سکتا ہوں۔

جناب چیئر مین: میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس سلسلہ میں آئی جی صاحب سے لیکلے میں میٹنگ کر لیں اور آج اگر لاء اینڈ آرڈر پر بات کرنی ہے تو ضرور کریں۔

جناب ظفر اقبال ناگرہ: جناب چیئر مین! لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ بھی آپ نے دیکھا ہے کہ فیصل آباد میں سرعام ڈکیتی ہو رہی ہے اور کوئی افسر موقع پر نہیں پہنچتا۔ میری یہ درخواست ہے کہ سی پی او فیصل آباد کو ہدایت کریں کہ میرے علاقے میں خاص طور پر آپ کے علاقے میں جو منشیات سرعام فروخت ہو رہی ہے خدارا! اس کو بند کروایا جائے۔

جناب چیئر مین: بہت شکریہ۔ جناب رانا تنویر احمد ناصر!

رانا تنویر احمد ناصر: شکریہ۔ جناب سپیکر! کسی بھی صوبہ میں امن و امان کی صورت حال اگر بہتر ہوگی تو پھر وہ صوبہ ترقی کرے گا اور پنجاب کے بارے میں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ اس میں امن و امان کی صورت حال اگرچہ عاجل نہیں ہے لیکن عاجل کے قریب تر ہے۔ ہم کسی بھی سوسائٹی کو crime free society نہیں کہہ سکتے لیکن ہمارا ملک جو under developing country ہے اس میں تو یہ صورت حال پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ اگر crime کم ہو جائے یا اس میں کچھ حد تک کمی ہو جائے تو یقیناً وہ صورت حال آئیڈیل ہوگی۔ میں پنجاب کی بات کر رہا ہوں کہ یہاں صورت حال بہت بہتر ہے تو اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب ہمارے چیف منسٹر صاحب دورہ ترکی پر گئے تو وہاں سے پنجاب میں سرمایہ کاری کے لئے انہوں نے بہت زیادہ معاہدہ جات کئے جو اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ پنجاب کی صورت حال بہتر ہے۔ ایک بات ہم سنتے چلے آئے ہیں کہ تبدیلی اوپر سے آنی چاہئے پھر لوگ follow کرتے ہیں۔ میں چیف منسٹر صاحب کو یقیناً اس کا credit دیتا ہوں کہ انہوں نے جو اپنی ٹیم select کی ہے اس میں آئی جی پنجاب اور چیف سیکرٹری پنجاب شامل ہیں وہ تبدیلی لے کر آ رہے ہیں۔ جن کا ثبوت ان کے

offices، سیکرٹریٹ اور باقی DPOs, DCOs ہیں جن کی میرٹ پر تعیناتی کی جا رہی ہے۔ احتساب کا کلچر promote ہو رہا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ ملٹری ڈکٹیٹر جن کو بڑا مباحہ ملتا ہے وہ اور ان کے حواری اتنا گند ڈال جاتے ہیں کہ سول گورنمنٹ کو وہ گند صاف کرتے کرتے ان کا پورا tenure گزر جاتا ہے اس لئے اگر کسی بھی سول حکومت کو پورا tenure مل جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ملٹری ڈکٹیٹر اور ان کے حواریوں کا گند صاف کر دیں گے۔ ہمارے اس دور حکومت میں جس طرح میرٹ پر پولیس کانسٹیبل کی بھرتیاں ہو رہی ہیں وہ یقیناً ایک plus point ہے۔ سابق دور حکومت میں پولیس کانسٹیبلوں کو جتنے بھی لوے، لنگڑے، کانے، پیلے تھے ان کو بھرتی کر دیا گیا تھا جو یقیناً میرٹ کی خلاف ورزی تھی۔ میں ایک بات آئی جی صاحب کو ضرور کہنا چاہوں گا کہ جب corrupt پولیس اہلکاران کو سزا ہو جاتی ہے تو وہ کسی نہ کسی سٹیج پر manage کر کے بحال ہو جاتے ہیں اس process پر کڑی نظر رکھی جانی چاہئے۔ کسی زمانے میں یہ ہوتا تھا کہ دفعہ 302 کا مقدمہ جب چالان ہو جاتا تھا تو اس کی پیروی متعلقہ ایس ایچ او یا آئی او کرتا تھا لیکن اب یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اگر اس کو بھی دوبارہ review کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ منشیات کے مقدمہ میں بڑے بڑے مگر مچھوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے لوگوں پر 200,100 گرام منشیات ڈال دی جاتی ہے اس کلچر کا بھی قلع قمع ہونا چاہئے۔ ایک بات جو بطور وکیل میرے knowledge میں بھی ہے کہ پولیس آفیسر جب مسل تیار کرتے ہیں تو ان کو prescribed form نہیں ملتا اور جب بھی انہیں وقت ملتا ہے جس طرف سے بھی زیادہ کرپشن ملتی ہے تو وہ اس ضمنی کو نکال دیتے ہیں اور نئی ضمنیاں لگا دیتے ہیں۔ بہت پہلے یہ رواج تھا کہ چوبیس گھنٹوں میں ضمنی ایس پی آفس میں پہنچنا ہوتی تھی لیکن اب یہ practice نہ رہی ہے۔ پولیس آفیسر اور متعلقہ DPOs کو پابند کیا جائے کہ وہ ماتحتوں کو کہیں کہ prescribed form پر ضمنیاں لکھیں اور چوبیس گھنٹوں میں اس کی کاپی پہنچنی چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کچھ معاملات پر آئی جی صاحب کو review کرنا چاہئے جن میں اعلیٰ پولیس افسران کی اپنی ہوم ڈسٹرکٹ میں تعیناتیاں ہیں جس میں گورنوالہ اور لاہور کے بارے میں کافی شکایات ہیں۔ لاہور کے بارے میں یہ کہا جا رہا ہے، کچھ میرے عزیز بھی ہیں کہ یہاں کے اعلیٰ افسران اپنے ناظم بھائی کی support کرنے کے لئے جھوٹے مقدمات کرواتے ہیں اور بعد میں صلح کروالیتے ہیں تو اس کا قلع قمع ہونا چاہئے۔ ہمارے جیل منسٹر کو بھی یہی شکایات ہیں۔ جیسا کہ ہمارے خطہ میں دہشت گردی کا سلسلہ چل پڑا ہے اور ہمارا ہمسایہ

ملک جو ہمارے ملک کو تسلیم بھی نہیں کر رہا ہے اور ہر وقت نقصان پہنچانے کے درپے ہوتا ہے۔ اس کے باوجود صورت حال بہتر ہے تو اس کا credit میاں محمد شہباز شریف اور ان کی ٹیم کو جاتا ہے۔
جناب چیئر مین: آپ اپنی بات کو wind up کریں۔

رانا تنویر احمد ناصر: جناب چیئر مین! میں conclude اس بات پر کروں گا کہ جس طرح دہشت گردی میں پولیس جوان جس عزم سے جدوجہد کر رہے ہیں اور جس طرح انہوں نے شہادتیں دی ہیں میں ان کو اور ان کے افسران کو salute پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئر مین: ملک جلال دین ڈھکو!

ملک جلال دین ڈھکو: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئر مین! آج امن عامہ پر بحث کا جو موضوع ہے یہ اہم ترین موضوع ہے اور اس موضوع پر ہمیشہ اس ایوان میں بحثیں ہوتی رہی ہیں۔ آج آپ کو اس پر کھانا ٹائم دینا چاہئے تھا لیکن آپ نے ٹائم کم مقرر کیا ہے۔ اس کے لئے پورا ایک دن ہونا چاہئے تھا لیکن ہم اسی پر اتنا کرتے ہیں۔ جہاں تک امن عامہ کا مسئلہ ہے تو ہر حکومت کا اولین فرض ہے کہ اپنے صوبہ اور اپنے ملک میں امن قائم کرے کیونکہ جس ملک میں، جس صوبہ میں اور جس گھر میں امن نہیں ہو گا وہ قطعی طور پر نہیں چل سکے گا۔ اس ضمن میں چونکہ ٹائم کمی کے پیش نظر مجھے دو تین گزارشات ضرور پیش کرنی ہیں۔ یہ مسئلہ ایسا ہے میں تو پنجاب کے بارے میں ہی بات کر سکتا ہوں۔ یہاں پر میرے بعض دوستوں نے بڑی باتیں کی ہیں لیکن میرے ذہن میں دو باتیں ہیں۔ ایک پولیس کا مسئلہ اور دوسرا انصاف کا مسئلہ ہے۔ جس ملک میں انصاف نہیں ہو گا، جس ملک میں بلا امتیاز انصاف نہیں ملے گا اور جس ملک میں انصاف دیر سے ملے گا وہ بھی ناانصافی کے مترادف ہے، وہاں پر امن نہیں رہ سکے گا۔ میں پولیس کے حوالے سے یہ گزارش کروں گا کہ صوبہ پنجاب میں، میں 1985 سے اس اسمبلی میں آ رہا ہوں مجھے اس کا تلخ تجربہ ہے۔ میں ایک مثال دیتا ہوں کہ 1994 میں میرے حلقے میں ایک واقعہ ہوا۔ ایک صوبیدار فوج میں تھا وہ گھر سے دور کوئٹہ میں تعینات تھا اس کا بیٹا قتل ہو گیا۔ جب وہ گھر واپس آیا تو قتل کا پرچہ درج نہ ہوا، ڈاکٹر نے بھی اسے اتفاقیہ موت قرار دے دیا اور پولیس نے بھی پرچہ درج نہ کیا۔ وہ بے چارہ بڑا دوڑا، بڑا بھاگا، وہ ایس پی صاحب کے پاس، ڈی ایس پی صاحب کے پاس اور ایس ایچ او صاحب کے پاس گیا لیکن اس کا مقدمہ درج نہ ہوا تو اس نے خود انصاف حاصل کیا، خود بدلہ لیا بندوق اٹھائی اور ایک گھنٹے میں اس نے دوسرے گھر کے بارہ آدمی جو قاتل تھے ان بارہ آدمیوں کو قتل کر دیا تو یہ بھی ایک وقت تھا، میں 1994 کی بات کر رہا ہوں لیکن

آج میری یہ ذاتی رائے اور تجربہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس سے کہیں بہتر ماحول ہے، آج بندرت چیف منسٹر پنجاب اور آئی جی پنجاب کی کوششوں سے کرپشن میں کمی آئی ہے میرا یہ اپنا خیال ہے جہاں پر ڈکیتی اور وارداتیں ہوتی تھیں یا پھر ملزم دندناتے پھرتے تھے آج وہ وقت بھی نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے پنجاب کے جو سربراہ ہیں۔۔۔

جناب چیئر مین: ڈھکو صاحب! میرے پاس لسٹ بہت لمبی ہے۔ آپ اپنی بات کو مہربانی کر کے wind up کریں۔

ملک جلال الدین ڈھکو: جناب چیئر مین! میں نے تو پہلے ہی بات کی تھی کہ یہ امن عامہ کا جو مسئلہ ہے آپ نے اس کو چھیننا نہیں تھا یا اگر چھیرا ہے تو پھر بات مکمل کرنے دیں۔ یہ دو منٹ میں حل نہیں ہوگا یا پھر کھل کر باتیں سن لیں یا پھر بات کرنے ہی نہ دیں۔ میں تو لمبی بات کرنا چاہتا تھا لیکن حالات کے پیش نظر اور وقت کی کمی کی وجہ سے خود کم کر رہا ہوں۔ میں نے یہ دو باتیں کھل کر ضرور کرنی ہیں اور آپ کے سامنے رکھنی ہیں کہ عدالتیں اور پولیس ڈیپارٹمنٹ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان وقتوں سے بہت بہتر ہیں جب میں پچھلے ادوار سے ان کا موازنہ کرتا ہوں تو آج جو پنجاب میں سربراہ میاں محمد شہباز شریف ہیں ان کے دل میں بھی درد ہے اور جتنا وہ سوچ رہے ہیں کہ کرپشن کس طرح ختم کی جائے، پنجاب کے اندر کس طرح امن قائم کیا جائے، پنجاب کے اندر ڈکیتوں، چوریوں اور بد معاشی کو کس طرح روکا جائے۔ یہ وہ تجویزیں بنا رہے ہیں، ان پر کام کر رہے ہیں، رات کو ساری رات بیٹھتے ہیں، meetings کرتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ کے فضل و کرم سے جب ایک ملک اور صوبے کا سربراہ اور اس کے ساتھ آئی جی پنجاب جو نہایت honest آدمی ہے ان کے ساتھ بیٹھ کر فیصلے ہوں تو انشاء اللہ تعالیٰ بندرتیج آپ کے صوبے سے یہ مسائل آہستہ آہستہ کم ہو جائیں اور اس کے لئے وقت چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا چراغ نہیں کہ راتوں رات سب کچھ ختم ہو جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئر مین! اللہ کے فضل و کرم سے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا اور میں ایک بات انصاف کے بارے میں کرنا چاہتا ہوں۔ جب عدالتیں آپ کے ملک کے اندر اور صوبے کے اندر بلا امتیاز انصاف دیں گی، کرپشن ختم ہوگی اور سب سے پہلے کرپشن ختم ہونی چاہئے جو کہ محکمہ پولیس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان معاملات میں قدرے کمی آئی ہے، جب عدالتوں سے بلا امتیاز،

بغیر سفارش اور بغیر پیسے کے امیر اور غریب کو انصاف میسر ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہاں امن قائم ہوگا۔ آپ نے بات تو کرنے نہیں دینی اس لئے میں بیٹھ جاتا ہوں۔

جناب چیئر مین: محترمہ سیمیل کامران صاحبہ!

محترمہ ثمنینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب چیئر مین: جی، محترمہ بات کریں۔

محترمہ ثمنینہ خاور حیات: جناب چیئر مین! میں بحیثیت اپوزیشن ممبر کے جناب طارق سلیم ڈوگر صاحب کی یہ تعریف کرنا چاہوں گی اس لئے نہیں کہ یہ اس وقت یہاں پر بیٹھے ہیں تو اس میں یہ بات نہیں ہوگی لیکن جو appreciate کرنے کا معاملہ ہے تو اس میں یہ جس مقام پر پہنچے ہیں تو صحیح بندے کو صحیح مقام پر بٹھایا گیا ہے۔ لہذا میں بطور اپوزیشن ممبر اس بات کی تائید کرتی ہوں اور اس کو appreciate کرتی ہوں اور دوسری بات میں یہ کہنا چاہوں گی کہ ہر جگہ پر اپوزیشن کی بات کو مخالفت برائے مخالفت نہیں کہیں گے اور یہ تعریف نہیں اگر میرا ممبر بھائی یہ سمجھے گا کہ یہ تعریف ہے تو میں اس کو بھی define کر سکتی ہوں۔ بے شک میں اپوزیشن میں ہوں لیکن صحیح بندے کو صحیح جگہ پر لگایا گیا ہے اور میں تمہ دل سے پنجاب حکومت کو appreciate کرتی ہوں کہ اچھے بندے کو اچھی جگہ بٹھایا گیا ہے۔

جناب چیئر مین: محترمہ سیمیل کامران صاحبہ!

محترمہ سیمیل کامران: شکریہ۔ جناب چیئر مین! آج law and order پر بات ہو رہی ہے تو میں آپ سے expect کرتی ہوں کہ چونکہ آپ نے جلال دین صاحب کو اتنا زیادہ ٹائم دیا ہے اگر مجھے پہلے ہی پتا ہوتا کہ بزرگی کا اتنا زیادہ advantage ہے تو میں اپنے بال سفید کر کے آجاتی لیکن آج میں آپ سے expect کروں گی کہ آپ مجھے میرا پورا ٹائم دیں گے۔

جناب چیئر مین: دیکھیں! اس کے لئے آپ کو عمر گزارنی پڑے گی اور یہ آپ کے لئے ممکن نہیں ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، اعجاز صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: جناب چیئر مین! مجھے court call تھی، I went to court اور میں وہاں سے واپس آیا ہوں۔ میں نے سپیکر صاحب سے یہ کہا کہ میری turn ذرا آرڈر میں اوپر لے جائیں تاکہ میں یہ کام بھی کر سکوں جو کہ ایک بنیادی ذمہ داری ہے اس کے علاوہ میں court کو بھی دیکھ لوں لیکن انہوں نے کہا کہ جو لسٹ کا آرڈر ہے۔ That should be followed. محترمہ سیمیل کامران صاحبہ نے درمیان میں۔۔۔

جناب چیئر مین: دیکھیں! آپ ہاؤس کا وقت ضائع کر رہے ہیں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب چیئر مین! اونچا بولنے سے موقف میں strength نہیں آتی اور ان کو آخر میں چاہے بیس منٹ دے دیں ہم سنیں گے لیکن in between کریں گے تو discrimination ہوگی اس کے لئے ہم سارے ممبران غم و غصہ کا اظہار بھی کریں گے اور ہم floor پر اپنا protest ریکارڈ بھی کروائیں گے۔

جناب چیئر مین: خان صاحب! جو میرے پاس لسٹ چھپی ہوئی ہے ان کا نام اس میں تیرھویں نمبر اور آپ کا نام چوہیسویں نمبر پر ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب چیئر مین! ٹھیک ہے۔

محترمہ سیمیل کامران: جناب چیئر مین! آپ نے ایک honourable member کو پوائنٹ آف آرڈر پر floor دیا اور میں آپ کی Chair کے احترام میں بیٹھ گئی تھی اور اگر اس Chair کا احترام کرنا غلط ہے تو پھر میں اپنے بھائی سے کہوں گی کہ واک آؤٹ کر جائیں۔

جناب چیئر مین: نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔

محترمہ سیمیل کامران: جناب چیئر مین! لاء اینڈ آرڈر پر آج بحث ہو رہی ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت اہم issue ہے اس پر اگر لاء منسٹر صاحب یہاں تشریف رکھتے تو بہت ہی اچھا ہوتا لیکن ہر خواہش پوری نہیں ہوتی۔

جناب والا! law and order جو ہے یہ pre-requisite ہے اس بات سے کہ جب تک امن قائم نہیں ہوگا تو وہ معاشرہ مذہب ہو سکتا ہے جس کا یہ ثبوت ہم دیکھتے ہیں، اس میں امن قائم ہو سکتا ہے، تعلیم کا نظام بہتر ہو سکتا ہے اور نہ ہی روزگار کے مواقع پیدا ہو سکتے ہیں۔ امن و امان یعنی لاء اینڈ آرڈر اور جو ہمارے صوبے میں situation develop ہوئی ہے وہ کچھ یوں ہے کہ جو law

کا پاسبان ہے یعنی ہمارے honourable Law Minister وہ قانون کی دھجیاں بکھیرتے اور بیریز توڑ دیتے ہیں لیکن وہ شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ اس بیریز کی زد میں کوئی معصوم جان بھی آسکتی ہے یا ان کی اپنی جان جو ہمارے لئے بھی بہت قیمتی ہے وہ بھی اس میں جاسکتی ہے۔ آرڈر کی پاسداری کرنا جس کی ذمہ داری ہے اس کا اپنا یہ حال ہے کہ وہ اپنی تیز رفتار گاڑی کی زد میں ایک نئے شہری (ر) کرنل اکرم صاحب کو شدید زخمی کر دیتے ہیں اور وہ ان کو attend کئے بغیر، ان کو ہسپتال تک پہنچائے بغیر جو ایک مسلمان اور بطور انسان کی پہلی ذمہ داری ہے وہ وہاں سے چلے جاتے ہیں اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے (ر) کرنل اکرم صاحب خالق حقیقی سے جا ملتے ہیں۔

جناب چیئرمین! ہم نے یہی سنا ہے اور قانون کی کتاب میں پڑھا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب اس معزز ایوان کو جواب دہ ہوتے ہیں مگر یہاں پر حال یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب اپنے آپ کو خود صوبہ بدر کر دیتے ہیں جب صدر پاکستان، یہاں پر تشریف لاتے ہیں اور وہ کبھی گوارا نہیں کرتے ہیں کہ اس معزز ایوان کی زینت بنیں۔ ابھی یہاں پر بہت سی باتیں ہو رہی ہیں اور میں ایک چھوٹی سی گزارش کرنا چاہوں گی کہ یہ وہ صوبہ ہے جس کا یہ claim کر رہے ہیں کہ All is not well. شیخوپورہ میں Ruling Party ایک ریلی نکالتی ہے جس میں G-3 ٹائپ کے مسعود اسلحے کی نمائش کی جاتی ہے۔ وہ ریلی بندوقوں کی چھاؤں میں اس طرح سے آگے بڑھتی ہے کہ جیسے یہ کوئی سیاسی ریلی نہیں ہے بلکہ شیخوپورہ کو فتح کرنے کے لئے کوئی لشکر جا رہا ہے۔ اسی گورنمنٹ کی ناک کے نیچے ہوم ڈیپارٹمنٹ کے نام پر جعلی اسلحہ لائسنس issue ہو رہے ہیں۔ کیا یہ good governance کے دعوے دار ہیں، ان کے پاس اتنا نام ہے کہ یہ اس کو dig out کریں کہ آیا محکمہ کا کوئی عملہ اس میں involve ہے یا کوئی ایسا گروہ ہے جو اس کام میں ملوث ہے؟

جناب سپیکر! بحیثیت ایک عورت میں یہ کہنا چاہوں گی کہ یہاں پر ابھی شازیہ کے لئے قرارداد لائی گئی تو کیا ہم قراردادوں پر ہی چلتے رہیں گے، ہم عملی اقدامات نہیں کر سکتے؟ اپوزیشن نے جب اس اسمبلی میں گھریلو ملازمین کے تحفظ کے لئے ایک بل جمع کروایا تو اس کو سرد خانے میں ڈال دیا گیا۔ آج بھی عورت نہ صرف اس معزز ایوان میں بلکہ اس ایوان سے باہر بھی ظلم اور بے بسی کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ کبھی عزت کے نام پر تیزاب پھینک کر اور کبھی غیرت کے نام پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ کبھی وہ ایک شوہر کے جبر اور ظلم کا شکار ہو جاتی ہے، اس حوا کی بیٹی کو انصاف کب ملے گا؟ اگر ہم اس Legislative Assembly میں بیٹھے ہیں اس معزز ہاؤس کے ممبر ہو کر یہاں سے due

respect نہیں لے سکتے تو باہر کی وہ عورت جو ظلم کا شکار ہو رہی ہے اس کے تحفظ کے لئے کیا بات کریں گے؟ کل چودھری ظہیر الدین صاحب نے ٹیپوٹر کاں والا کا ایک Call Attention Notice move کیا تھا۔ اس میں آپ یہ دیکھ لیں کہ ہماری حکومت اتنی بے بس ہے کہ ائیر پورٹ جو کہ صوبہ پنجاب کے شہر لاہور میں واقع ہے اس کی security کو ensure کرنا صرف Airport Security Forces کی responsibility نہیں ہے۔ اگر کوئی بھی اسلحہ لے کر وہاں پر فائرنگ کر سکتا ہے تو وہاں پر کوئی بہت بڑا حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔ ہماری بے بسی کا آپ یہ اندازہ لگا لیجئے کہ جہاں پر بڑی good governance ہے اور انصاف کی فراہمی ہو رہی ہے وہاں اپوزیشن لیڈر کے business premises میں ان کے بزنس مینجر کا murder ہوتا ہے۔ لاء منسٹر صاحب on the floor of the House یہ assure کرتے ہیں کہ پندرہ دن کے اندر اندر وہ مجرم پکڑا جائے گا لیکن وہ کہاں پکڑا گیا، وہ کہاں ہے؟ وہ وہیں دندناتا پھر رہا ہے۔ مجھ سے دن دہاڑے میرا پرس snatch کر لیا جاتا ہے۔ تھانے میں اس کی رپٹ کھوائی جاتی ہے اس کے باوجود کیا ہوا آج تک؟ کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ ہم اگر یہ claim کریں کہ لاء اینڈ آرڈر بہت بہتر ہو گیا ہے تو بالکل نہیں ہوا کیونکہ اس وقت یہ گورنمنٹ کی priority ہی نہیں ہے۔

جناب چیئر مین: آپ ایک منٹ میں اپنی بات مکمل کریں۔

محترمہ سیممل کامران: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتی ہوں کہ پولیس فورس کو اس کا کام کر لینے دیا جائے۔ یہاں پر بد قسمتی یہ ہے کہ ہماری پوری کی پوری فورس وزراء، خادم اعلیٰ، ان کے سلطان اعلیٰ اور خادم ادنیٰ ان سب کے پروٹوکول پر ڈیوٹیاں دے رہی ہے۔ اگر وہ چند خاندانوں کے پروٹوکول پر ڈیوٹیاں کرے گی تو پنجاب کے کروڑوں عوام کی حفاظت کون کرے گا؟ Prosecution Department اس لئے بنایا گیا تھا کہ وہ عدالتوں کو strengthen کرے لیکن انہوں نے صرف اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کے چکر میں آکر اس ڈیپارٹمنٹ کو ختم کر دیا اور عدالتوں کو نہتہ کر دیا۔ اگر یہی کچھ چلتا رہا اور لاء اینڈ آرڈر پر توجہ نہ دی گئی تو میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ان کی حکومت رہے گی اور نہ ہی یہ اپنے مفادات کا تحفظ کر سکیں گے۔

MR. CHAIRMAN: Thank you so much.

MS. SEEMAL KAMRAN: Thank you.

جناب چیئر مین: رانا منور غوث صاحب!۔۔۔ تشریف فرما نہیں ہیں۔ میاں نصیر احمد صاحب!۔۔۔ تشریف فرما نہیں ہیں۔ جناب محمد یار ہراج صاحب!۔۔۔ تشریف فرما نہیں ہیں۔ ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!۔۔۔ تشریف فرما نہیں ہیں۔ جناب عبدالرزاق ڈھلوں صاحب!

چودھری ندیم خادم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی۔

چودھری ندیم خادم: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آج کا دن لاء اینڈ آرڈر کی بحث کے لئے رکھا گیا ہے۔ جس ممبر نے بھی بحث کرنی ہے ممبرانی فرما کر ان کو یہ کہہ دیں کہ لاء اینڈ آرڈر کی بحث سے متعلق اگر کوئی بات ہے تو وہ کریں۔ یہ نہیں کہ کبھی وزیر قانون صاحب پر کچھ اُچھالا جا رہا ہے، کبھی جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ صدر پاکستان آئے ہیں اور وہ صوبہ بدر ہو گئے ہیں اس کا لاء اینڈ آرڈر کی situation کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ یہ خود تو پہلے start کر لیتے ہیں، یہ پہلے خود ہماری طرف پتھر پھینکتے ہیں اور بعد میں ہم سے توقع کرتے ہیں کہ ہم ان کی طرف پھول پھینکیں۔ ماحول یہ پہلے خود خراب کرتے ہیں پھر اس کی ذمہ داری ہم پر ڈال دیتے ہیں۔

جناب چیئر مین: آپ تشریف رکھیں۔ میری فاضل ممبران سے یہ گزارش ہے کہ لاء اینڈ آرڈر پر relevant بات کریں۔ ادھر ادھر کی بات کوئی نہ کرے۔ میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ متعین وقت کا بھی خیال رکھا جائے۔ جی، جناب عبدالرزاق ڈھلوں صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جناب سپیکر! میں اس میٹنگ میں موجود تھا جس میں قائد پنجاب نے پولیس کی تنخواہوں میں اضافہ کیا اور اس پر تجاویز سنیں۔ ہمارا وٹن یہ تھا کہ ان تنخواہوں کے بڑھنے کے بعد پولیس کی کارکردگی میں بہتری آئے گی مگر میں انتہائی افسوس کے ساتھ یہ بات کر رہا ہوں کہ ہم نے جس وٹن کے تحت تنخواہوں میں اضافہ کیا تھا اس کا رزلٹ ہمیں نہیں مل سکا۔ میں بالکل میرٹ پر بات کروں گا کہ تنخواہوں میں ابھی بھی کچھ کٹاؤں ہیں، تنخواہوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، تنخواہ کچھ میں بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ پولیس آج بھی لوگوں کی جیبوں سے پیسے نکالنے کے چکر میں ہے۔ اس کے لئے ہمیں کوئی بہتر لائحہ عمل بنانا ہو گا اور پولیس کے تمام تنخواہ داروں کو اکٹھا کر کے ان کو دو تین دن کا

پر وگرام دیں۔ ان کو بتائیں کہ عوام کی خدمت کے لئے، اس صوبے کی، ملک کی بہتری کے لئے آپ کیا کر سکتے ہیں۔ میں اپنے سرگودھا شہر کی بات کرتا ہوں کہ آج بھی ہمارے شہر میں وہ لوگ موجود ہیں جو بندوں کو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اتنا بھتہ پہنچ جانا چاہئے اور وہ مل رہا ہے۔ آج بھی وہ لوگ موجود ہیں۔ جس طرح بھینسیں چوری ہوتی ہیں اور اس کے بعد بیس بیس، تیس تیس ہزار روپے دے کر واپس ہو رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات تنقید کے لئے نہیں بلکہ ہماری بہتری کے لئے ہے۔ ہم نے سچ کو کہنا ہے، ہم نے حقیقت کو کہنا ہے۔ یہ بات میں آپ کے سامنے کیسے کہوں؟ مجھے شرم آ رہی ہے کہ جس گھر میں، میں رہتا ہوں۔۔۔

جناب چیئر مین: آپ کو یاد ہے کہ آپ پارلیمانی سیکرٹری بھی ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں): جی، مجھے یاد ہے۔ میں اس بات کی وضاحت کس سے لوں، کس سے پوچھوں؟ کس سے جواب طلب کروں کہ جس گھر میں، میں رہ رہا ہوں اس روڈ پر تقریباً بیس، پچیس ڈکیتیاں ہو چکی ہیں اور street crimes ہو رہے ہیں؟ تین دن پہلے میرے ذاتی ملازم کو مار کر، بے ہوش کر کے پھینک دیا گیا اور اس کا موبائل چھین لیا گیا۔ میں ان چیزوں کا جواب کس سے لوں؟ یہ بات نہیں ہے کہ میں ذمہ دار بندہ ہوں یا میں پارلیمانی سیکرٹری ہوں لیکن اپنوں میں کم از کم یہ باتیں ضرور پہنچانی چاہئیں۔ ہمیں اپنے معاشرے کو ٹھیک کرنے کے لئے کچھ کرنا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ پہلے سے بہتری ہے۔

جناب چیئر مین: آپ wind up کریں پلیز!

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ گورنمنٹ کا حصہ ہیں، یہ حکومت ہیں، یہ کس سے، ظہیر الدین سے شکایت کر رہے ہیں کہ ہمارے مسئلے حل کرو اور یہ کس کو blame کر رہے ہیں؟ انہوں نے خود ٹھیک کرنا ہے۔ یہ خود ٹھیک کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! وہ سچ بول رہے ہیں۔ حکومت کا حصہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سچ کا ساتھ نہ دیں۔

جناب چیئر مین: آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ (چودھری عبدالرزاق ڈھلوں):
ٹھیک ہے۔ آپ نے مجھے یہ یاد دلایا ہے کہ میں پارلیمانی سیکرٹری ہوں تو میں باقی بات کرنے سے بھی
گریز کرتا ہوں۔

جناب چیئر مین: جناب محمد رضوان گل صاحب!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! آپ نے معزز ممبر جو ہمارے
پارلیمانی سیکرٹری ہیں ان کا نام ختم ہونے پر ان کو بٹھایا ہے یا پارلیمانی سیکرٹری ہونے پر بٹھایا ہے؟
جناب چیئر مین: نہیں، نام ختم ہونے پر بٹھایا ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! rules میں لکھا ہوا ہے

کہ Government means Chief Minister, Minister and Parliamentary Secretary.
ایک انہوں نے ایک نئی کھڑکی کھولی ہے، تازہ جھونکا بنے ہیں اور اپنے ضمیر کی آواز پر
لبیک کہا ہے۔ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ یہ بارش کا پہلا قطرہ بنے ہیں۔ اب منسٹرز بھی بات کریں گے کہ
ہمارا کوئی کام نہیں کرتا۔

جناب چیئر مین: دیکھیں! چودھری صاحب بیس سال سے آپ بھی ضمیر کی آواز پر لبیک کہہ رہے
ہیں تو وہ بھی سبھی کہہ رہے ہیں۔ یہ میں بھی جانتا ہوں اور ماشاء اللہ آپ بھی جانتے ہیں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! چودھری ظہیر الدین صاحب کی خواہش پر ایک شعر ہی کہا جا سکتا
ہے۔

جناب چیئر مین: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں؟

جناب اعجاز احمد خان: جی، میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

(اذان عصر)

محترمہ سیمیل کامران: جناب سپیکر! اذان ہو رہی ہے۔

جناب چیئر مین: جی، آپ ٹھہریں اذان ہو رہی ہے چونکہ لسٹ لمبی ہے ہاؤس کا وقت ایک گھنٹہ اور بڑھایا جاتا ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب چیئر مین! چودھری صاحب جو فرما رہے تھے کہ آج بارش کا پہلا قطرہ برس رہے تو اس پر میں یہ عرض کروں گا کہ:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

جناب چیئر مین: خان صاحب! تشریف رکھیں۔ جناب محمد رضوان گل صاحب!

جناب محمد رضوان: جناب والا! میں ایک دو points پر بات کرنا چاہ رہا تھا۔ میری یہ خواہش بھی تھی کہ اگر آئی جی صاحب بھی موجود ہوتے تو زیادہ بہتر تھا۔
معزز اراکین: نماز پڑھنے گئے ہیں۔

جناب محمد رضوان: جناب سپیکر! آج جو حالات ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس امر کی ضرورت ہے کہ ہر شخص کو اپنی اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ تمام اداروں میں اچھے لوگ بھی ہیں اور کالی بھیریں بھی موجود ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پولیس کی ملازمت آسان نہیں ہے، بڑی مشکل job ہے، جس طرح سے political figures ایم پی ایز، ایم این ایز کو چوبیس گھنٹے public service دینا ہوتی ہے اسی طرح پولیس کی بھی چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی ہے۔ میں میاں صاحب کے اس اقدام کو بھی سلام پیش کرتا ہوں کہ یہ بہت ضروری تھا کہ جو ملازمین چوبیس گھنٹے ڈیوٹی دیتے ہیں ان کی مناسب تنخواہ بھی ہونی چاہئے تھی، ان کی تنخواہ میں اضافہ بھی ہونا چاہئے تھا۔ یہ نہیں ہے کہ آج پولیس کی کارکردگی بہتر نہیں ہے۔ آپ دیکھیں محرم میں الحمد للہ پنجاب میں کافی حد تک امن و امان کی صورت حال بہتر رہی۔ پولیس ملازمین نے اس موقع پر بہتر ڈیوٹی سرانجام دی۔ ہمیں تنقید برائے تنقید نہیں کرنی چاہئے۔ ڈھلوں صاحب نے بھی اگر یہاں پر بات کی ہے تو کوئی غلط بات نہیں کی۔ ہوتا یہ ہے کہ اپوزیشن نے تو تنقید ہی کرنا ہوتی ہے۔ کوئی بات اگر درست ہے تو چاہے وہ اپوزیشن کا ممبر ہو یا حکومتی پارٹی سے تعلق ہو اس کو اس کی نشاندہی کرنی چاہئے۔ تقریباً دو سال ہو گئے ہیں جب سے میں دیکھ رہا ہوں اپوزیشن والوں کو تو سوائے تنقید کے کچھ مثبت نظر نہیں آتا۔

جناب چیئر مین: آپ پلیز! موضوع پر بات کریں۔

جناب محمد رضوان: جناب والا! میں پولیس رولز پر تھوڑی سی بات کرنا چاہوں گا۔ روزانہ ہزاروں لوگوں کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے، ان کو نا انصافی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ تحفہ بھی ہمیں سابق حکومت کی طرف سے ملا ہوا ہے۔ (ق) لیگ والوں کا عوام کو دیا ہوا وہ تحفہ ہے جو 2002 کا پولیس آرڈیننس ہے۔۔۔

جناب چیئر مین: آپ ایک منٹ میں اپنی بات wind up کریں۔

جناب محمد رضوان: جناب والا! یہ بڑی ضروری بات ہے۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ سیمیل کامران: جناب والا! نالائق لیگ کی بھی بات کریں۔ (قطع کلامیاں)

جناب محمد رضوان: میں (ق) لیگ کی بھی بات نہیں کرتا۔ میں اس سے ہٹ جاتا ہوں۔ میں صرف قانون کی بات کرتا ہوں جو آج ہو رہا ہے میں اس کی بات کرتا ہوں۔ پچھلی دفعہ جب لاء اینڈ آرڈر پر بات ہو رہی تھی تو ان کے چیئر صاحب کہنے لگے کہ ان کو اپنے اپنے حلقوں میں اے ایس پی لگوانے چاہئیں اور جب ان کی اپنی حکومت تھی تو انہوں نے اپنے تمام تھانوں میں۔۔۔

جناب چیئر مین: اپنا موبائل بند کر دیں۔

جناب محمد رضوان: اپوزیشن لیڈیز ممبران کی مثال بھی پولیس سے دی جاسکتی ہے کہ اگر۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز خواتین ممبران حزب اختلاف نے احتجاج کیا)

جناب چیئر مین: آرڈر پلیز!۔ آرڈر پلیز۔

جناب محمد رضوان: جناب والا! بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں ایک دو نکات پر بات کرنا چاہ رہا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئر مین: ان کو بات کرنے دیں۔ یہ طریقہ غلط ہے۔

جناب محمد رضوان: یہ ٹیٹس ٹیٹس میری بات کے بعد کر لیں۔

جناب چیئر مین: پلیز آپ انہیں interrupt نہ کریں۔

جناب محمد رضوان: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ ابھی میرے بڑے بھائی لغاری صاحب یہاں پر کہہ رہے تھے کہ Elite Force کی گاڑیاں VIPs کو دی گئی ہیں، گورنمنٹ کے وزیروں کے پاس

ہیں۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ اب بھی 20 گاڑیاں Elite Force کی چودھری صاحبان کے پاس ہیں وہ ہی مہربانی فرما کر واپس کروادیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئر مین: آپ موضوع پر بات کریں۔ یہ بات غلط ہے۔ آپ ایک منٹ میں اپنی بات wind up کریں۔

محترمہ سیمیل کامران: جناب والا! یہ غلط کہہ رہے ہیں۔

جناب چیئر مین: آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب محمد رضوان: جناب والا! میں اب to the point بات کرتا ہوں۔ اب یہ مجھے بات بھی نہیں کرنے دے رہے۔ آئی جی صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں۔ پولیس آرڈیننس 2002 میں ترمیم کرنا بہت ضروری ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئر مین: آپ پلیز انہیں بات کرنے دیں۔ وہ ایک منٹ میں اپنی بات مکمل کر رہے ہیں۔ آپ انہیں بات کرنے دیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب والا! ان کا ایک منٹ مکمل ہی نہیں ہو رہا۔

جناب محمد رضوان: جناب چیئر مین! میں ان issues پر بات کر رہا ہوں جو ان کے بھی فائدے میں ہے۔

جناب چیئر مین: آپ تین لفظوں میں اپنی بات مکمل کریں۔

محترمہ سیمیل کامران: ان کے تین لفظ۔ میاں محمد شہباز شریف!

جناب محمد رضوان: جناب درست ہے لیکن میں نے اپنی بات بھی complete کرنی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جو investigation کا rule ہے اس کو تبدیل ہونا چاہئے۔ ایک غریب آدمی کو، مظلوم کو investigation change کروانے کے لئے دو دفعہ موقع ملنا چاہئے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ ایک بندہ کیس رجسٹرڈ کرواتا ہے۔ ایک اے ایس آئی کا اگر دل کرے تو وہ اس پرچے کو خارج کر کے ضمنی لکھ کر اپنی من مانی کر کے اگلے کا بیڑہ غرق کر سکتا ہے اور اس کو انصاف مہیا نہیں ہوتا۔

جناب چیئر مین: آئی جی صاحب کو آپ کی بات سمجھ میں آگئی ہے۔ رانا محمد ارشد خان۔

جناب محمد رضوان: جناب والا! میری دوسری بات یہ ہے کہ۔۔۔

جناب چیئر مین: رانا محمد ارشد خان!

جناب محمد رضوان: جناب والا! میرے ایک دو points رہ گئے ہیں۔

جناب چیئر مین: آپ بعد میں آئی جی صاحب سے مل لیں۔ رانا محمد ارشد خان!۔۔ تشریف نہیں رکھتے، رائے محمد اسلم خان کھرل!

رائے محمد اسلم خان کھرل: جناب والا! ہمارے معزز رکن جو law and order پر relevant نہیں ہوتے مہربانی فرما کر ان کو آپ زیادہ وقت نہ دیں تاکہ وہ لسٹ مکمل ہو سکے اور جو relevant ہوں ان کو موقع دیا جائے۔

جناب چیئر مین: رائے محمد اسلم خان کھرل!

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئر مین! میری استدعا ہے کہ جو لوگ law and order پر relevant بات نہیں کرتے انہیں زیادہ ٹائم نہ دیں اور جو relevant بات کرتے ہیں انہیں ٹائم دیں تاکہ مقررین کی لسٹ مکمل ہو سکے۔

جناب چیئر مین (خواجہ محمد اسلام): رائے محمد اسلم خان کھرل صاحب!

رائے محمد اسلم خان کھرل: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئر مین! آج ہم لاء اینڈ آرڈر جیسے اہم موضوع پر بحث کر رہے ہیں لیکن ایوان میں جو ممبران کی تعداد ہے اس سے ہی پتا چلتا ہے کہ ان عوامی نمائندوں کی پنجاب میں امن و امان کے بارے میں کتنی دلچسپی ہے؟ آج ہمیں پنجاب میں ایسی قیادت میسر ہے جن کے بارے میں بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ خادم اعلیٰ سب سے بہترین ایڈمنسٹریٹر ہیں اور ان کی نگاہ حقیقت شناس نے آئی جی کے عہدہ کے لئے جس شخص کو منتخب کیا میں انہیں SDPO سے لے کر ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ جب وہ ASP تھے تو بلاشبہ وہ بطور ASP بھی اپنے فرائض نہایت احسن طریقے اور ایمانداری سے سرانجام دیتے تھے اور وہ آج آئی جی پنجاب کی حیثیت سے بھی اپنے فرائض نہایت دیانتداری اور احسن طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں۔ جناب خادم پنجاب نے DPOs اور DCOs کے انٹرویوز کر کے انہیں اضلاع میں تعینات کیا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آج اس دور میں امن و امان کے ایسے حالات نظر نہیں آتے؟ یہ بات تو اپنی جگہ پر بجائے کہ پولیس کے جوان اپنی جانوں کی قربانیاں دے کر دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں اور ہمیں تحفظ فراہم کر رہے ہیں۔ میں ان شہیدوں کی عظمت کو سلام کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جیسے میرے بھائی ڈھلوں صاحب فرما

رہے تھے کہ آج بھی کرپشن کا بازار گرم ہے۔ آپ کے ہی ضلع سے میرے ایک دوست ممبر صوبائی اسمبلی ایک دن یہاں ایک بات سنا رہے تھے کہ وہ اپنے CPO کے پاس گئے اور CPO نے ان سے پوچھا کہ آپ کے تھانے کے کیا حالات ہیں، آپ کے علاقے کے کیا حالات ہیں، وہاں آپ کے کام ہو رہے ہیں تو اس نے بتایا کہ حالات بہت اچھے ہیں، بہت اچھے طریقے سے ہمارے کام ہو رہے ہیں۔ اگر ایف آئی آر درج نہ ہو تو ایس ایچ او کو صرف پانچ ہزار روپیہ دینا پڑتا ہے تو ایف آئی آر درج ہو جاتی ہے۔ اگر وہاں بھی بات نہ بنے تو پھر وہ رقم دگنی کر کے ڈی ایس پی کے پاس چلے جاتے ہیں۔ جب امن وامان کی بات ہو رہی ہے، جب اتنے اچھے ایڈمنسٹریٹر موجود ہیں، وہ شب و روز کوششیں کر رہے ہیں، ان کی اتنی اچھی ٹیم ہے تو پھر رزلٹس بھی ویسے ہی ہونے چاہئیں۔ ہمیں اس بات پر نظر رکھنا ہوگی، ہمیں وہ کالی بھیدیں تلاش کرنا ہوں گی۔۔۔

جناب چیئر مین: آپ اپنی بات مکمل کریں۔

رائے محمد اسلم خان کھرل: ہمیں وہ elements تلاش کرنے ہوں گے جو یہاں ملک میں افراتفری پھیلا رہے ہیں، جن کا یہ ایجنڈا ہے اور وہ تمام اداروں میں موجود ہیں، وہ سیاست دانوں میں بھی ہوں گے، بیوروکریٹس میں بھی ہوں گے۔

جناب چیئر مین: شکر یہ۔ میاں محمد شفیق صاحب!

میاں محمد شفیق آرائیں: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں اس بات سے شروع کروں گا کہ law and order کی situation سب اچھے والی بات نہیں ہے۔ اس میں کوئی ٹنک نہیں اور اس پر دوسری کوئی رائے بھی نہیں ہے کہ اضلاع اور صوبے میں higher ranks پر اچھے لوگوں کی تعیناتی ہوئی ہے لیکن DPO سے نیچے کے جو حالات ہیں وہ آج بھی اسی طرح ہیں جیسے آج سے پچاس سال پہلے تھے۔ ان میں کہیں تبدیلی نظر نہیں آرہی۔ وہاں اسی طرح رشوت کا بازار گرم ہے، آپ تھانوں میں چلے جائیں جس طرح لوگوں کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے، جس طرح لوگوں کے ساتھ سلوک ہوتا ہے میں آپ کو سچی بات کہہ رہا ہوں کہ جس دن مجھے کوئی تھانے کے کام کے لئے کہہ دے تو مجھے 24 گھنٹے بخار رہتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے تھانوں کے حالات بالکل تبدیل نہیں ہو رہے۔ ہمیں اس کلچر کو تبدیل کرنا ہے۔ آپ جتنی مرضی تنخواہیں بڑھالیں، آپ جتنا مرضی ان کو اسلحہ دے لیں لیکن اس وقت تک لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال بہتر نہیں ہو سکتی جب تک عوام اور پولیس کا اچھا liaison نہیں ہوگا اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھا تعلق نہیں ہوگا۔ عوام ہی ہیں جو حالات کی بہتر نشاندہی کر

سکتے ہیں لیکن بد قسمتی ہے کہ پبلک میں سے کوئی آدمی تھانے جانے کے لئے تیار نہیں تو مجھے بتائیں کہ حالات کس طرح بہتر ہو سکتے ہیں؟ میں نے تھانے کے سٹاف اور DSP کے بارے میں آئی جی صاحب سے بات کی کہ خدارا! ہمیں کوئی ASP دے دیں تو آئی جی صاحب کہتے ہیں کہ ASP آپ لوگوں کے لئے نہیں ہیں۔ ہمارے پاس تو پہلے ہی لاہور اور فیصل آباد کے لئے کم ہیں۔۔۔

جناب چیئر مین: میاں صاحب! ایک منٹ میں اپنی بات ختم کریں۔

میاں محمد شفیق آرائیں: جی، میں ایک منٹ میں بات ختم کرتا ہوں۔ میری گزارش ہے کہ تھانے والے سٹاف اور کلچر میں تبدیلی لانی چاہئے، عوام کے لئے friendly ہونا چاہئے اور لوگوں کو عزت ملنی چاہئے۔ میں ایک اور نشانہ ہی کروں گا کہ ہمارے حلقے یا اپنی تحصیل کے لوگ اپنے تھانوں میں سپاہی لگے ہوئے ہیں وہ صبح سے شام تک تو ہمارے پیچھے ہوتے ہیں۔۔۔

جناب چیئر مین: شکریہ

میاں محمد شفیق آرائیں: پلیز، ایک منٹ۔ میں آئی جی صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ انہیں وہاں locally نہ لگایا جائے اور ایک ایسا آرڈر پاس کیا جائے کہ وہ ساتھ والے ضلع میں لگیں تاکہ ہمارے لئے بھی problem نہ ہو اور وہاں کے لوگوں کو بھی شکایات ہوتی ہیں کہ چونکہ وہ locally لوگ ہوتے ہیں اور پولیس کے ساتھ تعاون نہیں کرتے۔ اسی کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئر مین: جناب محمد وارث کلو صاحب!

محترمہ سیمبل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئر مین! کسی کو بھی 3 منٹ سے زیادہ بات نہیں کرنے دی گئی لیکن معزز ممبر نے 3 منٹ 58 سیکنڈ بات کی ہے تو میں with due apology اپنا protest record کرانا چاہتی ہوں اور آپ سے استدعا کرتی ہوں کہ اس کرسی کا تقاضا یہ ہے کہ Chair کو neutral ہونا چاہئے، biased نہیں ہونا چاہئے۔

جناب چیئر مین: جناب وارث کلو صاحب!

ملک محمد وارث کلو: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئر مین! شکریہ۔ سب سے پہلے تو میں یہ بات کروں گا کہ جو ایک فلاحی ریاست کا تصور ہے یہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے مسجد نبوی سے شروع کیا تھا اور اس کے بعد خلفائے راشدین نے اس کی مثالیں قائم کیں۔ اگر اس تناظر میں ہم صحیح معنوں میں آج اپنے ملک میں دیکھیں حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ ایک فلاحی ریاست کی سب

سے پہلی ذمہ داری لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کرنا ہوتی ہے لیکن آج آپ کوئی بھی صوبہ دیکھ لیں، کہیں پر بھی جان و مال کی حفاظت والی ذمہ داری پوری نہیں ہو رہی ہے۔ کوشش ہو رہی ہے لیکن ہم اسے مثالی صورتحال نہیں کہہ سکتے۔ اس حوالے سے عوامل کو دیکھا جائے کہ اس کے عوامل کیا ہیں؟ پولیس کی آپ اس سے زیادہ چارگنا تنخواہیں کر دیں، اس سے بہتر جدید اسلحہ دے دیں، جو مرضی کر لیں لیکن یہ حالات ٹھیک نہیں ہوں گے کیونکہ جب تک root causes ختم نہیں ہوں گی اس وقت تک آپ کی پولیس کچھ نہیں کر سکے گی۔ یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ آپ کینسر کے پھوڑے کو antibiotics سے treat کر رہے ہوں یا pain killer سے اس کو subside کر رہے ہوں۔ اس کی root causes کہیں اور ہیں۔ کسی بھی ریاست کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ امن و امان اور انصاف مہیا کرے۔ انصاف کے بغیر امن و امان قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ کہا گیا ہے کہ "ظلم بھی ہو اور امن بھی ہو، آپ ہی بتاؤ کہ یہ ممکن ہے؟" یہ ممکن ہو ہی نہیں سکتا۔ عرصہ دراز سے ہمارے ملک میں انصاف کا نام نہیں ہے۔ امن و امان تب ہو گا جب آپ انصاف مہیا کریں گے۔ انصاف بھی دو قسم کا ہوتا ہے ایک معاشرتی انصاف اور دوسرا معاشی انصاف ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! آپ تھانہ کلچر کو دیکھیں، عرصہ دراز سے ہم blame game کرتے چلے آ رہے ہیں۔ پہلے والے ہم پر blame دیتے رہے اور ہم ان پر blame کرتے ہیں لیکن یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ آج تک تھانہ کلچر تبدیل ہوا ہے اور نہ ہی ابھی اس کے تبدیل ہونے کے کوئی آثار نظر آ رہے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں re-structuring کرنی پڑے گی۔ ہمیں پورے ایک نظام کو مکمل طور پر تپٹ کرنا پڑے گا تب جا کر کہیں ہم معاشرتی انصاف دے سکیں گے۔ ہمارے رویے pronged ہیں۔ ہمارے ہاں غریب کے لئے انصاف اور ہے جبکہ امیر کے لئے انصاف اور ہے۔

جناب سپیکر! اب میں معاشی انصاف کے حوالے سے عرض کرتا ہوں۔ معاشی انصاف کی یہ حالت ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ دو فیصد اثرا فیہ ہے، یقیناً مانیں کہ اب دو فیصد اثرا فیہ نہیں رہی بلکہ اب one percent اثرا فیہ ہے۔ غیر مساویانہ تقسیم دولت، ارتکاز دولت کا یہ حال ہے کہ ایک فیصد لوگ سارے ملک کے وسائل، ملک کی پوری دولت پر عیاشی کر رہے ہیں اور 99 فیصد لوگ دھکے کھا رہے ہیں۔ ہماری آج کی سوسائٹی کو میں insane society کہتا ہوں۔ جس میں انصاف نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ جب تک آپ اس معاشرے میں انصاف رائج نہیں کریں گے اس وقت تک حالات ٹھیک نہیں ہوں گے۔ ایک غریب آدمی کو چار، پانچ یا چھ ہزار روپے تنخواہ ملتی ہے اور دوسری طرف

14,14 لاکھ روپے لینے والے بیٹھے ہیں، لوگ دولت کو لوٹ رہے ہیں۔ یہ سارا کچھ کیسے ہوتا ہے؟ میں یہ بھی آپ کو بتا دوں کہ ایسا نہیں ہے کہ ان کے مقدر میں یہ سب کچھ لکھ دیا گیا ہے۔ اصل میں ہمارے ہاں ایسا نظام وضع کیا گیا ہے کہ اس میں طاقتور لوگ مختلف طریقے اپنا کر پورے ملک کی دولت چھین لیتے ہیں۔

جناب چیئر مین: کلو صاحب! آپ wind up کر لیں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب چیئر مین! اپوزیشن کے لوگوں نے بھی کہا ہے کہ مجھے چھ منٹ دیئے جائیں۔ لہذا امر بانی کر کے مجھے چھ منٹ دے دیں۔

جناب چیئر مین! ہمارے ہاں جو دہشت گردی ہو رہی ہے یہ ہمارا کوئی internal مسئلہ نہیں ہے۔ آج سے آٹھ، دس سال پہلے ہمارے ہاں ایک نظام وضع کیا گیا تھا اور ہم نے افغان جنگ میں اپنے آپ کو امریکہ کا اتحادی قرار دیا تھا۔ اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ ہماری international policy کو بھی revise کرنے کی ضرورت ہے۔ آج ہماری یہ حالت ہو چکی ہے کہ ہر جگہ بم گر رہے ہیں، ہر جگہ ڈرون حملے ہو رہے ہیں، آج مسلمان دوسرے مسلمان سے لڑ رہا ہے اور پاکستانی دوسرے پاکستانی سے لڑ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مکمل امن و امان اس وقت تک ممکن نہیں ہے اور جب تک کہ آپ اپنی اس foreign policy کو نہیں بدلتے اور جب تک آپ اپنی اس پالیسی کو نہیں بدلیں گے اس وقت تک یہ دہشت گردی بھی ختم نہیں ہو سکے گی۔ اس سلسلے میں میری استدعا ہے کہ اس foreign policy کو revise کیا جائے۔

جناب چیئر مین! دوسری بات میں یہ عرض کروں گا کہ اندرونی طور پر ہمارے ہاں مکمل re-structuring کی ضرورت ہے، re-organization کی ضرورت ہے اور انصاف کی ضرورت ہے۔ جب تک آپ غریب کو انصاف نہیں دیں گے اس وقت تک غریب آپ اور میرے گریبان کو پکڑتا رہے گا، یہ پولیس ہمیں کب تک بچائے گی۔ پولیس اپنی سطح پر پوری کوشش کر رہی ہے لیکن اس سلسلے میں نظام کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک آپ نظام کو تبدیل نہیں کریں گے، طاقتور کو سزا نہیں ملے گی اور صرف غریب کے گلے میں پھندا fitا ہوتا رہے گا تو آپ اس معاشرے اور ملک میں امن و امان قائم نہیں کر سکتے۔ بہت شکریہ

جناب چیئر مین: ڈاکٹر خالد بلوچ صاحب!

جناب خالد امتیاز خان بلوچ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں نہایت ادب کے ساتھ اور آپ کی اجازت سے عرض کروں گا کہ ہمارے آئی۔ جی پنجاب نہایت شریف آدمی ہیں۔ ان کا سابق ریکارڈ سب کو معلوم ہے مگر پولیس کے بارے میں جو unsatisfactory حالات ہیں وہ بھی سب جانتے ہیں۔ اس پولیس کوڈی۔ ایس۔ پی کی سطح تک آج تک کوئی ٹھیک نہیں کر سکا۔ A.S.P. سے اوپر کے level پر تعینات لوگوں پر کچھ اعتماد ہے کیونکہ یہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوتے ہیں اور اچھے طریقے سے manage کر لیتے ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر ایک شکایت تھی جسے میں آئی۔ جی صاحب کے نوٹس میں لایا کہ آپ نے میرے علاقے پی پی۔ 69 فیصل آباد میں ایک ایسے DSP کو appoint کیا ہے کہ جس کو شہر میں highest post پر تعینات بندہ بھی تبدیل نہیں کر سکا۔ اُس وقت وہ factory area رانا صاحب کے حلقے میں تعینات تھا۔ ان لوگوں کے نام میں اس لئے ریکارڈ پر نہیں لانا چاہتا کیونکہ ان کے نام میں نے آئی۔ جی صاحب کو خود لکھ کر دیئے ہیں۔ وہ آدمی murderer تھا اور آپ کے حلقے کا رہنے والا تھا، جس کی conversation اس کے پاس پکڑی گئی ہے۔ اشتیاق کتی اس کا نام تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس نے کچھری بازار میں قتل کئے ہیں۔ وہ ٹیلیفون کر کے لوگوں سے لاکھوں روپے ransom لیتا تھا۔ میاں محمد اکمل D.S.P. سے اس کی conversation ریکارڈ ہوئی ہے۔ higher agencies نے اس کو نوٹ کیا، یہ بات on record ہے۔ اگر یہ بات ثابت نہ ہو تو میں as an M.P.A, as a member of parliament استغفی دے دوں گا۔

جناب چیئرمین: یہ بات آئی۔ جی صاحب نے نوٹ کر لی ہوگی۔ آپ آگے چلیں۔

جناب خالد امتیاز خان بلوچ: جناب والا! میں آخری بات کرنے لگا ہوں۔ میرے کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس وقت اس آدمی کی جو شخص سفارش کرتا تھا میں اس کا نام بھی آئی۔ جی صاحب کو بتا سکتا ہوں۔ ادھر ایوان میں نام نہیں لوں گا کیونکہ میں کسی سے personal نہیں ہونا چاہتا مگر کم از کم جو بات ہمارے پنجاب کے آئی۔ جی صاحب کے نوٹس میں لائی گئی اور آئی۔ جی صاحب نے مجھے یہ بات کہی کہ انشاء اللہ۔ I shall give you the feed back میں نے جس وقت DSP's کو promote کیا ہے تو ان سے خطاب کیا ہے کہ آپ DSP's promote ہوئے ہیں، خدا کے لئے آپ اچھے کام کریں اور ان سے دو دو choices لئے ہیں اور ایک choice کے اوپر انہیں لگا دیا ہے۔ میری صرف یہی بات ہے کہ اگر ایسے لوگ لگتے رہے تو یہ کام چلنے والا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: میاں طارق محمود!۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ ڈاکٹر محمد اشرف چوہان!

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب چیئرمین! یہ بڑا خاص دن ہے کہ law and order پر گفتگو کا موقع مل رہا ہے اور بڑی امید ہے کہ اپوزیشن اپنی باتیں چھوڑ کر ہماری اس گفتگو میں حصہ لے گی۔

جناب چیئرمین! آج کل کے حالات میں پولیس کا کام کافی strand ہے، اس میں day to day crime ہے لیکن اس میں اس وقت سب سے زیادہ عمل دخل عالمی دہشت گردی کا ہے جو پچھلے ڈیکٹیٹر نے پاکستان مسلم لیگ (ق) کے تعاون سے ہمیں تحفہ دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑا مسئلہ پولیس کی طرف سے ہم لوگوں پر ظلم inflicted ہے۔ آج آئی جی صاحب کی اتنی تعریف ہوئی ہے مجھے تو زیادہ تعارف نہیں تھا اب میں بھی اس رو میں کہہ دیتا ہوں کہ ان سے بہتر شخص میں نے زندگی میں نہیں دیکھا لیکن اگر وہ اتنے اچھے ہیں تو ہم ان سے توقع بھی کریں گے کہ وہ deliver بھی کریں کیونکہ post تو آنی جانی ہوتی ہے، یہ تو امانت ہوتی ہے، دو چار سال کے بعد انشاء اللہ یہ بھی retire ہوں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں as politician پولیس سے جتنا سامنا ہوتا ہے اور جتنی پولیس سے ہماری تضحیک ہوتی ہے شاید کسی اور شعبے سے نہیں ہوتی۔ میرا تعلق گوجرانوالہ سے ہے میں جب کبھی وہاں پولیس کے دفتر میں گیا ہوں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ politicians کو rivals سمجھتے ہیں اور یہ ان کی powers میں شاید interfere کرتے ہیں جب کہ ہمارا کام لوگوں کے مسائل کو لے کر ان کو convey کرنا ہوتا ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک کمیٹی بھی تشکیل دی تھی جس میں ایم پی اے اور local SP's کو کہا گیا تھا کہ وہ مل کر کام کریں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ دنیا کی کوئی بھی force آرمی ہو یا پولیس جب تک عوام اور عوامی نمائندوں کا تعاون لے کر ایک ساتھ نہیں چلے گی وہ crime پر کبھی کنٹرول نہیں کر سکتی اور ہم پچیس، تیس ہزار لوگوں کے ووٹ لے کر منتخب ہوئے ہوتے ہیں تو اگر وہ لوگ ہمیں اپنا نمائندہ تسلیم کرتے ہیں تو پولیس ہمیں کیوں اپنا مخالف سمجھتی ہے اور جس شخص کے خلاف پرچہ کروانا ہو تو ایم پی اے اس کی سفارش کر دے تو انشاء اللہ وہ کام ضرور ہو جائے گا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک پولیس اور عوامی نمائندے مل کر کام نہیں کریں گے تب تک law and order کا یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

جناب چیئرمین! میں آخری بات یہ کرنا چاہوں گا کہ civilized world میں پولیس کا ایک role ہے، پولیس کے پاس بے انتہا powers ہوتی ہیں لیکن پولیس کی powers curb کرنے اور پولیس کی powers control میں رکھنے کے لئے وہ powers غلط استعمال نہ ہوں، accountability cells ہوتے ہیں۔ یہاں پر سخت ضرورت ہے کہ پنجاب میں Police

Accountability Commission قائم کیا جائے تاکہ پولیس کے مظالم اور نا انصافیوں کا بھی حساب ہو اور اس کی ذمہ داری عوامی نمائندگان کے پاس ہو اور اس کمیٹی کی recommendations کو seriously لیا جائے تاکہ ان کی accountability کا بھی حساب کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید ہم crimes پر اتنا کنٹرول نہ کر سکیں لیکن ہم یہ Commission قائم کر کے پولیس کے ظلم کو روک سکتے ہیں۔ شکریہ

جناب چیئر مین: چودھری محمد شفیق!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب طاہر محمود ہندلی!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ احمد خان بلوچ!

جناب احمد خان بلوچ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئر مین! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے law and order پر بحث کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اس موضوع پر بحث کے لئے ٹائم تو بہت چاہئے لیکن جس رفتار سے آپ چل رہے ہیں اس پر میں تو ویسے ہی خوف زدہ ہوا بیٹھا ہوں کہ یہاں بات کرنا بہت ہی مشکل ہے کیونکہ میں نے بہت باتیں کرنی تھیں بلکہ رانا صاحب سے request بھی میں نے کی تھی کہ اس پر بحث کے لئے ٹائم بڑھایا جائے۔

جناب چیئر مین! ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کی پوری کوشش ہے کہ پنجاب کا ہر شہری امن اور سکون سے زندگی گزارے اور وہ رات دن اسی کوشش میں ہیں۔ انہوں نے پولیس کی تنخواہیں بھی بڑھائیں، انہوں نے جدید ٹرانسپورٹ بھی مہیا کی اور جدید اسلحہ بھی مہیا کیا لیکن اخلاق اور محبت خرید کرنے والی چیز نہیں تھی ورنہ وزیر اعلیٰ صاحب وہ بھی خرید کر کے پولیس والوں کو دے دیتے۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ پولیس والے کچھ نہیں کر رہے، پولیس والے اس وقت جو قربانیاں دے رہے ہیں اس پر وہ خراج تحسین کے مستحق ہیں۔ آج دہشت گردی ہو رہی ہے وہ شہریوں کی جان کی حفاظت کے لئے خود گولی کھا کر شہید ہو رہے ہیں، DPO شہید ہو رہے ہیں، DIG شہید ہو رہے ہیں، DSP شہید ہو رہے ہیں اس وقت ان کو خراج تحسین نہ دینا یہ بھی ایک کنجوسی ہوگی۔ ہر جگہ میں اچھے برے انسان ہوتے ہیں اس میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اس جگہ کو بدنام کیا ہوا ہے اور وہ جب ڈکیتی کرتے ہوئے پکڑے جاتے ہیں، جب تھانے میں مظلوم عورتیں آتی ہیں ان کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے پکڑے جاتے ہیں، کرپشن کے قصے جب سامنے آتے ہیں تو افسوس ضرور ہوتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس میں شاہی پولیس کا ایک لفظ لگا ہوا ہے جو انگریزوں کا ہے۔ ہمارے وزیر اعلیٰ تو خادم اعلیٰ کہلاتے ہیں لیکن شاہی پولیس کا لفظ کتابوں اور dictionaries میں ہے مہربانی کر کے ان کے

ذہن سے نکالیں کہ شاہی پولیس نہیں بلکہ آپ خادم اور محافظ ہیں۔ رانا ثناء اللہ صاحب میٹھے ہیں میں سب سے زیادہ اس چیز پر زور دوں گا کہ جب سے مشرف کا 2002 کا پولیس ایکٹ آیا ہے اس دن سے غریبوں کو انصاف ملنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

غریب آدمی ان rules سے اتنا پریشان ہے اس میں investigation کے ایک ASI کو اتنا طاقتور بنا دیا گیا ہے کہ جب DPO کے پاس تبدیلی تفتیش کے لئے جاتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے، DIG کے اختیار میں نہیں ہے، تفتیش تبدیل کروانی ہے تو لاہور جا کر ایڈیشنل آئی جی سے ملیں۔ آپ ذرا سوچیں کہ راجن پور، لیہ، رحیم یار خان سے چل کر لوگ ایڈیشنل آئی جی کے پاس صرف اس لئے آتے ہیں کہ ہماری تفتیش تبدیل کر دو لیکن وہ بھی نہیں کر سکتا، افسوس یہ ہے کہ وہ بھی واپس ضلع کے DPO کے پاس بھیجتا ہے وہاں ایک کمیٹی ہوتی ہے اور اس سارے process پر کم از کم تین مہینے لگتے ہیں لیکن ASI جو corrupt ہوتا ہے وہ اپنا کام دکھا چکا ہوتا ہے اگر وہ ناجائز طور پر چالان کرنا چاہتا ہے یا نہیں چھوڑنا چاہتا ہے تو وہ پیسے لے کر ایسا کر چکا ہوتا ہے لیکن یہ تفتیش تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ میں آپ کے توسط سے رانا صاحب اور IG صاحب سے یہ request کروں گا کہ اس rule کو فوری طور پر تبدیل کیا جائے بلکہ ہمارے ڈپٹی سپیکر صاحب موجود ہیں انہوں نے پہلے ہی اجلاس میں ہم سے وعدہ کیا تھا کہ اس سال کے end میں Police rule تبدیل کر دیا جائے گا، میری request ہے کہ اس کو فوری طور پر House میں لایا جائے اور اس rule سے غریب لوگوں کی جان چھڑائی جائے اس کی وجہ سے غریبوں کو انصاف ملنا ناممکن ہو گیا ہے۔ DPO اپنے ضلع میں تفتیش تبدیل نہیں کر سکتا، DIG اپنے under range crime میں کسی غریب اور شریف آدمی کی تفتیش range crime تک نہیں دے سکتا، مہربانی کریں جتنا جلدی ہو سکے اس rule سے جان چھڑائیں۔

جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے کہ تھوڑی سی مہربانی کر کے تین چیزوں پر عمل کر دیں۔ مقامی انسپٹر پر اس کی ضلع میں تعیناتی پر پابندی لگا دیں، ASI کو مقامی تحصیل میں نہ لگنے دیں اور کانسٹیبل کو مقامی تھانے میں نہ لگنے دیں کیونکہ ان کو بھائیوں اور رشتہ داروں کی مجبوری آ جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ صحیح طریقے سے ڈیوٹی ادا نہیں کر سکتے۔ ایک سابق قانون ہوتا تھا کہ تین سال کے بعد ہر ڈسٹرکٹ سے پولیس افسر تبدیل کر دیئے جاتے تھے آج دس دس سال ہو گئے ہیں پولیس افسر وہاں

سے تبدیل نہیں ہوتا۔ ان کے تعلقات، ان کی دوستیاں اور ان کے پیسوں کے لئے ٹاؤٹ اتنے ہو جاتے ہیں کہ وہ غریبوں کو انصاف مہیا نہیں کرتے اس لئے مہربانی کر کے تین سال کے بعد shifting والے rule کو لاگو کیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے آنے سے پہلے ہاؤس میں 3 منٹ کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔ میرے خیال میں 3 منٹ کم ہیں۔ 5 منٹ ٹھیک ہیں۔ آپ اب wind up کریں۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب والا! ایک گزارش ہے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ ہماری ماؤں بہنوں اور خواتین کے لئے soft corner رکھتے ہیں اور یہ ہونا بھی چاہئے۔ انھوں نے کہا ہے کہ ان کے ساتھ کسی مقام پر کوئی زیادتی نہ ہو۔ ان کو اتنی رعایت دے دی گئی ہے کہ اب وہ ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ اب وہ شریف لوگوں پر rape کے کیس بنوادیتی ہیں اور لوگ اپنی دشمنیاں نبھانے کے لئے بعض اوقات غلط کیس کروادیتے ہیں۔ میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ صحیح بھی ہوتے ہیں اور وہ غلط بھی ہوتے ہیں ان کے لئے DNA test ضروری قرار دے دیں۔ اگر کوئی ملزم کہتا ہے کہ ہم بے گناہ ہیں تو اس کا DNA test کروایا جائے۔ اگر اس میں کوئی رکاوٹ ہے تو رانا صاحب سے میں کہوں گا کہ اسے قانون کے ذریعے صحیح کیا جائے تاکہ صحیح ملزموں کا چالان ہو سکے اور بے گناہ آدمی جیسے ہمارے اللہ رکھا ایم پی اے یا دوسرے صاحبان پر ایسے کیس کر دیتے ہیں جو کہ ظلم کی انتہا ہے۔ اس کے علاوہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بعض مقدمات میں ملزم اور مدعی آپس میں رشتہ دار ہوتے ہیں اور وہ بخش دیتے ہیں لیکن پولیس والے کہتے ہیں کہ ہمارا راضی نامہ نہیں ہوا۔ جب راضی نامے ہو جاتے ہیں تو انہیں وہاں سے خارج کر دینا چاہئے تاکہ لوگ ناجائز دو دو، تین تین سال پیشیاں نہ بھگتتے رہیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں صرف ایک منٹ میں بات ختم کروں گی کیونکہ آئی جی صاحب بھی موجود ہیں اور وزیر قانون صاحب بھی موجود ہیں۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ لاہور میں ایک بہت بڑا گروہ گھروں میں کام کرنے والی خواتین اور مردوں کا پکڑا گیا ہے۔ اس گروہ سے بے تحاشا سینکڑوں کے حساب سے چوریاں برآمد ہوئی ہیں۔ وہ گروہ ابھی بھی پکڑا ہوا ہے اور اسی گروہ کی دو

عورتوں کو میں نے شناخت کیا ہے۔ میں نے 2007 میں ایف آئی آر درج کروائی تھی۔ یہ بات وزیر قانون صاحب کے بھی علم میں ہے، جناب سپیکر نے بھی مجھ سے اس ایف آئی آر کی کاپی لی تھی اور direct بات کی تھی لیکن مجھے تھانے کی طرف سے یہ جواب ملتا ہے کہ محترمہ ہم ان سے recovery نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو بہت ہی بھونٹا offence ہے۔ وہ ضمانتیں کروا کر واپس بھاگ جاتی ہیں۔ انہیں سیلف آکر لے جاتے ہیں، ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

جناب والا! یہ میری زندگی بھر کی کمائی تھی اور میرا سارا زیور وہ دو عورتیں لے گئیں۔ ان کے پیچھے چار جیولرز ہیں جن کو پکڑا ہی نہیں گیا۔ ان کے پاس وہ 35 سال سے تمام چوریاں کر کے لے جاتی تھیں، وہ اس کے عوض دس ہزار روپے پر ان کے پاس ملازم تھیں اور انہیں 30 تولہ سونے پر 2 تولہ سونا انعام دیا جاتا تھا۔ یہ ساری کی ساری چیزیں ریکارڈ پر ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون صاحب! آپ اس چیز کو دیکھ لیں۔ محترمہ! آپ اس ایف آئی آر کی ایک کاپی وزیر قانون صاحب کو بھی دے دیں۔ یہ ابھی اس کے اوپر آپ کو بتاتے ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: میں نے کاپی دے دی ہے۔ اس پر عملدرآمد ہو جائے تو آپ کی مہربانی ہوگی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! میں نے کہہ دیا ہے۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چنیوٹی صاحب!

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! میں ابھی نماز پڑھ کر آ رہا تھا تو تحصیل لالیاں کے کچھ لوگ سڑک پر احتجاج کر رہے تھے۔ (تصویر دکھاتے ہوئے) یہ ان کا 18 سال کا بچہ ہے اس کو زندہ آگ لگا کر جلادیا گیا ہے۔ اس کے متعلق اخبارات میں خبریں لگی ہوئی ہیں۔ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ تین مہینے ہو گئے ہیں اور ابھی تک اصل ملزمان کو گرفتار نہیں کیا گیا بلکہ اس لڑکے کے دوستوں کو پکڑ کر تشدد کر کے مجبور کیا جا رہا ہے کہ تم اقرار جرم کر لو۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے مجرم نہیں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اسمبلی میں یہ بات پہنچ جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چنیوٹی صاحب! آپ ابھی وزیر قانون صاحب سے مل لیں۔ یہ بڑی زیادتی ہے اور جس طرح کی آپ نے تصویر دکھائی ہے اس پر بالکل کارروائی ہونی چاہئے۔ اگلے مقرر جناب اعجاز احمد

خان صاحب ہیں۔ جی، اعجاز احمد خان صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! شکریہ۔ ریاستوں کی ترقی اور خوشحالی کے اندر لیڈرشپ کا ہمیشہ کلیدی کردار رہا ہے۔ لیڈرشپ اگر dynamic ہو تو ریاستیں آگے بڑھتی ہیں اور مسائل جتنے بھی بڑے ہوں ان پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ وہ ریاستیں ختم ہو گئیں، وہ وسائل کی وجہ سے ختم نہیں ہوئیں، وہ صرف اور صرف لیڈرشپ کے فقدان کی وجہ سے ختم ہوئیں جیسا کہ Russia آپ کے سامنے ٹوٹ گیا۔ اقوام عالم میں اور بہت ساری مثالیں موجود ہیں۔ 18۔ فروری 2008 کو پنجاب میں میاں محمد شہباز شریف کی قیادت میں جو حکومت بنی اس کی بنیادی ترجیحات میں صوبے کے اندر امن وامان کے حالات بہتر کرنے کے لئے ایک میرٹ پالیسی کی بنیاد رکھی گئی اور نہ صرف پولیس کے جگمگے میں بلکہ تمام صوبائی محکموں کے اندر میرٹ کی بنیاد پر اہلکاران اور ملازمین کی تعیناتی کر کے ایک پیغام دیا گیا کہ ہم صوبے کے اندر انقلاب لانا چاہتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئر مین خواجہ محمد اسلام کر سی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئر مین! اگر ہم جو ڈیشری کی تنخواہوں کے اندر تین گنا اضافے کو دیکھیں، پولیس کی تنخواہوں کو دیکھیں تو اس کے پیچھے aims or objectives موجود ہیں کہ غریب آدمی کو بے لاگ انصاف اس کی دہلیز پر ملنا چاہئے۔ پولیس کی capacity بہتر ہو اور جو دہشتگردی کی صورت میں بڑا چیلنج ہمارے سامنے ہے اس میں پولیس ڈیپارٹمنٹ کا moral High ہو۔ دہشتگردی کی روک تھام کے لئے یا اس سے نمٹنے کے لئے صوبہ بھر کی پولیس کا سب سے زیادہ focus اسی بات پر ہے۔

جناب چیئر مین! کیا ہم نے اور اپوزیشن نے کبھی غور کیا ہے کہ کیا یہ دہشتگردی کن لوگوں کی پیدا کردہ ہے؟ پنجاب پولیس کے سارے وسائل دہشتگردی کے خلاف مہم میں جھونکے ہوئے ہیں اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اس کا جواب میں ان پر چھوڑتا ہوں کیونکہ تاریخ لکھی جاتی ہے اور میں کوئی contrary بات نہیں کرنا چاہتا۔ یہ ساری قوم کو بتا ہے کہ 9/11 کے بعد ایک defecto امر نے اپنے اقتدار کی طوالت کے لئے کس کے کہنے کے اوپر پاکستان کو اس میں جھونکا ہے۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئر مین: آپ انھیں بات کرنے دیں۔ اعجاز صاحب! آپ بھی wind up کریں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب چیئر مین! ایسی لعنت جو ذاتی مفاد کے لئے یہاں پیدا کی گئی اور پاکستان کو اس میں جھونکا گیا۔ اس کا خمیازہ صوبہ بھر کی عوام face کر رہی ہے۔ دہشتگردی کے واقعات کے دوران Law Enforcing Agencies نے جو کام کیا ہے اس پر وہ خراج تحسین کے مستحق ہیں

اور جس طرح انھوں نے اپنے آپ کو عوام کے دفاع کے لئے پیش کیا اور بعض واقعات میں ان کے لاشے گرے۔ ہمیں ان کو سراہنا بھی چاہئے کیونکہ یہ آسان کام نہیں ہے۔ بعد ازاں دہشتگردی کے واقعات کے اوپر جس محنت اور تندہی کے ساتھ انھوں نے investigation کی اور کس طرح سے ملزموں تک پہنچے ہمیں اس کو سراہنا چاہئے اور ان کے moral کو up کرنے کے لئے ہمیں اپنی آواز اس میں شامل کرنی چاہئے۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ حفیظ اختر چودھری صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: جناب چیئر مین! میں تجاویز دینا چاہتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب اعجاز احمد خان: جناب چیئر مین! دہشتگردی کی بدترین صورت حال جو bomber suicide کی صورت میں ہمارے سامنے آئی ہے اس کی روک تھام کے لئے روایتی طریقہ یعنی ناکوں وغیرہ کے علاوہ شہروں کے اندر آنے والی شاہراہوں پر بھی نظر رکھنی چاہئے۔

جناب چیئر مین: حفیظ اختر چودھری صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: جناب چیئر مین! This is no way! اگر آپ نے چھ ماہ کے بعد پہلی دفعہ اس issue پر speech open کی ہے تو اپوزیشن کو بات بھی سننا گوارا نہیں ہے۔ وہ interference کر رہے ہیں۔

جناب چیئر مین: دیکھیں! آپ نے چار منٹ بات کر لی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب چیئر مین! ان کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب چیئر مین! اس پر ہاؤس کو تین منٹ کے لئے اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ میری تجاویز آگے پہنچا دی جائیں۔ اپوزیشن والے خواہ مخواہ interference کر رہے ہیں۔

جناب چیئر مین: آپ اپنی تجاویز لاء منسٹر صاحب کو دے دیں۔ جی، حفیظ اختر چودھری صاحب!

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئر مین! میں آج پھر مختار مقصود صاحب کے ان الفاظ سے شروع کرتا ہوں کہ "میں مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھا گم شدہ صدیوں کا ماتم کر رہا تھا کہ اتنے میں مسجد کے مینار نے جھٹک کر میرے کان میں بڑے راز کی بات کہہ دی کہ

جب حق کی جگہ حقائق، جہاد کی جگہ جمود، ملک کی جگہ مفاد اور ملت کی جگہ مسلک عزیز ہو اور جب مسلمانوں کو زندگی سے پیارا اور موت سے خوف آنے لگے تو صدیاں یوں ہی گم ہو جاتی ہیں۔"

جناب چیئر مین! آج لاء اینڈ آرڈر پر بات ہو رہی ہے تو ہمارے اس ملک میں اگر پچھلے ادوار کو دیکھا جائے تو اس وقت crime کی ratio بہت حد تک بڑھ چکی ہے۔ کرپشن بنیاد ہے اور اگر تمام محکموں میں کرپشن کا خاتمہ کر دیا جائے تو میرے خیال میں crime میں کافی حد تک کمی آسکتی ہے۔ میں زیادہ دیر اپنی بات نہیں کرنا چاہتا لیکن چند تجاویز ضرور دینا چاہوں گا کہ جس طرح ہمارے جدید دور میں crime advance ہو چکا ہے اسی طرح ہمارے محکمہ پولیس میں ریسرچ ڈویژن ہونا چاہئے جو latest crimes پر تحقیق کرے۔ ان کے اوپر محکمہ بننا چاہئے اور جدید دور میں جدید crime پر قابو پانے کے لئے اسے تمام ساز و سامان مہیا کیا جانا چاہئے۔ ہمارے اوپر جب آفت آجاتی ہے اور ایسے serious crimes رونما ہو جاتے ہیں تو ہمارے پاس اُس کو trace out کرنے کے لئے کوئی لوازمات موجود نہیں ہوتے۔ ہاؤس کے تمام ممبران اس وقت بیٹھے ہیں لہذا میری یہ گزارش ہوگی کہ محکمہ پولیس میں ریسرچ ڈویژن کو active طریقے سے participate کرنا چاہئے اور جدید crime کو کنٹرول کرنے کے لئے ریسرچ ڈویژن ہونا چاہئے۔

جناب چیئر مین! میری یہ بھی گزارش ہے کہ پچھلے دنوں چیچہ وطنی میں ایک واقعہ یہ رونما ہوا کہ بخشی خانہ میں ایک ملزم جس کو چھڑوانے کے لئے اُس کے ساتھیوں نے حملہ کر دیا جس میں ایک کانسٹیبل اپنے فرائض انجام دیتے ہوئے شہید ہو گیا۔ چار ایسے کانسٹیبل جس میں ایک C-2 کے حوالدار کو فائر لگا جو اب بھی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔۔۔

جناب چیئر مین: چودھری صاحب! Please! اپنی بات کو wind up کریں۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب چیئر مین! میری یہ گزارش ہے کہ وہ اپنے فرائض کو انجام دیتے ہوئے شہید ہوا تھا۔ اگر وہ اپنے فرائض میں کوتاہی برتا تو شاید پھر بھی اُس کو گھر بھیج دیا جاتا لیکن اُس کو شہادت مل گئی اور وہ اپنے فرائض انجام دیتے ہوئے شہید ہوا۔ میری گزارش ہے کہ اُس کے اہل خانہ کی فلاح و بہبود کے لئے بھی کچھ آنسو پونچھے جائیں۔ اگر بڑے شہروں میں یہ واقعات رونما ہوتے تو شاید آج تمام حکومت کی مشینری اُس کے گھر موجود ہوتی اور اُن کے اہل خانہ کے آنسو پونچھنے اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرتی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئر مین: شکریہ۔ محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ!

محترمہ خدیجہ عمر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئر مین! آج امن وامان پر بحث ہو رہی ہے تو جس طرح بے تحاشا ظلم ہو رہے ہیں لیکن میں سب سے پہلے ایک سنگین واقعہ جو میرے اپنے گجرات شہر میں ہوا ہے کے بارے میں بتانا چاہوں گی۔ ایک بچی جو گجرات شہر کے علاقہ کالوپورہ کی رہنے والی ہے۔ 18۔ جنوری کو وہ اغواء ہو گئی تھی، چھ دن کے بعد 22/23 کی شب وہ بے ہوشی کی حالت میں رات کو سڑک پر پائی گئی۔ صبح اُس کو عزیز بھٹی ہسپتال میں لے جایا گیا۔ وہاں پر ایک نجی چینل نے اُس بچی سے پوچھنے کی کوشش کی جس پر اُس نے ملزم کی نشاندہی کی اور وہاں پر پانچ چھ لوگ تھے جنہوں نے اُس بچی کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ دو دن تک گجرات شہر میں وہ خبر میڈیا پر آتی رہی لیکن کسی نے اس پر کوئی action نہیں لیا۔ پھر اسی چینل نے جا کر بچی سے انٹرویو کیا۔ یہ بھی بتایا گیا کہ تھانہ گڑھی احمد آباد لاری اڈہ کی پولیس اُس بچی کے پاس گئی ہے اور اس کے گھر والوں کو ہسپتال سے باہر نکال کر بچی کو force کیا کہ وہ اپنا بیان change کرے، اس کے علاوہ بیان نہ بدلنے پر اس بچی کو مارنے اور قتل کرنے کی دھمکی بھی دی گئی ہے۔ ہمارے ملک میں لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال یہ ہے کہ اُس بچی کو کسی نے بھی جا کر پوچھا تک نہیں اور الٹا بیان بدلنے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ اس بچی کا غریب باپ رکشا چلاتا ہے۔ یہاں پر بے تحاشا ہلاکتیں ہو رہی ہیں، لاہور جیسے شہر جہاں پر جگہ جگہ ناکے لگے ہوئے ہیں وہاں پر ابھی جو تعداد بتائی گئی تھی کہ 1000 سے 1300 تک ڈکیتیاں ہوئی ہیں تو اس حوالے سے آپ دیکھیں کہ لاء اینڈ آرڈر کی یہ صورت حال ہے۔ افسوس سے یہ کہا جاتا ہے کہ ہماری پولیس اور اس سے متعلقہ لوگ اپنا ریکارڈ درست کرنے کے لئے بجائے اس کے کہ وہ اُن ملزمان کو پکڑیں، اُن کی پشت پناہی کرتے ہیں اور بے گناہ لوگوں کو جیلوں میں ڈال دیا جاتا ہے جس کا ایک بہت بڑا ثبوت ہمارے چیف جسٹس ہائی کورٹ خواجہ شریف صاحب نے اپنے خطاب میں بتایا تھا کہ جیلوں کے اندر تقریباً پچاس فیصد سے زیادہ لوگ بے گناہ ہیں۔ اگر میں جنوبی پنجاب کا ذکر کروں تو مویشی چوریوں کا جو حال ہے اور اس کے لئے چار task forces قائم کی گئی ہیں۔۔۔

جناب چیئر مین: آپ اپنی بات کو wind up کریں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب چیئر مین! ابھی تو میں نے بات شروع کی ہے اور دو منٹ بھی نہیں ہوئے۔ جناب چیئر مین: ٹائم دیکھیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب چیئر مین! مجھے پورا موقع ملنا چاہئے۔ اس محکمہ کے لئے چار task forces قائم کی گئی ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ 35 فیصد اُس کے جرائم میں اضافہ ہو چکا ہے۔ جب FIR کٹوانے کی باری آتی ہے تو وہ بھی سفارش کے بغیر نہیں کاٹی جاتی۔ شولڈر پر موشن کے حوالے سے کہا گیا تھا کہ میرٹ کی دھجیاں بکھیری گئی ہیں۔ جب ہمارے حزب اختلاف کی طرف سے اس کو point out کیا گیا اور شور مچایا گیا تو وزیر اعلیٰ صاحب نے اس کو withdraw کر لیا لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ کچھ دن پہلے آئی جی صاحب نے دوبارہ شولڈر پر موشن دے دی یعنی وزیر اعلیٰ صاحب کے حکم کی دھجیاں بکھیر دی گئیں۔

جناب چیئر مین: بہت شکریہ۔ سید ابرار حسین شاہ صاحب!

حاجی ناصر محمود: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: حاجی صاحب! میں نے سید ابرار شاہ صاحب کو floor دیا ہے۔

حاجی ناصر محمود: جناب چیئر مین! انجرات کی بات ہوئی ہے۔

جناب چیئر مین: جی، فرمائیں!

حاجی ناصر محمود: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئر مین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ یہ واقعہ جو ابھی سنایا گیا ہے کہ 18 تاریخ کا ہے۔ لڑکی کا نام خانکول ہے جس کی عمر تقریباً 13 سال ہے۔ یہ 18 تاریخ کا واقعہ ہے اور 19 تاریخ کو اُس کے گھر والوں نے تھانہ لاری اڈہ میں اس کی رپورٹ کی اور 19 تاریخ کو ہی FIR کاٹی گئی۔ انہوں نے جو ملزم نامزد کیا وہ ایک تھا جس کا نام عمران عرف مانی تھا۔ اُس کو فوری طور پر گرفتار بھی کیا گیا اور ابھی تک وہ تھانے میں موجود ہے۔ جہاں تک گینگ ریپ کا تعلق ہے تو اُس بچی کا اپنا ذاتی معاملہ تھا اور بچی ابھی تک حقائق نہیں بتا رہی۔ اس کا DNA ٹیسٹ بھیج دیا گیا ہے۔۔۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب چیئر مین! ان کا یہ کوئی ذاتی معاملہ ہے؟

حاجی ناصر محمود: میرا ذاتی معاملہ نہیں ہے کیونکہ یہ میرے حلقے کی بات ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ باتیں میرے ساتھ کر رہی تھیں اور اسی لئے میں چاہتا تھا کہ یہ ہاؤس میں لائیں تو پھر میں ان کو بتاؤں کہ ان کے دور میں کیا ہوتا رہا ہے۔ میری معزز بہن اس وقت کہاں تھی جب تیس

چالیس گنوں والے حاجی ناصر کے اوپر بندوق تان کر کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ پولنگ چھوڑ دو۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئر مین: چلیں، حاجی صاحب! آپ کا موقف سمجھ آ گیا ہے۔ سید ابرار حسین شاہ صاحب! ہاؤس کا وقت آدھ گھنٹہ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

حاجی ناصر محمود: جناب چیئر مین! میری بات ابھی پوری نہیں ہوئی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب چیئر مین! جیسا کہ بات ہوئی تھی کہ کسی کی ذات کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی جائے گی مگر یہ بات کر رہے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئر مین: آپ انہیں بات تو کرنے دیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب چیئر مین! وہ ہماری معزز ممبر کی بات کا جواب دے رہے ہیں جبکہ یہ اختیار صرف وزیر کو ہے۔ ہم اس طرح نہیں چلنے دیں گے۔ ہم بالکل ہاؤس کو اس طرح نہیں چلنے دیں گے۔

جناب چیئر مین: وہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! کیا ہاؤس in order ہے، کیا کورم پورا ہے؟

محترمہ سیمیل کامران: جناب سپیکر! لغاری صاحب نے کورم point out کیا ہے۔

جناب چیئر مین: نہیں۔ انہوں نے کورم پوائنٹ آؤٹ نہیں کیا۔ حاجی صاحب! آپ اپنی بات مکمل کریں۔ لغاری صاحب! آپ اچھے پارلیمنٹیرین ہیں۔ آپ تشریف رکھیں اور انہیں بات مکمل کرنے دیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب محمد محسن خان لغاری: نہیں۔ جناب! ان کو بات مکمل کرنے کا موقع ہی نہیں ملنا چاہئے۔

جناب چیئر مین: آپ خواہ مخواہ ہی بات کو لمبا کر رہے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! بات کرنے کا طریقہ اور اصول ہوتا ہے۔ ہم اس طرح ہاؤس نہیں چلنے دیں گے۔ میں کورم کی نشاندہی کرتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر وزیر قانون صاحب تشریف فرما ہیں کہ یہاں پر اتنی تقاریر ہوئی ہیں اور واقعہ جات point out کئے

گئے ہیں لیکن کسی نے اٹھ کر بعد میں بطور تفتیشی کے گفتگو کی اور نہ ہی ملزموں کی پشت پناہی والی بات کی ہے۔ جب باری آئے گی اور windup کریں گے اور جو موقع پر اطلاعات موجود ہوں گی تو وزیر قانون صاحب کہہ دیں گے کہ پتا کر کے بتا دوں گا۔ میرے خیال میں وزیر قانون کا جو role ہے وہ کسی ممبر کو acquire نہیں کرنا چاہئے۔ اس چیز کی اجازت نہ دیکھئے ورنہ واقعی ہاؤس out of order ہو جاتا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس کو آگے چلایا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئر مین: اب میں اپوزیشن لیڈر سے یہ sense لینا چاہتا ہوں کہ کیونکہ انہوں نے کورم پوائنٹ آؤٹ کیا تھا اس سلسلہ میں آپ کی طرف سے consent درکار ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): اس سلسلے میں عرض ہے کہ ہاؤس واقعی out of order تھا لیکن ہم اپنی consent دیتے ہیں کہ ہاؤس کو جاری رکھا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئر مین: شکریہ۔ سید ابرار حسین شاہ!

سید ابرار حسین شاہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم: شکریہ۔ جناب سپیکر! لاء اینڈ آرڈر کے سلسلے میں معزز ہاؤس میں جو بحث چل رہی ہے اس میں، میں اپنی طرف سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ لاء اینڈ آرڈر کو کنٹرول کرنے کے لئے سب سے اہم اور ضروری بات انتظامیہ اور عوام کا ایک دوسرے کے ساتھ اچھا تعلق اور اچھے روابط ہونا بہت ضروری ہوتا ہے جس کے لئے انتظامیہ کو چاہئے حتیٰ کہ۔۔۔

جناب چیئر مین: شاہ صاحب! اگر آپ محسوس نہ کریں تو صرف تجاویز دیں کیونکہ مغرب کی نماز کا وقت ہو رہا ہے۔

سید ابرار حسین شاہ: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ میں مختصر تجاویز دے رہا ہوں۔ میری طرف سے معزز ایوان کو یہ مشورہ ہے کہ تھانہ کی حد تک ایس ایچ او کی ذمہ داری ہو کہ وہ اپنے تھانہ کے علاقے سے معزز شرفاء کے ساتھ میٹنگ کرے۔ جس کے تحت وہ اپنے علاقہ میں ہونے والے جرائم اور لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال پر بحث کرے اور اس کے تدارک کا حل بھی سوچا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال کو اچھے طریقے سے کنٹرول کرنے کے لئے سب سے ضروری بات ہے کہ معاشرے میں انصاف ہونا چاہئے۔

جناب والا! ہمارے اس نظام میں انصاف دلانے کی ذمہ داری عدالتوں پر ہے لیکن اس سے پہلے ایک مرحلہ جو کہ تھانہ میں آتا ہے وہ بھی بے حد ضروری ہے۔ اس میں بھی انتظامیہ کو پوری توجہ

دینی چاہئے کہ اس پہلے مرحلے میں جب کوئی غریب یا کوئی مجبور تھانے میں اپنی فریاد لے کر آتا ہے تو اس کی صحیح حصول انصاف پر مبنی حق رسی کی جائے تاکہ جرائم میں کمی ہو اور حصول انصاف کا احساس پیدا ہو۔ انصاف ایک ایسی چیز ہے کہ بحیثیت مسلمان حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ معاشرے کفر کی بناء پر تو چل سکتے ہیں لیکن نا انصافی کی بناء پر نہیں چل سکتے۔ ایک چھوٹی سی عرض یہ ہے کہ ہمارے ملک میں، ہمارے اس معاشرے میں تفتیش کا جو سسٹم ہے اس پر توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ جو غریب اپنی فریاد لے کر جاتا ہے اس پر کوئی اے ایس آئی صاحب یا ایس ایچ او صاحب اپنا فیصلہ دے دیتے ہیں تو اس پر کوئی اپیل ہی نہیں ہے کہ اس کو نظر ثانی کیا جائے یا اس کو کسی فورم پر دیکھا جائے کہ کیا اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے یا حق رسی ہوئی ہے؟

جناب چیئر مین: شکریہ۔ ملک عامر ڈوگر!

ملک محمد عامر ڈوگر: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے امن و امان کے اس اہم موضوع پر بات کرنے کی دعوت دی۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کے حالات غیر معمولی ہیں۔ ہم اور ہمارا ملک دہشت گردی کی شدید لپیٹ میں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب نے جس طرح سے دہشت گردی کو کنٹرول کیا ہوا ہے اور امن و امان کو کنٹرول کیا ہوا ہے وہ ایک مثالی ہے۔ ماضی کے مقابلے میں آج ہمارے صوبے کے امن و امان کے وہ حالات نہیں ہیں جو ماضی میں تھے۔ بالخصوص میں یہاں پر آئی جی پنجاب پولیس کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں جو ایک فرض شناس اور ایماندار افسر ہیں، ہوم سیکرٹری، وزیر اعلیٰ صاحب کو اور گزشتہ دنوں محرم الحرام میں جس طرح سے پورے پنجاب میں انہوں نے مثالی طور پر انتظامات کئے ہیں اس پر بھی حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ میں یہاں پر ایک تجویز دینا چاہتا ہوں کہ آج کل ہماری پولیس جو اضافی ڈیوٹی دے رہی ہے جس میں پروٹوکول کی ڈیوٹی ہے، سکیورٹی کی ڈیوٹی ہے یا وی آئی پی صاحبان کے روٹس ہیں، ہماری جو تھانہ پولیس ہے وہ اصل کام سے تو دور چلی گئی ہے۔ ایس ایچ او کا کام ہے جرائم پر کنٹرول کرنا، انوسٹی گیشن کا کام انوسٹی گیشن کرنا ہے لیکن ہماری پولیس جو اضافی ڈیوٹی دے رہی ہے اس حوالے سے میری تجویز ہے کہ الگ سے ایک سپیشل فورس کا قیام عمل میں لایا جائے جو وی آئی پیز اور دیگر ڈیوٹیاں کرے۔

میری آخری تجویز یہ ہے کہ جناب 55 ڈی ایس پی صاحبان کو close کر کے یہاں سی پی او میں رکھا گیا ہے کیونکہ وہ کرپٹ ہیں۔ ریونیو افسران کو بھی اسی طرح close کیا گیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ ریونیو افسران پولیس سے زیادہ کرپٹ ہوتے ہیں۔ ہر معاشرے میں برائی ہے۔ ان

ڈی ایس پی صاحبان کو بے شک field کی ڈیوٹی نہ دیں، بے شک ان کو ایس ڈی پی اونہ لگائیں لیکن ان سے extra کام لیں تاکہ وہ جو گھر بیٹھے تنخواہ لے رہے ہیں ان کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

جناب چیئرمین: آج کے آخری مقرر میاں نصیر احمد ہیں۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ وقت کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ جی، میاں صاحب!

میاں نصیر احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں لاء اینڈ آرڈر اور پولیس فورس کے حوالے سے صرف تجاویز دینا چاہوں گا۔ پچھلے دنوں صوبہ میں پولیس کی تنخواہیں almost double کی گئیں جو کہ بڑا اچھا اقدام کیا گیا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہاں پولیس کے روایتی نظام میں بنیادی طور پر تبدیلیاں لانے کی سخت ضرورت ہے اور اس حوالے سے سب سے پہلے تھانہ کلچر ہے کہ آج بھی ہمارے تھانہ کلچر میں promotion کی بنیاد ان کی ٹریننگ، تعلیم اور ان کی قابلیت نہیں ہے اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ آج بھی تھانوں کے اندر کوئی پہلوان ہے، کوئی باکسر ہے، کوئی فٹ بالر ہے اور کوئی encounter specialist ہے اور ان کے ناموں کے ساتھ یہ لکھا جاتا ہے اور وہ آج بھی تھانوں کے SHOs ہیں۔ سب سے پہلے اس بات کو بھی مد نظر رکھا جائے کہ promotion کسی encounter پر، باکسنگ یا کسی پہلوانی کی بنیاد پر نہیں ہونی چاہئے۔ اس کے ساتھ ساتھ سب سے اہم بات یہ ہے کہ تھانے میں اگر کوئی SHO کرپشن کرتا ہو پکڑا جاتا ہے تو اس سے وہ تھانہ سزا کے طور پر چھین لیا جاتا ہے جبکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ جو آفیسر بھی کرپشن میں ملوث ہو اور اس پر ثابت ہو تو اسے دوبارہ وہاں نوکری پر نہیں آنا چاہئے۔ ان کا زیادہ سے زیادہ ٹائم ایک مہینہ کا ہوتا ہے اور اس کے بعد وہ دوبارہ کسی نہ کسی تھانے میں کسی نہ کسی شکل میں نظر آتے ہیں۔

جناب سپیکر! میری ایک اور اہم تجویز یہ ہے کہ تھانوں میں SHOs کی تعیناتی کی جاتی ہے تو وہاں ان کا کردار facilitator کا ہے۔ وہاں ہونا تو یہ چاہئے کہ جب کوئی سائل شکایت لے کر جاتا ہے تو انہیں facilitator کی feeling ہونی چاہئے نہ کہ یہ تھانے اکھاڑے کا منظر پیش کریں اور وہاں ایسے ایسے افسران بیٹھے ہیں جو physically اور ذہنی طور پر fit نہ ہیں۔ میں یہاں پر یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس نظام کو بدلنے کے لئے سب سے پہلے ضروری یہ ہے کہ تعینات ہونے والے SHOs کا fitness test کیا جائے کیونکہ آج بھی پچاس پچاس انچان کی waist ہے اور یہ زیادہ وزن کے روایتی آفیسر وہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں جنہیں فوری طور پر تبدیل کرنا بڑا ضروری ہے۔

میں یہ تجویز بھی یہاں پر رکھنا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں جس طرح آج ایک انسٹیٹیوشن میں ان کے بچوں کی، ان کی صحت کی اور دوسری تعلیمی سہولتیں مفت ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ایماندار افسر جس شہر میں جاتے ہیں تو وہاں کے اچھے سکولوں میں کم از کم ان کے دو بچوں کی تعلیم اور داخلے وغیرہ مفت ہونے چاہئیں تاکہ انہیں بھی یہ سہولت میسر ہو سکے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئر مین! سب سے اہم بات یہ ہے کہ آج بھی پنجاب پولیس کے پاس موبائل فون پر ہونے والے crime کو trace کرنے کا اپنا نظام نہیں ہے اور یہ کسی اور ادارے کے پاس پہلے نمبر بھیجے ہیں اور اس کے بعد اگر crime کسی بہت VVIP کے ساتھ ہوا ہو تو 24 گھنٹے میں جواب ملتا ہے اور اگر عام آدمی کے ساتھ crime کیا گیا ہو تو دس، دس دن اس call کاریکارڈ نہیں ملتا۔ میں یہاں پر گزارش کروں گا کہ پنجاب پولیس کو call trace system لے کر دیا جائے۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ جو نیا نظام آرہا ہے اس میں ڈسٹرکٹ کو آرڈینیشن کمیٹیاں بن رہی ہیں جس کے ex officio سیکرٹری اس کے ڈی سی او ہیں اور باقی اس کے ساتھ ضلعی ناظم یا چیئر مین آرہے ہیں جو ان کے ساتھ chair کریں گے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کمیٹیوں میں پولیس کا بھی کوئی نہ کوئی نمائندہ موجود ہو جو باقی حالات کے ساتھ اس سے انہیں co-ordinate کرے۔

جناب چیئر مین: اب میں لاء مسٹر صاحب کو دعوت دوں گا کہ وہ اس بحث کو wind up کریں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بحث میں معزز ممبران نے حصہ لے کر بڑی مثبت تجاویز دی ہیں جس پر میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئر مین! میں اپنی طرف سے on behalf of ہوم سیکرٹری، آئی جی پولیس اور پنجاب حکومت اور ان تمام ممبران کا جنہوں نے انتہائی مدلل یہاں پر گفتگو کرتے ہوئے انتہائی قیمتی تجاویز دی ہیں مجھے ان تمام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں یہ یقین دلانا ہے کہ انہوں نے جو مخصوص افراد کی incidents کا ذکر کیا ہے وہ تمام کے تمام گیلری میں بھی دونوں صاحبان نے note کئے ہیں اور میرے پاس بھی وہ note ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم نہ صرف انصاف کو یقینی بنائیں گے بلکہ ان کی رپورٹ بھی معزز ممبران کو پیش کریں گے۔

جناب چیئر مین! جو تجاویز یہاں پر آئی ہیں اور جو بات ہوئی ہے تو مجھے کسی بات کو contradict نہیں کرنا بلکہ مجھے یقین دلانا ہے کہ ان تمام باتوں سے ہم رہنمائی لے کر پولیس

ڈیپارٹمنٹ جو اس صوبے کے عوام کی جان، مال، کاروبار، عزت کا محافظ ہے اور اسے بہتر سے بہتر بنایا جائے۔ مجھے اس بات کی بھی خوشی ہے کہ یہاں اس ادارے کے دونوں سربراہان پر اعتماد کا اظہار کیا گیا ہے اور اس معزز ایوان کا اعتماد ہی وزیر اعلیٰ پنجاب اور حکومت پنجاب کے لئے ایک بہت بڑے ستارے کی بات ہے کہ انہوں نے ایسے لوگوں کو منتخب کر کے اس انتہائی اہم فریضے پر مامور کیا ہے کہ جن کا کردار اس ایوان کی نظر میں انتہائی بہتر ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئر مین! میں اس بات کو بھی سراہتا ہوں کہ جیسے یہاں پر نہ صرف حکومتی بچوں بلکہ اپوزیشن بچوں کے معزز اراکین نے بھی بار بار اس بات کا ذکر کیا کہ ڈی پی او اور ایس پی کی سطح کے لوگ اچھے ہیں، بہتر کام کر رہے ہیں اور انصاف دے رہے ہیں لیکن اس سے نیچے بہت سے دوستوں نے بلکہ consensus سے کہا کہ پولیس انسپکٹر یا تھانیدار تک کے لوگ کرپشن میں مبتلا ہیں۔ مجھے اس بات کو بالکل contradict نہیں کرنا بلکہ صرف یہ عرض کرنی ہے کہ یقیناً پولیس میں نچلے درجے میں کرپشن ہے لیکن اگر پولیس انسپکٹر کرپٹ ہے تو ایکسائز انسپکٹر بھی کرپٹ ہے، انکم ٹیکس انسپکٹر بھی کرپٹ ہے، فوڈ انسپکٹر بھی کرپٹ ہے اور پٹواری تو سب سے بڑھ کر آگے ہے لیکن ہم سب نے اس نظام کو مل کر تبدیل کرنا ہے اور مجھے یہ بھی عرض کرنی ہے کہ یہ لوگ یا اس سطح کی کرپشن 18۔ فروری 2008 کے بعد نہیں آئی بلکہ اس سے پہلے بھی یہی حال تھا اور اس سے پانچ سال پہلے بھی یہی حال تھا لیکن ہمیں ایک دوسرے کو اس بات کا احساس دلانے کی بجائے ہمیں اس احساس کو اپنے اندر پیدا کرنا ہے کہ ہم نے مل کر اس صورتحال کو درست کرنا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ امن و امان کا مسئلہ اتنی ہی اہمیت اپوزیشن کے لئے رکھتا ہے جتنی اہمیت حکومتی بچوں یا حکومت کے لئے رکھتا ہے۔

میں اس سلسلے میں ایک ایسا سچ جو پاکستان میں ہی موجود ہے اور پاکستان کے ہر شہری کو اس کا احساس ہے کہ یہاں پر جب موٹروے پولیس بنائی گئی تو اس میں چونکہ براہ راست لوگوں کو اتنی جلدی لے کر trained کرنا ممکن نہیں تھا تو پولیس سے لوگوں کو لیا گیا اور جب پولیس ڈیپارٹمنٹ سے کہا گیا کہ آپ اپنے میں سے کچھ لوگوں کو recommend کریں کہ جو لوگ موٹروے میں جا کر ملازمت اختیار کریں یا سروس دیں تو پولیس ڈیپارٹمنٹ نے اپنے میں سے lower grade لوگوں کو recommend کیا کہ چلیں انہیں ادھر بھیج دیتے ہیں اور محکمہ کی ان سے جان بھی چھوٹ جائے گی لیکن وہاں پر جا کر انہی لوگوں نے ایسا کام کیا کہ آج کوئی آدمی یہ نہیں کہتا کہ موٹروے پولیس فرض میں کوتاہی کرتی ہے، کوئی آدمی یہ نہیں کہتا کہ موٹروے پولیس بد تمیزی کرتی ہے یا رشوت لیتی ہے

چونکہ وہاں پر ایک ایسا نظام ہے کہ جس میں اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ لوگ کرپشن کر سکیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں تک افراد کا تعلق ہے تو اگر افراد کی کارکردگی پر جائیں اور اگر آئی جی پولیس اپنے انسپکٹر کو صحیح نہیں کر سکا تو سیکرٹری صحت کہاں اپنے فوڈ انسپکٹر کو صحیح کر سکا ہے اور سیکرٹری بلدیات کہاں اپنے اوور سیکرٹری کو صحیح کر سکا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ہر ادارے میں ایک نظام لانے کی ضرورت ہے اور ہمارے ادارے، ادارے نہیں بن سکے، یہ کیوں نہیں بن سکے؟ اس کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ ان اداروں کو کام نہیں کرنے دیا گیا کیونکہ ہم نے زیادہ تر عرصہ آمریت کے سائے تلے گزارا ہے اس لئے ہمارا کوئی بھی ادارہ build نہیں ہو سکا۔ ہمیں ان اداروں کو build کرنا ہے اور اس کے لئے ہر ادارے کو ایک نظام دینا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم اس مرحلے پر کھڑے ہیں کہ پولیس کو بھی ہم ایک نظام دینے جا رہے ہیں۔ پولیس آرڈر 2002 کو ہم 2010 سے replace کرنے جا رہے ہیں۔ جس دن میں نے امن و امان پر بحث کا آغاز کیا تھا تو اس دن سب دوستوں کے ساتھ پوری تفصیل کے ساتھ share کیا تھا تو اس کا وہ ڈرافٹ ہم کینیڈا میں، ہاؤس میں، میڈیا میں اور لوگوں میں ہر طرح سے debate کر کے کیونکہ ہم ایسا سسٹم چاہتے ہیں جو کسی فرد واحد یا کسی ایک کمیٹی کی ownership نہ ہو بلکہ اسے پورے معزز ہاؤس اور اس معزز ہاؤس کے ذریعے 9 کروڑ عوام کی ownership ہو۔ وہ ایک ایسا سسٹم ہو جو پولیس کو as service بہتر force بنا دے۔ وہ ایک ایسا سسٹم ہو جس کو ہمارے تینوں صوبے adopt کریں۔ اس کے لئے کام ہو رہا ہے اور آنے والے چند دنوں اور ہفتوں میں وہ چیز انشاء اللہ تعالیٰ ہم سب کے سامنے ہوگی۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہم سب مل کر اور یہ معزز ہاؤس اسی طرح سے جس طرح سے آج دوستوں نے دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ میں خاص طور پر اپوزیشن کے معزز ممبران اور خصوصی طور پر قائد حزب اختلاف کا مشکور ہوں کہ آج انہوں نے واقعی بہت ٹائم دیا اور اس وقت تک وہ ہمارے موجود ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

مجھے امید ہے کہ یہ تمام دوست اور یہ پورا معزز ہاؤس اسی دلچسپی سے اس سسٹم کو بنانے میں موجودہ حکومت کی مدد کرے گا اور مجھے پوری امید ہے کہ جب ہم ایک بہتر سسٹم بنائیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح سے موٹروے پر ایک بہتری کی صورت نظر آئی ہے اسی طرح سے ممکن ہے اور اللہ کرے کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ بھی تمام ڈیپارٹمنٹ سے lead لے اس بہتری کے سفر کی طرف جس بہتری کے سفر کے ہونے کے بغیر شاید ہم اپنی منزل کو نہیں پاسکتے۔ انہی گزارشات کے ساتھ میں ایک بات صرف آپ کے اور معزز ہاؤس کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ یہاں پر کافی عمدہ تجاویز بھی آئی ہیں جن

میں پولیس کو ٹیلیفون tracing system لے کر دینے کی بات ہوئی۔ میں اس کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ کافی progressive stage پر ہے اور بہت جلد ہم پولیس کو equipment کے اس سسٹم سے بہرہ مند کر دیں گے۔ اسی طرح سے یہاں پر بات ہوئی کہ rape کے cases غلط درج ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات صحیح ملزمان بھی پکڑے نہیں جاتے۔ اس میں DNA test کی بات ہوئی۔ ان چیزوں کا احساس کرتے ہوئے اور اس سسٹم کو جو ہم لانا چاہتے ہیں جس میں کسی کے پاس رشوت لینے کی گنجائش نہ رہے۔ کسی کے پاس یہ گنجائش نہ رہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو ادھر ادھر گھما کر کسی کو بے گناہ کر کے پیسے لے لے یا کسی بے گناہ کو گناہگار کر کے پیسے لے لے۔ اس کے لئے Forensic Laboratory کے advance system کو ہم بہت جلد لا رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اکتوبر تک یہ سسٹم اڑھائی ارب روپے کی لاگت سے complete ہوگا۔ اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ اس سسٹم کو بہتر انداز سے آگے بڑھانے کا موقع ملے گا۔ میں انہی گزارشات کے ساتھ معزز ممبران اور آپ کا بہت مشکور ہوں، بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: میں آخر میں تمام ممبران کا جنہوں نے بڑی مدد اور مثبت تجاویز دیں۔ بہت مشکور ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کی بحث کی اصل روح صرف ایک ہی بات تھی کہ اس ملک کے لئے، اس وطن کے لئے:

میری زمیں ہی میرا آخری حوالہ ہے
میں رہوں یا نہ رہوں اس کو باور کر دے۔

آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا لہذا اب اجلاس کل بروز بدھ مورخہ 27۔ جنوری 2010 صبح 10.00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔